



مفتاح كنوز اسرار ربانی منشی لایع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جمیع تفسیر شیخ امام عابد الدین ابو القاسم اسماعیل بن عمر بن کثیر القرطبی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ کا برابر ہے کہ اخادات کیساتھ زمین پر سے مفید التزیانات کی رعایت کی گئی ہے اور عباد دین کی بیان

سبحه  
 بحر العلوم لم يقتلته ولا خفيته بحر الفنون الفرعية والأصليات قاطع شبهات المخبرين من دفع مكائد الغابرين حاوي الفضائل من القوم مثل عمدة الحليّة والأنازل  
 المقرب والعالم الخفي وعلى مولانا مولوي سيّد امير علي صاحب ديوان الهند تبحر في معرفة الكبر في عسل الهند على البشائر في جعل الجبهة شواه من ديوانه اماد حسن الخطاط

باجهتام کيسيرى داسى سليم

الحمد لله الذي جعلنا من عباده المخلصين

اطلاع اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے۔ جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصل حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے۔ اس کتاب کے ٹیبل پچ کے تین صفحہ جو سادے تھے ان میں بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

<p>تفاسیر قرآنی اردو</p> <p>تفسیر قادری ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدیں ہیں</p> <p>تفسیر سورہ فاتحہ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲۰</p> <p>تفسیر سورہ یوسف چو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵</p> <p>چجبورہ مترجمہ - با ترجمہ اردو - ۲</p>	<p>نفیس نسخہ ملا جسکو چو اہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ اے بلا جلد مجلد عے</p> <p>احادیث اردو</p> <p>مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جانا مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و حضور کامل چار جلد میں جو حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو میں اس مرتبہ سین اسما الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عے</p> <p>تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو و مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - عے</p> <p>ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف ذکر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدو دین - للہ</p> <p>ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ہے</p>	<p>و خواص اسما حسنہ معروف - ۸</p> <p>زاوہ لہیل الی الخبۃ و السبیل ذخیرہ احادیث مولفہ مولانا غلام محی - ۵</p> <p>فقہ اردو</p> <p>غایۃ الاوطار ترجمہ اردو و مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد حسن کامل چار جلد میں عے</p> <p>راہ نجات ضروری مسائل ناز و روزہ وغیرہ - مفتاح الجنۃ از مولوی کریمت علی چو چوری ہر حقیقۃ المصابیح مع رسالہ بے نالان - ۸</p> <p>ترجمہ فتاویٰ عالمگیری اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا میر علی صاحب فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا قیمت کامل عے</p> <p>کشف الحاح ترجمہ اردو والا بدینہ از مولوی محمد نور الدین - ۴</p> <p>ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ لا ہر مسئلہ (۲) مسائل ثنائیہ (۳) صدوسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۃ شریف (۶) نورنامہ (۷) چیل مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام - ۱۰</p> <p>شرح مختصری منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۱۰</p>
<p>ایضاً فارسی</p> <p>تفسیر حسینی از ملا حسین و اعظم متعارف و قابل پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے</p> <p>تفسیر اسرار القاشحہ مصنفہ ملا معین ہروی و تصوف عمار بلا کمیشن</p>	<p>ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف ذکر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدو دین - للہ</p> <p>ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ہے</p>	<p>ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف ذکر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدو دین - للہ</p> <p>ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ہے</p>
<p>ایضاً عربی</p> <p>تفسیر بے نقط فیضی مسمیٰ بہ سوط الالہام علم کے سرکار کالج لکھنؤ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبرین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی نفلت کیجئے عجیب صنعت ہر بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر بد مذہب اور شرطہ جزا کی اصطلاح بے نقط فہرست و قارون کا نام بے نقط رجاۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا غرزیاب و سیاهی پایا جیسا ستارہ طبع کی تمام کوشش سے نہایت</p>	<p>حدیث فارسی</p> <p>شعۃ المعانی حامل المتن شرح مشکوٰۃ الاموالا محدث عبدالحی دہلوی چار جلد میں جدید الطبع عے</p> <p>ایضاً عربی</p> <p>تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی بنی معروف - ۱۰</p> <p>دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء متبرک</p>	<p>حدیث فارسی</p> <p>شعۃ المعانی حامل المتن شرح مشکوٰۃ الاموالا محدث عبدالحی دہلوی چار جلد میں جدید الطبع عے</p> <p>ایضاً عربی</p> <p>تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی بنی معروف - ۱۰</p> <p>دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء متبرک</p>





وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَوَلَّوْا خِصْمَهُمْ تَقِيضُ مِنَ الدَّمِ مِمَّا عَلَّ فُؤَادُكُمْ

اور جب سنیں جو انارا گیا رسول پر تو دیکھو اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اس پر جو بھان بی بات  
مِنَ الْحَقِّ يَكُونُ رَبُّنَا آمَنَّا فَكُتِبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ  
حق کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو کھدے کھوانے والے کیساتھ ۔ اور ہم کو کیا ہو کہ یقین نہ کریں اللہ تعالیٰ پر اور جو ہو بچا ہم پاس حق ۔ اور کہو تو یقین ہو کہ  
أَنْ يُدْخِلَنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَإِنَّا نَسْتَعِينُكَ يَا اللَّهُ بِمَا قَالُوا اجْزَيْتَ نَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَكْشَرُ خَلِدِينَ فِيهَا  
داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بخون کے ساتھ میں ۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ ۔ اُن کے بچے نہیں رہتی ہوئی رہا کریں اُن میں ۔  
وَذَلِيلٌ جَلَدٌ لِّلْكَاسِيْنَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ  
اور یہی سبھی گریز ہون کا بدلا ہے ۔ اور جو کفر ہوئے اور جھٹلے گئے ہماری آیتیں ۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ ۔

اور پند کرنا کہ نصاریٰ لوگ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مذہب پرست تھے ہیں اور وہ یہودیوں و اہل مکہ کی طرح حق سے تبرک نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت  
کا اس وقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاریٰ کا نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو  
سورہ یسین سنائی تھی پس ہر گزروں گے اور مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اُتر اُتھا اور یہی اللہ تعالیٰ  
نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَوَلَّوْا خِصْمَهُمْ تَقِيضُ مِنَ الدَّمِ مِمَّا عَلَّ فُؤَادُكُمْ  
سنائی تھی اُنہیں اُنہیں تَقِيضُ مِنَ الدَّمِ مِمَّا عَلَّ فُؤَادُكُمْ الحق تو تو اُن کی آنکھیں جھپکتا ہو کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اس حق کے جو اُنہوں نے  
پہچانا یعنی حق پہچان کر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھ اس سے ثابت ہوا کہ انہیں عرفان و جوش قلب سے یہ کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام  
حضرت باری تعالیٰ شانہ کو سنے اور بغیر کابر سے منقل کہ کلام مجید سنا کر ظاہر سے بیوش ہو جانے تھے حتیٰ کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی  
اور یہاں اس گروہ نجاشی جنہی اللہ عنہ کا حال بھی یہی ہے کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا لَقِيْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے  
ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَكُتِبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۔ کھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ  
میں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ ہیں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول و کتاب کے سچ ہونے کے ۔ اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین  
اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ ہیں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنہوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں  
کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنہوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہر درواہ الحاکم و صحیح اور واضح ہو کہ امت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ  
عنہم مراد ہیں اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قولہ إِذَا سَمِعُوا الْآيَاتِ أَنْ كَانُوا اس گروہ کے حق میں ہی جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ  
نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زاہد ہو جا کر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید  
سنا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب فوراً مسلمان ہو گئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جا کر اپنی قوم کے دین  
کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھر گئے پس اللہ عزوجل نے انکاء پر شیدہ قول و جناب باری تعالیٰ میں دعا کرنا نازل فرمایا بَوَّاهُ الطَّرْفِ  
پھر مروی ہوا کہ وہ جب مسلمان ہو گئے تو یہود و مردود نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ ۔ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا  
جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہو کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالیٰ  
اور قرآن پر آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لائیں ۔ حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہو گیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہو کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ ایمان لا دین



# اطلاع

ایک اجتماع القوم الصالحین اور ہم آرزو کرتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے۔ ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کرے۔  
 بل سکتی ہیں ملائے۔ اُن کے ساتھ جنت میں داخل کر دے اور سسر سسر طے لگے کہ اُن کا طبع کا عطف نون پر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیون نہ طمع کریں کہ ہمارا  
 کے تہذیب کا ہم کو قوم صالحین کے ساتھ جنت میں داخل کرے۔ یہاں سوسائے کہ عطف جمل اسمیہ و فعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے جیسا کہ  
 بعض فقہین کا قول ہے۔ اور حسب حسب معنی حال ہے یعنی کیوں ہم ایمان نہ لادیں کہ تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالیٰ ہم کو قوم صالحین کے ساتھ ملا دے پس جو لوگ کہ  
 صالحین کے ساتھ ہونا نہیں چاہتے ہیں وہ البتہ ایمان نہ لائیں گے۔ بالجمہ یہ اُن کی باتیں اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم و صحابہ  
 رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالیٰ نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی۔ بقولہ۔ فَأَنذَرْتُكُمْ اللَّهَ  
 بِمَا تَأْكُلُونَ أَنتُمْ وَآلُكُمْ فِيهَا لَا تَخْلُونَ فِيهَا أَزْوَاجًا مُّشْرِكِينَ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنت عطا فرمائی جن کے بچے نہرین  
 جاری ہیں و حالیکہ انہیں ہمیشہ رہیں گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے۔ ف یعنی جو لوگ ایمان لا کر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہو۔ کافی الصالح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود و غیرہ کافروں کے وعید بھی فرمادے بقولہ  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْذِبُ كَذِبًا أَفْكَارًا أَبْغَضَ الْبَغْضَاءِ أَتَعْتَبُونَ نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائیں ایسے بدکار لوگ جنہم کے لوگ ہیں ف حاصل آنکہ کلام الہی  
 واسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بدلہ انجام آگ کا مقام و عذاب کا ٹھکانا۔ جنم ہے ف عراس میں ہے کہ قولہ واذا سمعوا  
 مَا أُنزِلَ فِي الرَّسُولِ الْآيَةِ۔ اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندوں کا حال بیان فرمادیا کہ خالص بندوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن و خطاب سننے  
 کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہیں پس اُن کی عقلیں بھی انساب و کشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد و آیات کو مشاہدہ کرتی ہیں اور اُن کے دل اس خطاب  
 کی حلاوت کو لیتے ہیں اور اُن کی رو میں جمال نبی علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہیں اور ان کے سراپا بننے اور انوار صفات کو مشاہدہ کر کے اس کے نادر و عیب و غم غیب کے  
 لطائف اور اُن کے ہر اس سے خطاب فرمایا ہے کہ جمال کی طرف شوق اُنکا دور رہتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کر لیتا  
 ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اُس کی وحدانیت پر مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اس بیدار سے اُسکا عاشق صادق ہو جاتا ہے۔ پس اس سے اُس کے جسم کو اثر  
 ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہو کر آنکھوں سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جگر فنا ہو جاتا ہے چاہتا ہے تاکہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر و یاد کی مجلس میں یہ  
 دل بھی عشق کی آگ میں جل جاتا ہے پھر ان لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوتی کہ عشق و محبت کے آنسو ان کی آنکھوں  
 سے جاری ہوئے پس گاہ فرمایا کہ واذا سمعوا مَا أُنزِلَ فِي الرَّسُولِ الْآيَةِ یعنی جب آنکھوں نے سماع خطاب میں پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد  
 علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور حسب خطاب تراہے ہر ایک کی نشان کو پہچان لیا تو اس کو پا کر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر برباد ہو گئی اس سے رنج کیا پس  
 اس خوشی و رنج نے اُن کو جوش دلا کہ گریہ شوق میں آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھیں معرفت غیب تک پہنچیں اور اُنکی جبین  
 مشاہدہ قربت حاصل ہوئیں پھر ایسے بہت گدھے ہیں جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتوں کے جوہر نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے  
 اُن کو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کیونے زندہ کر دیا۔ اور حنفیہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک بات میں غازیں طہر ابو قرآن پڑھتا تھا پس میں نے یہ آیت پڑھی۔ کل نفس  
 ذائقة الموت۔ پس میں نے اس کو کئی بار دہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دہرائے جاوے گا۔ کہ چار جن کو تو نے قتل  
 کر ڈالا جنہوں نے اپنے سر سامان کی طرف نہیں اٹھائے یہاں تک کہ رگے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور بیچ میں ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر  
 رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی ہنھال نہیں ہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے پھر اللہ عزوجل نے انجیل والوں میں سے ایمان لانے والوں کی  
 پائیزہ تصدیق کو فرمادیا۔ صفت سے ظاہر فرمایا بقولہ لَقَوْلِهِمْ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتَبَاحَ الشَّاهِدِينَ۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

دینے سے تیرے پیچھے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے پیروں کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہیں اور ابن عطاء نے قولہ اذا سمعوا کے معنی اشارہ میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پاؤں قریب تھا کہ بول اٹھیں کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز ناب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو ہوا اگر کلمہ شہادت بول اٹھے اور یہ جو شوق عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا - ما عرفنا من الحق - اور شیخ استاذ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھیں کھلیں اور مقام تحقیق کو پہنچ کر جو شوق گریہ سے تسکین پائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْشَوْا قَوْلَ اللَّهِ فَاحْلَلْ لَكُمْ وَادَّعُوا أَنَّ اللَّهَ لَحَنِيبٌ لِلْعَدْلِ إِنَّ

اسے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستمری چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال کر دیں اور حد سے نہ ڈرو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا حد سے بڑھنے والے کو۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَعْبُدُونَ ۖ أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ

اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے حلال ستمرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو۔

نزدول اس کلام کا اس وقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنوں کے روزے جائز ہیں سب دن برابر روزہ رکھیں اور ہر شب تمام رات نماز میں قائم رہیں اور غورتوں سے نزدیک ہوں اور خوشبود کو نہ چھوڑیں اور گوشت نہ کھاویں اور بچھوڑے پر نہ سوئیں اور عبدالرزاق نے رسول و آیت کی حسین حضرت علی بن عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمرو کا نام ہر اور عالم میں اس صحابہ کا ایک مکان میں جمع ہو کر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جن کے نام یہ بیان کئے کہ وہ ابوبکر و علی ابن مسعود و ابودر و سلمان سالم و عقیل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن سواد و عبداللہ بن عمرو بن روفال لہم روایہ ابن جریر و ابن ماجہ و اسدی وغیرہ میں الناعمین و مسالوہ شاہ فی الصمیمین۔ ابن کثیر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق میں ہر بھران کے ارادہ راہوں کے مانند بیان کر کے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ میں دوسرے بھی لکھا اور ادنا بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہوں اور غورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت کو زیادہ مجھ سے ہر اور جس نے میری سنت کو زیادہ مجھ سے نہیں ہر۔ روایہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین میں ہر کہ چند صحابہ نے حضرات ام المومنین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کمان ہم اور کمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہر پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ہوئی تو اپنے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباس سے ہر کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر عرض کیا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے غورتوں کی خواہش ہوتی ہر اور میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی روایہ الترمذی حسنہ و ابن جریر۔ (و قدر دی ہو تو فادہ مسالہ بالجلہ اتانابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزیں حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْشَوْا قَوْلَ اللَّهِ فَاحْلَلْ لَكُمْ وَادَّعُوا أَنَّ اللَّهَ لَحَنِيبٌ لِلْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ لَحَنِيبٌ لِلْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ لَحَنِيبٌ لِلْعَدْلِ

چنانچہ جب یہ تعالیٰ نصیب کرے تو اسکو کھاؤ اگر جی چاہے اور اپنے اور پر حرام مت کر لو۔ پس تقدیر کلام آنکہ کلو اخلالاً طیباً حال کو نہ تھا کہ تعالیٰ اور اعراب ظاہر ہے اور آئین  
 دلیل اس پر کہ تعالیٰ ہی ہر بند کے رزق کا کفیل ہے۔ پھر یہ وصیت کر دی کہ **وَأَقُوا اللَّهَ الْإِنِّي أَنْتُمْ بِهِ مَحْشُورُونَ** اور اسی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھو جس پر تم ایمان لائے  
 ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے منوعات سے تقویٰ رکھو پس بندہ بطبع و کلفت جہی ثواب کا مستحق ہے کہ معارضۃ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت رہے پس اگر کسی نے  
 اگر مسائل قطع کر دیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ وہ وہاں یہ شخص زنا نہیں کرتا ہر محض ہمل ہو کہ نہ عصمت بی بی از بے چاوری ہے۔ کمال سوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا  
 پھر خوف الہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنہوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا  
 تھا اور رائج ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہد اختیار کرے اور نہ  
 کلام سے تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ظاہر حدیث صحیحین دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھائے چنانچہ معلوم ہو گا اور مؤلف  
 فتح البیان نے دعویٰ کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اور کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اس پر حرام نہیں ہوتی اور اس پر کفارہ بھی لازم نہیں  
 آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ واحد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہے اور مولانا حادین  
 صحیح سے بھی خلاف ہے و قال لمرجم اس آیت میں فقط اس امر سے مانعت ہے کہ جو حلال میں ان میں سے اپنے اور کوئی چیز حرام نہ کر لو پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے  
 تو مانعت کس چیز سے۔ پس آیت کی نفی دیتے ہی ہر جیسے اور امور میں نفی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو  
 حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسے اپنے اور ممنوع کر لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا  
 ہے جیسے اور کچھ عجیب نہیں بلکہ یہ مؤلف مذکور کا نیک کلام ہے۔ شاید مؤلف مذکور کو شریعہ پارہ چارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **کل الطعام** کان حلالاً یعنی اسرائیل الامام حرم  
 اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراة الآیہ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اور پر حرام کر لیا تھا اور نہ وہ اور وہاں پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث  
 نقیہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے پس ان کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص ذرا ہٹ گیا پس عبداللہ نے  
 فرمایا کہ قریب آکر کھائے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنے اور پر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبداللہ نے فرمایا کہ قریب آکر کھائے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔  
**یا ایہا الذین آمنوا اتقوا طیبات الآیہ** رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح و رواہ الحاکم من طریق جریر بن منصور و صحیح و قال علی شریطہ الجین۔ قال ابن کثیر اور عبداللہ بن  
 رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ کھروالون نے عبداللہ و راحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں  
 کھلایا ہے تو اپنی جگہ سے کہہ کر کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھے حرام ہے پس جو روئے کہہ کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ  
 مجھے حرام ہے جب انھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھالو ہم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر بنی صلعم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ تبارک اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔  
**یا ایہا الذین آمنوا اتقوا طیبات الآیہ**۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصديق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اس میں امام شافعی وغیرہ ان علماء  
 کی دلیل ٹکنتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اور پر حرام کیا اس پر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ بنی صلعم نے  
 اُس شخص کو جس نے اپنے اور پر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنہیں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے  
 کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اور پر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آدیکھا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کر لیا تو حرام کیا تو کفارہ ہے اور اگر اُس نے  
 خالی اپنے اور پر حرام کر لیا تو بھی جو اُس نے التزام کیا اس پر مواخذہ ہو گا اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا ہے اور اسے ہی قولہ تعالیٰ **یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ**  
**لک الآیہ** میں ظاہر ہے یعنی ماریہ بطبیہ کو بعض ارجوح کی رعایت سے اپنے اور پر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہاں  
 ہے کہ جو حلال سے مانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی کہ جس میں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال لمرجم سدی سے جو دراصل اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل



روایت ہے کہ اس میں آخر میں ہر کہ قول لا تعدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصلی ہونے کا قصد کیا تھا ان کو نمانعت ہر کہ خصلی ہوتا ہو اور یہی اعتقاد ہے پھر ان کو حکم کیا کہ اپنی قسموں کے کفارہ ادا کریں۔ رواہ ابن جریر بطولہ۔ واضح ہو کہ قولہ لا تعدوا میں شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے ادا پر حرام کرنے میں حد سے زیادہ تنگی مت کر لو۔ اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہر جہاں اس امر کے قابل ہیں کہ آدمی کو بدو نہ تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے تشنہ میں پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا چاہیے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری نے تعلیقاً ابن عمر کا قول بھی ترک مباحات میں احتیاطاً کمال تقویٰ قرار دیا ہے اور یہی احتمال ہے کہ مراد ہو کہ حلال چیزوں کے لینے و تناول کرنے میں حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلووا وشرابوا ولا تسرفوا لایہ میں ہر کہ فانی فی الدراس قولہ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما اھل شدکم شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہنچ جائیں تو اپنے دلوں کو مجاہدہ میں مشغول کر کے مروہ نہ کریں کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلئے ہر اور قلب کے لئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو نفس کا سین کچھ اثر نہیں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے ان خاص بندوں کو جو مقام انس و بسط تک پہنچے ہیں آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال میں جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ میں سے طیبات و لذائذ کو چھوڑ دیں وہ ان مقامات میں جائز نہیں کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ یہاں تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہیں ہر اس واسطے کہ آپ تو وہ انس و نور تقارین بگلیے جاتے ہیں حاصل آنکہ ابتدائی حال میں نفس کے مجاہدہ کے واسطے ہمت ہی حلال لذیذ چیزیں بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہیں کہ اس ریاخت میں پورے ہوں پھر جب تکمیل ہو گئی تو اپنے مجاہدہ نہیں رہا پس منع ہو کہ اب حرام نہ کر دیکونکہ یہاں اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہو گئی جیسے کنواری لڑکی کو امور نیرت و دیگر بیاباش بجا ہر پھر یہاں ہی گئی تو اسکو وہ سب جائز ہیں جو پہلے روانہ تھیں ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزیں روا ہیں جو مردوں کو نہیں روا ہیں پس شیوخ عمدہ غذائیں عمدہ پوشاک سب سب آنکہ باقی ہیں انتفاع حاصل کریں تاکہ واردات حد سے سوختہ نہ ہو جائیں۔ تو نہیں فرماتے کہ سبب دل اس آیت کا یہ ہر کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم مانند عثمان بن مظعون ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب علیہ السلام بن مسعود اور عبداللہ بن عمر و ابوذر غفاری سالم مولیٰ خلیفہ و مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و معقل بن مقرن۔ کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتیں خوشبو اور گوشت چھوڑ دیں اور ہمیشہ وزہ رکھنا اور ہمیشہ ات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین میں سفر کرتے پھرنا اور سبب بن جانے یعنی آنکہ نسل قطع کر دینا اور بالوں کا بالائیں ترک دینا اختیار کریں پس اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ البتہ تمھارے نفوس کا تپ حق ہے پس وزہ بھی کھو و زانہ بھی کر دو۔ اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو و چنانچہ میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور وزہ رکھتا اور افطار کرتا ہوں اور گوشت روغن ادا بھی کھاتا ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں ہے اس میں ظاہر کر دیا کہ جو لوگ اہل مقامات حال ہیں ان کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہیں چاہیے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلووا وشرابوا وکلموا اللہ جلالات طیبات واضح ہو کہ حلال ہر جو عارف کو جو ان غیبی بدو انسانی تکلیف کے پہنچ جائے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق میں اس کے دل کو قوت دے اور اس کے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے۔ یہل کرنے قولہ لا تحرموا میں کہا کہ یہ یوں ہر کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہر بدو ان آنکہ جد و جہد کرے اور نفس اس طرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اٹھا اٹھا کر تاک لگاے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہیں کہ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہر اس کو خوبی سے طلب کرتے ہیں حالانکہ حقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہیں یعنی ان کی نظر ان اسباب پر نہیں ہوتی ہر کہ کیونکہ کمال ہی ہر کہ باوجود امتحان اسباب کے نظر کو ٹھیک کھلے بعض نے کہا کہ رزق آبی جو مجبور و زکی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزو مند نہ گردن اٹھانے کے مجبور ملا جھین حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے مجبور سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا۔ شیخ استاذ نے فرمایا کہ منجلاں چیزوں کے حجب لذیذات میں سے مباح فرمایا ایک یہ ہر کہ خلوت میں نسیم قربت راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یوں ہر کہ لوگوں سے محالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدو ان آنکہ عزالت اختیار کرے اور یہی خواہی عظیم ہر اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات آئین میں فرمایا اور قولہ کلووا وشرابوا وکلموا اللہ کے معنی میں کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت میں کھا دے

اور اگر اس سے بچا دجہ ہو تو اسکی بادر کھا دے کیونکہ غفلت کی حالت پر کھانا ارادت کی راہ میں حرام ہے۔ اور مجھے حلال و حرام میں ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ حلال وہ ہے کہ جو خزانہ قدرت سے عارف و فکیہرا میں سے بوضف رضا و تسلیم حاصل کر لے اور حرام وہ ہے جو غیر لہو واسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کر لینے کی کوشش کرتا ہے اور سبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل سے عیلم نہیں حاصل ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت میں ناپسند ہے وہ معرفت میں بھی ہرگز پسندیدہ نہیں ہے قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیے اور زمانہ میں جو شیطان فیقر و ور و شیل ایسے ہیں کہ خلاف شرع حرکات و اقوال کو اہل تشدد و اکابر و لیاء کی طرف نسبت کر کے بدنام کرتے ہیں وہ لوگ ہرگز ولی نہیں اور حدیث میں ہے کہ اشد کاولی جاہل نہیں ہوتا۔ فافہم۔

لَا يُؤْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ ۖ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ  
مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا نَطَعُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْفٌ مِمَّا أُوتِيتُمْ زَكَاةً ۖ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَإِذَا بُرْءٌ مِنَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ  
مُتَحَدِّثٌ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام اپنے مابین سے باین معنی مربوط ہے کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کو لیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ ہونے کی صورت میں باقی رکھے تو وہ اپنے مثال آنکہ کسی نے مسکد اپنے اوپر حرام کر لیا۔ پس اسکو یہ نہیں چاہیے اور تحریم سے نادم ہو اور قسم توڑے اور اگر ایمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب ہے لیکن یہ ربط بنا بر قول ان فقہار کے ہے جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قابل میں جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال لا یؤاخذکم اللہ فی اللفظ فی ایمانکم واللہ تعالیٰ تکو ایسے لغویہ یا خود نہیں کرتا جو تمہاری قسموں میں ہوتے یعنی ایسے لغوی کی وجہ سے جو تمہاری قسموں میں پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہیں جو لغویہ بنی ہو۔ واضح ہو کہ میں کی تین قسم ہیں۔ پہلی لغویہ۔ میں معقود اور میں غموس۔ پھر آیت میں فرمایا کہ میں لغویہ مواخذہ نہیں ہے اور ظاہر آنکہ مواخذہ ازراہ کفارہ نہیں ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھالینے میں مساوات کر لینا کسی اہ سے ہو وہ بدلیل عموم قول لا تجحدوا اللہ عرضتہ لایمانکم کے جو سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے منوع و منکر ہے۔ پھر تین لغوی کی تفسیر میں اختلاف ہے عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھائے وہ قسم لغویہ ہے عن مجاہد۔ دو آدمی خرید و فروخت میں لغوی قسم کھا دیں۔ ایک کہے کہ واللہ میں نہیں چوڑھا دوسرا کہے واللہ میں نہیں خریدو نہ گا۔ عن ابی ہریرہ الخنفی۔ لغویہ ہے کہ اپنے کلام میں حلف کو ملائے مثلاً واللہ کھاؤں گا اور واللہ بیو نہ گا۔ اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہیں ہوتی ہے اور جو قسم نہیں کھاتا ہے وہ لغوی قسم ہے اور اس پر کفارہ بھی نہیں ہے۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغوی قسم آدمی کا یوں کہنا کہ لا واللہ۔ اور بے واللہ۔ بدون قصد قسم کے اور بعض اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر مجہور علماء سلف سے مروی ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعی رحمہ کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ وہ مصیبت پر قسم ہے یعنی مصیبت نہیں کرو نہ گا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہے اور یہی قول امام عقیفہ و امام احمد کا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بدون قصد کے جو قسم مروی لغویہ ہے۔ بدلیل قولہ و لکن یؤاخذکم بما عقدتم لایمان یعنی تصحیم و قصد سے جو قسم کھائے اس پر مواخذہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اعوط و حسن ان اقول میں سے قول نخی ہے اور جو تفسیر سلف سے مروی ہے اسکا علم ہی ہے اور یہ بعد اہل صادق کے اسلم ہے اور اللہ تعالیٰ اعلم۔ لیکن غسیر مدعی

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لاواش و بلے و اشک لکنا تقسیم ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو عرصۂ ہر پس  
 مواخذہ ہونے کے معنی کہ کفارہ لازم ہوگا و لیکن ممنوع ہے۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہے کہ کسی کو غالب گمان یہ ہو کہ بات یوں ہی ہو پس اس نے  
 کہا کہ بلے اللہ یا اسکو غالب گمان یہ ہو کہ یوں نہیں ہو تو اس نے کہا کہ لاواش و اللہ۔ اور اس تقدیر پر عرصہ نہیں لازم آتا ہو بالجملہ لغو پر کفارہ نہیں ہو۔ لیکن یو اعخذ کہ  
 بما عقدتہ ایمان و لیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا اس قسم پر جو تم نے معقود کی وف واضح ہو کہ عقد تم بفتح تاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی والی ہے  
 کی قرار ہے اور بات یوں کی قرآن میں متشدد یقاف ہو اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقلم روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہیں و لیکن جس پر تم عقیدین  
 کرو اسکے مقابلہ میں مواخذہ ہر پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یحییٰ بن غنوس جو تیسری قسم ہے وہ بھی اس میں داخل ہوگی اور  
 معنی یحییٰ بن غنوس کے یہ ہیں کہ کوئی بات گدڑی ہوئی ہے اس پر جان بوجھ کر اس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپے دیئے ہیں اور  
 بچہ جانتا ہے پھر اس نے قسم کھائی کہ نہیں دئے ہیں تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد نہایت ہو لہذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ  
 وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے معنی ہیں کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اس کو پورا کرنے پر عزم ہو اور یہ بات یحییٰ بن غنوس میں ہو نہیں سکتی ہر پس یحییٰ بن غنوس اس میں  
 داخل نہیں ہو و مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یحییٰ بن غنوس ایک قسم زور ہو کر و زب جھوٹ کیساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لا دیتا ہو اور وہ  
 معقود نہیں اور نہ اس پر کفارہ ہو اور یہی جو علماء سلف و خلف کا قول ہے اور شافعی نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہو کیونکہ کتب نقیض و معقود بخیر و مقرون باسم اللہ تعالیٰ ہو  
 لیکن قول جو علماء راخذ ہو اور حنفی حدیثین کہ قسم کا کفارہ دینے میں اردہ میں سب اس قسم معقود کی طرف راجع ہیں اور یحییٰ بن غنوس کی طرف کوئی بھی راجع نہیں بلکہ یحییٰ  
 بن غنوس میں سوائے سخت و عید کے اور کچھ نہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ یحییٰ بن غنوس یا یحییٰ بن زب و بٹ اکبرہ گناہ ہے جس کو ایمان میں سے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب  
 امام ابو حنیفہ کا ہے کہ فکھاؤتہ پس کفارہ قسم جب جھوٹ ہو جائے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہو و لیکن لفظ یحییٰ بن غنوس پر پس ضمیر اسکی طرف راجع ہو ناچاہیہ  
 کہ شیخ عسکری وغیرہ نے کہا ہے یحییٰ بن غنوس کا معنی حلف ہے اور بعض نے کہا کہ موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ کفارہ نکتہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چہنچ چنان  
 ہے اور یہی زرخشی نے مقدّر کیا اور یہی ادلی ہے پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما طعمون  
 اھلہ لیکم کھانا دینا و مسکینوں کو اوسط اس چیز سے کھلاتے ہو تم اس سے اپنے اہل و عیال کو ف یعنی نہ اعلیٰ درجہ کا ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال  
 میں ہو پھر اطعام میں آیا کھانا ضرور ہو یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے میں ایک وقت ہو یا دو دن وقت اور مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مسکین  
 کوئی ہوں یا اسی شہر والے ہوں جان کا قسم کھانے والا ہی جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے  
 میں دو دن وقت کھلاوے تب دا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہا ائمتہ الفتویٰ کا یہی قول ہے اور حسن بصری رحمہ بن حنفیہ سے روایت ہے کہ ایک ہی وقت  
 کافی ہے پھر یہ بھرے چاہے جس قدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گھون یا چھوٹا سا کاد دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد  
 و سعید و شعبی و ابراہیم و ابوالمالک وغیرہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ گھون سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے  
 ابن عباس سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گھون کا ایک مد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھانہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت  
 و سعید بن السید و مجاہد و عطاء و عکرمہ و جابر بن یزید و قاسم و سالم و زہری و ابوسلمہ و سلیمان بن یسار و حسن بن محمد بن سیرین سے مروی ہے اور شافعی نے  
 کہا کہ نبی صلعم کی مد سے ایک مد ہر مسکین کو دیوے و لیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہیں کہا اور امام احمد نے کہا کہ گھون سے ایک مد دیوے اور دیگر طعام سے دو  
 مد دیوے۔ پھر یہ شرط نہیں کہ مسکین اسی شہر کے ہوں بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پانا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہیں  
 ہے جیسے کپڑے ہیں۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اذکسوتکم یعنی یاد مسکینوں کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوتہ کس قدر ہے تو مفسر نے بنا بر



نہ ہشتافعی کہ اس قدر ہر جو کسوہ یعنی لباس کھانا ہوا نہ تھیں عمارہ و ازاد یعنی تہ بند کے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ اس قدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔  
اور مالک احمد نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اس قدر دینا ضروری ہے کہ جس میں نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو دے اور اگر ہر مسکین  
نے کہا کہ جامع کپڑا ہونا نہ دولاہی و چادر کے اور فقط کرا کر نا کرتی اور ہنسی کے مانند ان کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ کے نزدیک  
اگر ایک ہی مسکین کو دس دھکنا متفرق دیا تو جائز ہے اور ایک ہی دفعہ دینا بالافتان نہیں جائز ہے اس واسطے کہ فرق منصوص ہے پھر تفسیری بات بیان کی بقولہ آؤ  
تخریر و تفسیر یا آزاد کرنا ایک دہ کاغذ خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں تو مفسر سیوطی نے کہا کہ مسلمان پر وہ شرط ہے کہ یہاں  
اگرچہ مطلق پر وہ مذکور ہے کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفار و کفارہ قتل میں مسلمان ہونے کی قید منصوص ہے پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا  
اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہے۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے چاہے کافر بردہ آزاد کرے تو کافی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا  
قول ہے **فَنَزَّلْنَا مُوسَىٰ بِمِثْقَالِ الْمُنَىٰ فَنُفِصِيَا لَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ** پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اس کا کفارہ ہے جبکہ طعام و لباس پر وہ مین سے کوئی نہ پائے پس  
اس میں اتفاق ہے کہ اگر اشیا مذکورہ بالا میں سے کوئی نہ پائے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب ہاں کہ تین دن پے درپے ہوں یا چاہے متفرق تین روز  
روزہ رکھے پس مفسر سیوطی نے بنا بر قول امام شافعی کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ پے درپے ہونا شرط نہیں ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ  
و احمد و ثوری نے اسکو شرط کیا بسبب اس کے کہ حضرت ابن مسعود کی قراءۃ میں فصیام ثلثۃ ایام متتابعات آیا ہے اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءۃ منقول ہے  
اور یہ قراءۃ الیسی مشہور ہے کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر حسب معنی زیادت کو تا روا ہو یعنی اس قراءۃ کی دلیل سے فصیام ثلثۃ ایام کے جو مطلق ہی پے درپے مراد  
ہونے کے معنی لئے جائیں گے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے درپے معتبر نہیں کہتے حالانکہ اس میں بھی ابی بن کعب کی قراءۃ فعدۃ من ایام اخر  
متتابعات مروی ہے تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہے اور شافعی نے جواب دیا کہ قراءۃ ابن مسعود کی منسوخ ہے یعنی پہلے تابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی  
اور ظاہر اس سے اس روایت کو ٹھہرایا جو واقفینی نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثۃ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متابعات۔ پس  
ظاہر اس سے یہ ہے کہ حکم تلاوت دونوں منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعی کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک قراءۃ پر عمل واجب اور بعض کے  
نزدیک نہیں واجب تو ان کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن ان پر وارد ہونا ہے کہ چور کا دایان ہاتھ کاٹنے میں قراءۃ ابن مسعود یعنی قاطعوا ایمانہما سے حجت پکڑی حالانکہ  
شاذ ہے پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قراءۃ ابن مسعود کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اس کے اثبات میں اشکال ہے و اللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہے کہ روایت  
واقفینی از عائشہ جسکو ناخبر قرار دیا ہے نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجودیکہ نسخ آخری وجہ رکھتا ہے جب تک فاق مکن ہر نسخ مرجوح ہو گا پس قراءۃ ابن مسعود کی طرف  
اسکو راجع کرنا بطریق تادل کے متعین ہوا اور بتعین قراءۃ تابع کے وہ حجت ہے و اللہ اعلم۔ اور ابن کثیر نے لکھا کہ امام شافعی نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی  
منصوص کر دیا کہ ان دونوں میں پے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنیفہ حنابلہ کا قول ہے اور ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثۃ ایام متتابعات پڑھتے تھے۔ واد  
ابو العالیہ عن ابی بن کعب حکایا جابہ و الشعیب ابو اسحق عن عبد اللہ بن مسعود اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور غمش نے کہا کہ ابن مسعود کے شاگرد ہی قراءۃ  
پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیر جہ قراءۃ اگرچہ متواتر ثابت نہ ہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر واحد یا تفسیر صحابہ سے ہو اور وہ فرع کے حکم میں ہوتی ہے پھر ان مردو یہ  
کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ اس آیت کے نزول پر خذیفہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ خنابین فرمایا کہ ان تو معتاد ہیں چاہے بردہ آزاد کرادے اور چاہے  
کھانا کھائے اور جو اسکو نہ پادے تو وہ پے درپے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا **لَا تَزَالُ ذَلِكُ** کا اشارہ ان کو ہے کہ اس کی طرف ہر اسی واسطے ملک نہیں فرمایا اگرچہ  
ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کر کے کہا گیا کہ حرف قرآن مجید میں جہاں قراءۃ بصیغہ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہو تو متنی کی راہ سے اگرچہ دونوں  
بن سکتے ہوں لیکن مذکر لاجہ ہر چنانچہ یہاں باوجودیکہ ناک کا اشارہ ان اشیا کی طرف اظہر تھا کہ مذکر یا بتاویل نہ کہ مذکر لاجہ لکھنا **إِذَا خَلَفْتُمْ**

یہ جو مذکور ہوا تھا تھاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اس میں حانت ہو جاؤ۔ باین طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اس کو عمدہ توڑ دو خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمدہ نہیں پڑھی تو حانت ہو اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے مثلاً کسی امر نیک کے نہ کرنے پر قسم کھائی جیسے کہ اہل ظہر کی دو سنتیں کہیں نہیں پڑھو گنا کو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دوست کے نفل کی ہو تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کی ہو تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت میں قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمدہ یا اجازت شرعی توڑنے کے کہ اس میں گناہ گار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسنی اسطے فرمایا۔ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہیں بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ میں ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگوں کے درمیان اصلاح و درستی نہ کرنے پر ہو ورنہ اس کا توڑنا باسح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورہ بقرہ کی آیت میں اسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے۔ كَذَٰلِكَ يَبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْآيَاتِہِۦ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اے اللہ تعالیٰ تمھارے نفع کیلئے اپنے احکام کو لعلکم و تشکرکم و ن تاکہ تم اس نعمت پر شکر گزاری کرو ف اگر سببہ نے حکم الہی پر عمل کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اس میں تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول خبت و رضائے الہی و درستی اخلاق ہر جن سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جس میں یہ اوصاف ہوں ف شدید۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخَذُوا خَمْرًا وَمَيْسِرًا وَالْأَنْصَابَ وَالْأَنَالَهَ رِجْسًا مِزْجًا لِّلشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا وَعَلَّامٌ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانے گندے کام ہیں شیطان کے سوا ان سے بچتے رہو شاید  
تَقْلِبُونَ ۝ اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْحُمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

تھمارا عیلاج شیطان ہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم تین دشمنی اور بیکسر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے  
عَنِ الصَّلٰوةِ اِنَّكُمْ مِّنْهُمْ مُّنتَهُوْنَ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاَحْذَرُوا فَاَنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاَعْلَمُوْا اَنَّكُمْ عَلٰی رِسْوٰلِنَا الْبَلٰغِ الْمُبِيْنِ

اور غارت سے پھر اب تم باز آؤ گے۔ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر آؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے کہ پھر بنچا دینا کھول دے اور آپ کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہو اور شراب سے جو بید و ماضی ہوتی ہے

وہ کسی حفاظت کو باقی نہیں رکھتی حتیٰ کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد از غیب اس امر کے شرائع جو بیان ہوں ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھاؤں  
و جان سے عزیز کر لو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اے ایمان الوف کہا گیا خطاب مومنوں

کو سبب اُن کے مطیع ہونے کے ہو ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہیں اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ کافرون کو ایمان و فروع مسائل و دونوں سے خطاب یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے اُن پر فروع احکام لازم ہوں گے اور فائدہ اس

اختلاف کا ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان میں کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہیں لھانچا سچے مسلمان ہوتا تو اسپر سُن روزہ رکھنا شروع کرتا اور پھر اسے کفر کا ثبوت ملتا تو وہ کفر کا اقرار کرتا اور پھر اسے اسلام کا ثبوت ملتا تو وہ اسلام قبول کر لیتا۔ لیکن یہاں ایسی صورت ہے کہ کافر نے کفر کا اقرار نہیں کیا اور نہ ہی اسلام قبول کیا۔ اس لیے یہاں اختلاف ہے کہ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

چنانچہ یہاں بھی مومن کو خطاب کیا کہ اِنَّهُمُ الْخَسِرُوْنَ وَالْخَسَابُ وَالْاَزْكَامُ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ حَرَامًا اَوْ رُبَّ اَدْرٍ  
قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہیں سو تم اس جس سے پرہیز کرو ف پھر ان میں سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مفسرین و طحا نے کہا

کہ غزوہ نشہ کی چیزیں عقل کو مخمور کر دے اور صیغیح یہ کہ بیہوش ہو جانا شرط نہیں ہر صیغیح یہ کہ نقطہ انگور سے ہونے پر محض نہیں بلکہ چھوہار سے وانگور و تھوہو دیگر کثرت اقسام کی شراب ہوتی ہے مگر حکم کتاب ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غر منصوص فقط انگور یا مع خرمائی یعنی چھوہارہ ہر اور باقی بذریعہ نص میں حدیث کے

---

حرام میں جبکہ نشہ ہر التیہ قمار بخرا مغرور ہوا اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہوا خواہ داؤ پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسبب ضعف از حضرت علیؑ آنکہ شرط بخ بھی میسر میں سے ہے  
 عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر امر اد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہے اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہوں پس اُن کے بڑے  
 منع نہ کرنے والے پکڑے جاویں گے۔ عن ابن عمرؓ میسر قرار ہے اور کہا کہ شرط بخ بدتر از زرد شیر ہے اور زرد شیر کے بارہ میں صحیح مسلم وغیرہ میں مرفوع حدیث  
 ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون کو گشت میں ہاتھ سوندے۔ اور ایک روایت احمد میں ہے کہ پھر ناز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی کچ لوہا اور  
 خون سے وٹو کر کے ٹاڑ پڑے کھڑا ہوا عن سعید بن المسیبؓ مانہ جاہلیت والوں کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ قال المسیم  
 اس میں حالت ہے کہ گوشت میں بڑھتی نہیں جائز ہے اور تحقیق فقہ کیو اسطرح عالمگیری و عین الہدایہ کی طرف ترجیح ہو عن الزہریؒ علیؑ مخرج دم پھلون و مال پر قتل  
 پھینکا۔ قال المسیم جیسے اس مانہ میں گھڑی غیر مال چھٹی و الناحرام ہر عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد آئی سے اور غار سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت  
 علیؑ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شرط بخ تو خود شیر سے بھی بدتر ہے اور مالک ابو حنیفہ و احمد نے شرط بخ حرام ہونے پر تفصیل لڑی ہے اور شافعی نے مکروہ  
 کہا ہے۔ قال المسیم شرح مسلم میں مولوی عبد العلیٰ بحر العلوم و میران شحرانی وغیرہ کتابوں میں لکھا کہ امام شافعیؒ جائز رکھتے ہیں اور امام نووی نے شرح مسلم  
 میں کہا کہ صحیح قول شافعیؒ یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ میں حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر بازی لگا کر  
 شرط بخ کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔ الانصاب عن ابن عباسؓ و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن بن علیؒ یہ پھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور  
 ذبح کرتے تھے اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتوں میں تفصیل تھی بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور میں مذبح پیش کرتے  
 پس مراد آنکہ انصاب بہ بت میں جبکہ سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کہ یہ بتوں کے تعلق سے مانع ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم میں ذبح ہو وہ جانور  
 مردار ہو گا چنانچہ فقہ میں صحیح ہے کہ لہذا شیخ صدوق کا بکرا و اسی کے مانند دیگر بھی حرام منوع ہیں۔ الا زلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیاں جن سے  
 فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے جس بالفتح و بالکسر ہر عمل بیچ اور کس معنی پلیدی و بدلو اور رجز بمعنی عذاب بت وغیرہ ایسا ہی ابن تیمیہ  
 سے منقول ہے اور عمل شیطان سے یہ مراد کہ اسی کی زینت دینے و بھلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھوں کر تاہم اور بعض نے  
 کہا کہ پہلے اس نے خود کو پھر آدمیوں نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو جس کی طرف راجع  
 ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد ما ذکر یعنی ہر ایک لم یلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ العلم الفلکون۔ اے فلاح پاؤ ان  
 محرات کے چھوڑنے سے۔ اور کشاف میں لکھا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جس میں بچہ و جہ بلاغت تاکید ہے مؤلف فرمایا از آنجہ یہ کہ انما سے مصدر  
 کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہر واحد از آنجہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی و مفادان کیا جیسے روایت ہے کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونوں برابر ہیں از آنجہ یہ کہ اسکو جس  
 فرمایا جیسے بتوں کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الارض من الاوثان۔ از آنجہ یہ کہ دونوں کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص  
 شرک کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہو نہیں سکتا از آنجہ لائن کے ارتکاب سے اجتناب کر لیا حکم دیا۔ از آنجہ لائن کے اجتناب سے فلاح  
 پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواہی و ہر بادی ہوگی۔ از آنجہ یہ کہ جو ہال ان دونوں سے پیدا ہوتا ہے وہ  
 آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خواروں و جواریوں کے درمیان آپس میں ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے اور نیز جو نتیجہ ان دونوں چیزوں  
 کا اعمال آخرت میں ہر وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر آئی سے باندہ ہنا اور رخسار کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی مافی الکشاف۔ اور  
 اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگوں کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال حمت سے اسکو رفتہ رفتہ  
 حرام فرمایا پس پہلی آیت جو اس بارہ میں آئی ہے تو لہ سلوانک عن الخمر المیسر قل فیہا اثم کبیر و منافع للناس ہے پس اسی بعض نے پینا چھوڑ دیا اور



بعض نے نہیں چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون الآتية پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنہوں نے نماز کے وقت اس کے سوائے وقتوں میں بیٹھا باقی رکھا یہاں تک کہ یہ آیت اُتری۔ انما الخمر والميسر الانصاب للآتية پس بالکل حرام ہو گئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید آگئی کہ وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں اور چند وجوہ اور پر مذکور ہوئیں اور احادیث صحیحہ میں اس کے پینے والے بلکہ لانے والے دینچنے والے واعانت کرنا واسطے پر حتیٰ کہ دس پر ہر جو وعید شدید آئی ہو چکا ذکر عین الہدایہ میں ہے۔ بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہو اور مسلمانوں کے سب فرقہ اس پر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ تمام ہے جو تفسیر میں کشیدہ ہیں کہ عین الخطاب نے کہا کہ اسے پروردگار ہمارے واسطے حکم کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے پس سورہ بقرہ کی آیت یسئلکم عن الخمر والميسر قل فيها اثم كبير لکم نازل ہوئی تو عمرؓ کو بلا کر انکو سنائی گئی عمرؓ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے حکم کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے پھر سورہ نسا کی آیت لا تقربوا الصلوة وانتم سكارى نازل ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی بروقت ہی علی الصلوة کے پکارا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر عمرؓ کو بلا کر انکو سنائی گئی تو عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں بیان شافی بھیج دے پس سورہ مائدہ کی آیت انما الخمر والميسر لکم نازل ہوئی پس عمرؓ کو بلا کر انکو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ نزل اتم منتہون تک پہنچے تو عمرؓ نے کہا کہ اے پروردگار تم ہمارے ہم باز رہے۔ رواہ احمد والبوداؤد والنسائی والترمذی وصحیحہ ہر علی بن المدینی۔ اور واضح رہے کہ جو علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب الگ ہے خصوص نہیں ہو بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین میں عین الخطاب سے ثابت ہوا کہ انھوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انگیر سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چارم کیوں سے اور پنجم جو سے اور چھوہارے سے اور چھوہارے سے جو خامر عقل ہو قال الترمذی آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی خامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابو حنیفہؒ بمعنی قطعی ظنی ہے پس انہیں ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پئے اور گمان کرے کہ اس قدر سے خامرت نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار پھر پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ خمر ہی ہے حرام ہے اور کلیہ اس میں یہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر کے مانند خمر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے سبب تخذیر کے ہو اس میں احتمال ہو جاتا ہے جیسے افیون بنگ وغیرہ کیونکہ سنن البوداؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر و ہر خمر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن محبت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرہ عطف مسکر کے اور نہی بقرہ لمتعم وغیرہ میں پس الخشاش یعنی افیون کے مکروہ بخری ہونے کا قومی منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا کہ چھوڑ دے تو یہ کہہ کرے تو کی کرنے تک کہ بھوٹ جائے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ ہی ابن حجرؒ نے فتاویٰ کافی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت میں بہت کثرت سے احادیث میں جنہیں سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ تو ضیح اسی آیت کریمہ کی ہیں پس اس قدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والميسر الانصاب والالزام جس میں عمل الشیطان ناجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدہ ثواب فرمایا بقولہ لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح پاؤں حرف لعل جہان اور تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہو وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرے درحالیہ میں ہو تو وہ ضرور فلاح پاوے گی پھر ان کے مقاصد دنیاوی و اخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ انما یزید الشیطان ان یتبع بیئکم العداء ذلک والبغضاء فی الخمر والميسر۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں سے تمھارے درمیان عداوت دیکھ دے ف یعنی جب تم شراب پیو گے اور جو اکیلو گے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالے گا کیونکہ ان دونوں سے طرح طرح کے فتنہ و شر پیدا ہوتے ہیں پس ان دونوں کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دُورادین حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈالو اسے اور دوم کو موقع پر عطف کر کے بیان فرمایا۔ دَیْصَدَکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شراب پیو

وجہ سے مشغول ہو۔ اور خاص کر کے یاد آتی نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوٰۃ و غیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب اسکے کہ جملہ افعال خیرین سے یہ دونوں سبب میں سے بڑے اور دائمی ہیں پھر تاکیدی فرمائی بقولہ **فَلَا تَقُولُوا لَمْ يَكُنْ عَلَيْنَا** اور یہ استفہام لفظ میں ہے اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونوں کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں گذر کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل میں یہ مضمون وایت ہے کہ ابو طلحہؓ نے گھر میں لوگ شراب کی دعوت میں تھے اور میں ہی سب کو بلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی سے سنا کہ لوگو خیردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہو گئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کی کہ پھر کسی نے شراب کو منہ نہ لگایا اور ابو طلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی میں بہائے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کو چہرین شراب بہتی تھی پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسکی قیمت معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ شراب کو بچکر اسکے دام کھانا حرام ہیں اور بخاری وغیرہ میں حدیث سے ثابت ہے کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہے اور اگر سرکہ کر کے ہو جائے تو وہ اسے لیکر فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجمین ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکیدی بقولہ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا** اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کو دادر ہر ہر کھوف نامرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ **فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ يَحْزَنْهُ اللَّهُ** طاعت سے نوازا گیا **وَأَنَّمَا عَلَى السِّلَاحِ الْمُسْلِمِينَ** جان بھوکہ ہے رسول پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان ہو بخدا وف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار میں ہے یعنی مانو گے تو سزا پاؤ گے جیسے مانو گے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند روزہ ہے اور آخرت باقی و دائم ہر وف فی العرسل حبیب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے لطف انعام سے بقولہ **وَكَلَّوْا مَا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حُلًا لَّطِيبًا** سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی طاعت رسول علیہ السلام کی طاعت فرما کر داری کا حکم دیا تاکہ ان کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و محبت کے تعلیم سے آراستہ فرما دے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تنذیر فرمائی بقولہ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا** پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی ملاوت محبت سے ہے اور خدا اس طرح کہ قدم کے جوا و صفات میں ان کے ساتھ کسی حد و معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ادوار کو منازل اجلال میں محسوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات میں مستقیم ہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و ثواب پر نظر رکھنے سے بچے تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب ہو۔ **قَالَ الْمُرْجَمُ** بہت سے اکابر نے تصحیح کر دی ہے کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت میں خلوص ہوگا لیکن معنی یہ ہیں کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہے کہ رضائے حق عزوجل مراد ہو اور نیت جہد کرواں مرے کہ طاعت آئی یا طاعت رسول میں کوئی ریا پوشیدہ ہے یعنی طاعت خدا و رسول میں ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہے اور ایک قسم کی سچیدہ و خفیہ ریاکاری ہوتی ہے وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسولؐ میں کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اسل مرے حذر کر کہ طاعت بجالانے میں تمہارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعویٰ سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہنچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار میں آیا ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم جو اخلاص اسے پہنچے بڑے خطرہ میں پڑے رہتے ہیں اور نیز یہ وجہ ہے کہ وہ ان قدم میں حدت کا فتنایا جاتا ہے اور فنا ہو جاتا جو درحقیقت حادثہ ہے کہ وہ اس گمان غلط میں پڑ جاتا ہے کہ کم از کم کا شیر سودا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یاسن بکرا اللہ الا لقم الخاسرین اور واسطی نے اس آیت میں کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال میں اکل نہیں ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت میں بدرج ہو جائے آداب سی میں ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہاں تک جب کبھی سرباطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قد خوف الہی بڑھتا جائے قال لیسرجم عظمت جلال الہی غیر متناہی ہر  
لیکن پردہ پنہاں سے خواب غفلت ہر جیسے علم کی انتہا نہیں ہر پس حقیقت علم میں کمال ہوتا جائے اسی قدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی  
علامت علم ہر ایسے ہی جس قدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اسی قدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیکہ چنانچہ اللہ تعالیٰ  
نے بندگان کرام کی شان میں فرمایا وہم من خشیہ رہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھر تھرتے رہتے ہیں اور حدیث میں ہر کہ انا اخشاکم اللہ یعنی  
تم میں سے زیادہ خوف الہی عزوجل چھپر طاری ہر کافی الصبیح فانہم اور نیزہ ذکر کرنے کے معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کر دیکھو کہ ایسا کر گئے  
تو درجہ کمال سے گر جاؤ گے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر نہیں گناہ جو کچھ چلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو

شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ برابر بن غازی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو جن  
نے ان کو حرام ہونے سے پہلے پیاتے بنا زل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا لایہ رواہ البوداؤد والطیالسی والترمذی قال حسن صحیح اور بہت سی روایت  
ابن عباس میں ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابو بکر البزازی کی روایت جابر بن عبد اللہ میں ہے کہ ہونے ایسا کہا تھا واسناد اسکی صحیح ہے لیکن  
غریب اور روایت احمد از ابن عباس میں ہر کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اے ان ساتھیوں کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے  
اور بخاری نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ احد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے ہی ورس کے  
سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ و قد رواہ ابو بکر البزازی ایضا مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات میں یہ ہر کہ یہود نے اور یہودی منافقوں  
نے مومنوں پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دریافت کیا تبنا زل ہوا۔ قولہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصَّالِحَاتِ  
جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ کچھ بھی گناہ نہیں ان بندوں پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیز میں جو انھوں نے کھائی ہوں و پس اس میں لیس حرام سلب  
و باکالیہ نفی کو مقدم کر کے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت میں جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کے نفی ہو گئی یعنی اس کے  
متعلق بالکل کوئی گناہ نہیں ہر اور طعم کا استعمال کھانے میں ہر اور پینے کی چیز میں بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ و من لم یطعمہ فانه منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیے گا  
وہ یہ کہ وہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہر کہ سبک بخت سبک حال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہر چنانچہ مفسر سلوطی نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحريم یعنی حرام  
ہوئیے پہلے جو کچھ انھوں نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہیں ہر بلکہ اللہ تعالیٰ کے  
حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہر پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو کرے تو ثواب ہر خواہ بروقت داعی موجود ہو نیکیے باز رہنے سے ثواب ہر یا عزم مصمم ہر  
ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس شیطانی کے  
غلبہ کے وہ فاسق ہر پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا تب تک جس نے اس کو کھایا یا سہ گناہ نہیں۔ اذاما اتَّقَوْا جبکہ انھوں نے تقویٰ کی کیا۔  
و ان چیزوں سے جو حرام کی گئیں بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا باہر طہر کہ حکم الہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ باطلہ یہ  
ظرف کچھ تفصیل حکم کے لئے نہیں ہر تاکہ اس سے ہتھ لال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بعد وقت قصہ کے ہی شرط پر حلال ہر نہ ہر کہ



جس طاعت میں ہو وہ نہیں بلکہ یہ طرف فقط ایمان یا تقویٰ ہی۔ **وَأَمَّا الْفَالَسُ وَالصَّالِحُ** اور ایمان لائے دنیا کام کے **ف** یعنی جو اعمال اللہ تعالیٰ نے نیک فرمائے ہیں ان کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے ان کو بجا لائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجا لائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجا لائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقویٰ کیا اور ایمان لائے۔ **ثُمَّ اتَّقُوا** اور اتقوا پھر تقویٰ کیا اور ایمان لائے **ف** یعنی پھر ثابت رہے تقویٰ ایمان پر **ثُمَّ اتَّقُوا** یعنی پھر تقویٰ رکھا اور نیک عمل کے **ف** اور بعض نے کہا کہ پہلا تقویٰ تو بندہ اور اس کے نفس کے درمیان ہو اور دوسرا تقویٰ اس کے لوگوں کے درمیان ہو اور تیسرا تقویٰ اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اور بعض نے کہا کہ اول تقویٰ از حرام ہر اور دوم از شہوات ہر اور سوم از بعض مباحات ہر تاکہ طبیعت و قلب پر میل کچل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقویٰ تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہا تک ممکن ہو اور دوم تقویٰ مع ایمان تصدیق کامل ہو جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقویٰ مرتبہ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہو لہذا فرمایا۔ **وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** اور اللہ تعالیٰ محسنین کو محبوب کہتا ہے **ف** مفسر نے کہا کہ مراد آنکہ نیک کام کر نیوالوں کو یعنی شرع میں جو نیک کام جس طور پر مشروع ہیں انکے بجا لانیوالوں کو اللہ تعالیٰ ثواب جلیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہیں اور حق یہ کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے لیکن یقین ہر کہ حکم اللہ تعالیٰ محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جلیل ضرور ملتا ہے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انہیں محسنین میں سے ہے۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی **ف** فی العرائس فی اللہ تعالیٰ لیس علی اللہین **آمَنُوا** الایہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی خیر پر جو بندوں کیلئے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندوں کی سطح مباح ہوتی ہے اور وہ اس کے تناول سے اور استعمال میں لانے سے ماخوذ نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ سمین یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اس سے زور تجلی لطف اٹھا لیا گیا تو وہ ان پر حرام ہو گئی اور پھر ہر کیلئے لطیف اشارہ ہے اب میں اشارات کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے سردست مجھ کو مشغول ہے سو واضح ہو کہ عار و عاشق جب تک کہ اللہ عزوجل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب سے خیر و ترک تفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبہ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالیٰ کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات و زندگی میں چاہے مباحات و خلعت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسوی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الہی و شرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات و رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مہرت نہیں پہنچاتے ہیں کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزوں پر کچھ بھی نہیں ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے علال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع میں حکم ہے اور اس میں بھی کفایت سے زاد نہ لیا تو جس قدر اس نے بڑاشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہر قال المرحوم۔ آیت میں استیناس ہے کہ اعمال فروغیہ کی بنیاد تقویٰ پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد میں کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد میں ہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَى آتُوا زَكَاةَ أَنْفُسِكُمْ وَلَكُمْ فِي اللَّهِ مَرْجَاؤُكُمْ**

اے ایمان والوں! اللہ تمکو آزمادے گا اللہ کچھ ایک شمار کے حکم سے جن پر ہو نہیں سکتا ہے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے یا لُغَيْبٌ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيِّدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَ**

بن لکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والوں! نہ مارو شکار جو حق جو تم احرام میں اور جو

**قَتَلَ مِنْكُمْ مِّنْ صَّيْدٍ فَجْزَؤُهُ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَذَا يَبْلُغُ الْكَعْبِ أَوْ**

کوئی تم میں سے صید کو قتل کرے اس کے برابر مواشی میں سے وہ ٹھہرا دین دو معتبر ہمارے کہ نیاز ہو نچادے کبہ تک یا







مما قتل من النعماء اور جس نے تم میں سے صید کو عمدہ قتل کیا تو واجب جزا ہو مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام میں یعنی نعم سے مثل مقتول کا نادان ہے۔ رہا یہ کہ مثل صہوت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اس میں اختلاف ہے فقہائین اختلاف ہو واضح ہو کہ جزا کو نفع ہے اور مبتدا مقدر ہر اس فجزا ہو مثل قتل اور ایک قرآن میں باضافت ہر اس فجزا ہو مثل قتل پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمایا جو تعدد کے قتل کرے یعنی حرام کو جان بوجھ کر یا درگھٹا ہو اور قصد کر کے قتل کرے جیسے خطا کر نیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کر کے شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو ایک است میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے استدلال کیا کہ جزا فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جس نے عمدہ قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس ابو ثور کا ہے اور شیخ ابن کثیر نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہد نے کہا کہ متعدّد سے مراد یہاں نہ شخص ہے جس نے احرام کو بھول کر عمدہ شکار قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہوگا اور اسکا حکم اہل علم ہو گیا واد ابن جریر بوجہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جہود فقہاء حنین سے ائمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعدد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ و ربنا بکم اللہ فی حور کم میں ہر پس عمدہ قتل کرے یا خطا سے یا بھول کر بر صہوت اسپر جزا واجب ہوگی اور یہی حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی مذہری سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ مذہری نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعدد کر نیوالے پر جزا ہے اور سنت اس میں دلالت کرتی ہے کہ تعدد ہوئے پر بھی جزا ہے اور چل آنکہ قرآن مجید میں تعدد کر نیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت احکام صحابہ سے خطا سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزا ضمانت مذکور ہے و قال ابن کثیر و نیز شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کرنا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمدہ ہو یا خطا ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمدہ میں ملامت بھی ہے اور خطا میں ملامت نہیں ہے پھر باجزا کا بیان تو مفسر سیوطی نے کہا کہ ہو مثل قتل میں النعماء شہد فی الخلق یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزا ہے یعنی خلقت میں اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہووے اسکا بدلہ پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صہوت کے ہوگی اور ابن جریر نے حضرت ابن مسعود سے حکایت کیا کہ انھوں نے فجزا وہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزا ہے اور یہی لیا جادے انعام میں سے اور یہی امام مالک شافعی و احمد و جہود فقہاء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثل سبب تفاوت فاحش سے پیدا نہیں کرتی مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہوگا اور خصوص اس صہوت میں کہ وہ انعام میں سے ہووے تو ہرن کے مثل اونٹ یا گائے یا بکری سے کیونکہ لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صہوت میں مثل ہو نامراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہو نامراد ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اشد ہو ورنہ مثل معنوی ادا کرے اندازہ صہوت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے ہی قیمت ہو یا نہ ہو یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت اسقدر تک پہنچتی ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل پایا جادے تو وہی مثل قرار دیا جائے گا اور صحابہ نے مثلی میں باعتبار صہوت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے لغامہ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ مانے میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس در صورت مثلی موجود ہونے کے قصاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اور ہے مگر جم کہنا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک چنان حدیث نہ ہو بان صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں یہ ہے جو مذکور ہوا پھر شیخ حنفی نے لکھا اور در صہوت صہوت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہنچائے جاوے۔ کہار واد البیہقی عنہ۔ پھر اس مثل ہونے کو دو عداوتوں کی لئے چھوٹا فرمایا بقولہ یجوز کہ یہ دو عداوتیں اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کریں گے و یعنی صید مقتول کا مثل وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے بفسر سیوطی نے کہا کہ ان کو ایسی ذاتی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کریں کہ اس صید مقتول کے مشابہ

چو باؤن میں سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے وعمر نے نعمانہ ثمار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعمانہ کو احرام میں قتل کر ڈالا بہت تو ابن عباس و عمر بن خطاب نے حکم دیا کہ اس کا قدرہ مشابہ ایک بدنہ ہو رواہ ابن ابی شیبہ اور تیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض میں ابن عباس و ابی عبیدہ بن الجراح نے بالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمر و عبد الرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالک نے اور ابن عباس و عمر بن الخطاب وغیرہ نے کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر جو سے پانی پینے میں بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المتجر حم یہ سب سی قول جوہر کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی مشابہت ہے اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ کے منی یہ ہوں گے کہ دو عادل مرد اس مثل منوی کا یعنی قیمت کا حکم کریں لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہو تو کوئی شک نہیں کہ بقول شیخ ابن کثیر کے اس کو لینا ادنیٰ ہوگا اگرچہ قول ابو حنیفہ آسان اور اس مانہ کے موافق ہو سبب انکہ اہل عدل بصیرت کم یاب ہو گئے لیکن عمل ممکن ہو اللہ تعالیٰ اعلم علاوہ برین در صورت عدم مثل کے قیمت اس کا مثل ضروری لیا گیا ہو جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیر کے در صورت مثل ہو نیکی صورت کا مشابہ لینا ادنیٰ ہو اور وہ ہے کہ قیمت لے لی جائے خواہ اس کے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریداجائے یا نہ خریداجاوے پھر بیان فرمایا کہ مثل لیکر کعبہ کو پہنچایا جاوے چنانچہ کہا۔ **هَذَا يَبْلُغُ الْكَعْبَةِ** درحالیکہ یہی ہو جو کعبہ کو پہنچنے پس ہدیہ مصلحت یعنی مفعول حال ہے جزا سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیہ ہے۔ قال المفسر بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ مثل لیکر حرم میں پہنچایا جاوے اور ہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے مسکینوں کو صدقہ بانٹ دیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے کہ بن مقام پر اس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اس وجہ سے کہ ہدیہ کی صفت ہو اگر یہ وہیم ہو کہ ہدیہ انکہ ہے اور بالغ الکعبۃ میں بالغ کو معرفت باللام کی طرف اضافت ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفت نہیں ہوتا پس نکرہ اور توصیف نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہو کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ میں سے پایا جائے اور اگر اس کا مثل نہ پایا جائے جیسے شکار اگر گریا کو مارا یا بیڑی مار ڈالی تو ایسی صورت میں اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہاں دو مقام باقی رہے اول نکرہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہیں اور دوم انکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم میں سے ایک ہو سکتا ہے یا نہیں پس توضیح مقام اول انکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اس مثل کے حکم کرنے کو ہیں حتیٰ کہ اگر دونوں نے کسی غیر مثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر ہی ہے کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کریں اور انھوں نے ویسے اقدار میں سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہیں ہو اگرچہ بعض جہت سے ادنیٰ ہوگا کیونکہ مثل کے دریافت میں ایک بصیرت ضرور ہے جیسے کہ وہین کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور آبی سے دیکھتا ہو اور وہین شک نہیں کہ وہ لوگ اس نو بصیرت و تیز بین اعلیٰ واقعہ میں لیکن ہر واقعہ پیش کرنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہیں ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دست رحمت ہو اور امام مالک ابو حنیفہ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلوں سے حکم لینا واجب ہو خواہ ویسے واقعہ میں صحابہ سے کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے لکن اگر وہ ابن کثیر تو صحیح مقام دوم انکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالک وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا وہ مثل کیواسطے خود ایک حکم نہیں ہو سکتا ورنہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کر لیا ہوگا اور ایک ہی اقدار میں ایک شخص خود حاکم و محکوم نہیں ہو سکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ ان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم پھر اللہ تعالیٰ نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ **اَوْ لَقَادَةً طَعَامٍ مَسْكِينٍ** یا کفارہ طعام مساکین ہے ف یعنی مثل دے یا اسپر کفارہ واجب ہو یعنی جو جزا اور مذکور ہوئی اس کا غیر کفارہ ہے چاہے اس کو دیدے اگرچہ اس کو جزائے مذکور پر بھی دوسرے ہو یعنی حرث و بہان ترتیب کیواسطے نہیں ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعی کا ایک قول ہے لیکن مفسر سیوطی کے نزدیک مختار قول دوم شافعی ہے کہ حرف او بہان تنخیر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزائے مذکور یعنی مثل از چہار پایہ دیدے اور چاہے اس کو نہ دے بلکہ کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہو اور یہی قول امام مالک امام ابو حنیفہ و ان کے دونوں شاگردوں کا اور شہور قول امام احمد کا ہے۔ پھر اسکی صورت میں اختلاف ہے

پس برائے شیعہ معنی جہاد بنی سیمان ابو حنیفہ و صاحبین مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور شافعی کے نزدیک اس کے مثل جو پایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اس واسطے کہ اس کے مثل جزاء تو فرضی ہو موجود نہیں ہوتا لہذا اسی کی قیمت کہی جاوے تاکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے انج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیے کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سوطی نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مد دیوے اور یہ قول امام شافعی امام مالک فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ابو حنیفہ و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مد دیوے اور یہی مجاہد کا قول ہے اور امام احمد نے کہا کہ گھوٹ ہوں تو ایک مد دیوے اور دوسرا انج ہو تو دو مد دیوے لہذا ذکرہ ابن کثیر اور مدرک بن امام ابو حنیفہ کا قول یہ نقل کیا کہ گھوٹ سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے پھر مفسر نے کہا کہ ایک قرآن میں کفارہ مضاف ہو طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیان یہ ہے پس معنی ہی ہیں جو قرآن اولیٰ کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے قیصر اختیار کیا بقولہ اَوْعَدَ لْذٰلِكَ صَيَاْمًا یعنی یا سپریہ واجب ہو کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو طعام لینے کی سترس ہو پس حرف او واسطے تخیس کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر شخص کے نزدیک جس قدر اناج ایک مسکین کو دینا چاہیے۔ اسکی عوض ایک روزہ ہے۔ بالجلہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ کہ گھوٹ سے یا اور انج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جائے اس میں جس قدر مسکین کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج نہ ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اس قدر صدقہ کر دے یا اس کے عوض روزہ رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزا مشروع ہونے کا سبب فرمایا لَیِّنْ دِقِّ وَبَالَ اَمْرِہَا تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے یعنی یہ تکلیف مذکور جو اس پر واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدل اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے لیکن بیان مستعار ہے بمعنی مشقت اٹھانے کے اور اس کے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ کر اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام و ہل وہ کھانا جو قلیل ہو پس نفس جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو جزا اندوہ دیا گیا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ سائیا کو کھانا کمان دیوے تو امام شافعی نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو گاؤں آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے امین اور دیدے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا اللہ تعالیٰ نے عفو کیا عطاء سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر نے کہا کہ شکار مارنا حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے عفو فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمِ اللّٰهُ مِنْہُ اور جو لوٹا اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ مُّذِذٌ لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے امور میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے و بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس سے انتقام لے گا یعنی اسکو عذاب لے گا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہو گا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ اس کفارہ مذکور کے واسطے ماخوذ ہو گا۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن حزم نے حضرت عطاء سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو فرمایا کہ نہیں مین نے کہا کہ آپ کے نزدیک نام مسکین پر واجب ہے کہ اس کو ستر دیوے فرمایا کہ نہیں یہ تو اسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہے لیکن اسکو ذیہ دینا پڑے گا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لے گا۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔ پھر جو سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ ہر واجب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اس پر کفارہ واجب ہو گا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کی بار واقع ہو اور خواہ عمدہ ہو یا خطا ہو۔ اور علی بن ابی طالب نے ابن عباس سے روایت کی کہ جس نے خطا سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہو بار و عادل حکم کریں اور وہ جزا



دلوئے اور اگر اُس نے عذر ایسا کیا تو ایک بار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عذر کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے لیا اور یہی حکم میرے  
ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریر سے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو  
اختیار کیا ہے اور ابوالمعلیٰ نے حسن بھری سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام میں عذر اٹھا کر کیا تو اُس سے درگزر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ یہی کیا تو آسمان  
سے ایک آگ اتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی لیکن ہمیشہ ایسا واقعہ ہونا ضرور نہیں اور یہ زیادہ سخت ہے  
کہ چھوڑے جاوین آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جائے کہ انتقام الہی کے بعد دنیا میں اس پر جزا کیون ہو تو جواب یہ کہ عذر اُس کی بیباکی اور نافرمانی  
کی سزا میں یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُس کے عوض میں جزا مذکور ہے پس عید مذکورہ اس پر جزا مذکور واجب ہونے سے مانع نہیں ہے  
پھر یہ شبہ شکی کے شرکاء کی واسطے مذکور ہوا رہا بیان شرکاء درباری تو فرمایا

أَحِلَّ لَكُمُ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي  
حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اُس کا کھانا فائدہ کو تمہارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام میں اور ڈرنے رہو اللہ سے جس پاس  
إِلَيْهِ تَحْشُرُونَ ○ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْغُرُفَةَ الْحَرَامَ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْأَهْدَىٰ وَالْفَلَاحِشَ  
جمع ہو گئے اٹھنے کیا ہے کعبہ گھر بزرگی کا گھر لوگوں کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور شہر بانی نجائی اور نجی ہیں لیکن  
ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ  
ایسا کرنا یا اس واسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے آگاہ ہے جان رکھو کہ اللہ کی مارت سخت ہے  
الْعِقَابِ وَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر ہیں کر دے اور جو چھپا کر۔  
أَحِلَّ لَكُمْ فِي غُفَاتِهِ غُلَامٌ مِّنْ ذَا ذُنُورٍ وَأَن تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ آبَائِكُمْ أَبْنَآءَ ۚ وَتُحِبُّوا غُلَامًا مِّثْلَ نَفْسِكُمْ ذَٰلِكُمْ مَبْرُورٌ ۚ وَأَن تَتَّخِذُوا مِن دُونِ آبَائِكُمْ أَبْنَآءَ ۚ وَتُحِبُّوا غُلَامًا مِّثْلَ نَفْسِكُمْ ذَٰلِكُمْ مَبْرُورٌ ۚ  
میں نے تم کو یہ خطاب عوام کو ہر خواہ احرام میں ہوں یا حلال ہوں صید البحر تمہارے لئے صید البحر حلال کیا گیا یعنی صید مصدر بمعنی مفعول  
ہے اور مراد اس سے یہ کہ درباری شکار کو صید کہے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد انہیں کہ شکار رکھ لینا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا  
تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہاں ہر وہ چیز ہے جس میں درباری شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُس کا پانی میٹھا ہو یا  
کھاری ہو۔ اور ظاہر ہے کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے درباری شکار اس سے ملحق کئے گئے ہیں صید البحر تعریف منفسر سوطی نے یہ  
بیان کیا کہ جو سوا کے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس گیلڑ اور غیر ایسے نہیں ہیں کیونکہ بحر و دریا و تالاب جگہ جیتے رہتے ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ  
دریائی زندہ جانور قرار دیئے جاوے جو پانی ہی میں نہ رہتے ہیں اور وہیں انڈے بچے دیتے ہیں اور حاصل آنکھ آبی جانور و قسم کے ہوتے ہیں ایک یہ  
کہ سوا کے پانی کے اور جگہ زندہ نہیں رہتے ہیں اور دوم وہ کہ پانی میں بھی جیتے ہیں اور خشکی میں بھی زندہ رہتے ہیں پس منفسر نے صید البحر انہیں جانور  
کو قرار دیا جو اول میں طعام البحر و طعام البحر وہ چیز ہے حکومت ابو انکار سے پھینک دے۔ اور یہ تفسیر حضرت عمر و ابن عمرو  
ابن عباس و ابو ہریرہ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباس سے ایک روایت میں سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہے  
کہ طعام البحر وہ جو خشک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو صید البحر جو تر و تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اس کا نمک و دیگر نباتات میں اور زرخیزی نے  
کشتات ہیں کہ صید البحر وہ جانور ہیں جو دریا سے شکار کئے جائیں خواہ وہ کھائے جائیں یا نہ کھائے جاوے پس اہل لکم صید البحر کے معنی ہیں کہ دریائی  
جانور کو شکار کرنا کہ حلال ہے پھر فرمایا و طعام البحر یعنی طعام البحر و طعام وہ ہے جو اُس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا مکحول حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے اس میں سے کھانے کے جانور دن کو کھانا حلال ہوا۔ اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور تفسیر میں بقول ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانور دن میں سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہو کر اتر اوسے وہ بھی حلال نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کلام مسیطر بیان کیا جسکی تخصیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مراد ہوا کنارے پھینکے یہ مشہور روایت ابن عباسؓ اور یحییٰ بن ابی بکر الصدیقؓ و زید بن ثابتؓ و عبداللہ بن عمرؓ و ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابوسلمہ و یحییٰ بن جابر بصری سے مروی ہے۔ وعن الصدیقؓ طعام البحر حسب جو اس میں ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال المصنف رحمہ منقطع۔ اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اس میں مر جاوے وعن ابی ہریرہؓ مرفوعاً و موقوفاً طعام البحر جسکو وہ مراد ہوا پھینکے۔ قوله متاعاً لکم وللسیارات۔ یعنی یہ حلال کر دینا تمہارے واسطے و مسافروں کو واسطے متاع ہے۔ کہ تم حاضر ہونے کی حالت میں اس سے کھاؤ اور سفر میں مسافروں کو اس سے زاد راہ لیوین۔ سیارہ جمع سیار یعنی سیر کو نیوالے یعنی چلنے والے مسافروں کو۔ ابن کثیر نے کہا کہ جو علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بجانب جحل وادانہ کیا اور انہیں ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور میں بھی ان میں سے تھا پس ہم لوگ وادانہ ہوئے پھر راہ میں ہم سے زاد راہ فنا ہوئے یعنی زاد راہ نہ رہا پس ابوعبیدہ نے تمام لشکر کو زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو روزہ چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہم کو پھوڑا تھوڑا دیتے یہاں تک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہم کو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم مندر کنارے پہنچے تو ناگاہ ہم ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہیں کنارے بڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھا رہ روز تک کھایا پھر ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ اسکی دو سیلیاں کھڑی کی گئیں پھر اونٹ پر کجاہ باندھنے کا حکم دیا اور اس کے پیچھے سے روانہ کیا تو وہ گزر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں کسی طرق سے جابرؓ سے مروی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ کنارے پر پانچ بڑے بھاری تو دہریگے تھا پھر قریب ہو چکے ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ ابوعبیدہؓ نے مردار قرار دیا پھر لوجہ اضطراب کے اسکو کھانے کا حکم دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے زاد راہ لائے تھے اور جب مدینہ پہنچے پھر حضرت صلعم سے بیان کیا تو اپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اور اس میں سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو تم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو اپنے اس میں سے کھایا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پھر اپنے ابوعبیدہؓ کو سردار کر کے ایک کٹر اعلیٰ کردہ کے روانہ کر دیا۔ اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابوجہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم مندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہیں سو اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہ جاتے ہیں پھر لا سمندر کے پانی سے وضو کریں تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہر ہے اور اس کا مردار حلال ہے یہ راہ الشافعی احمد و ابن مسعود صحیح البخاری الترمذی ابن خزیمہ ابن حبان غیر ہم اور اسی آیت سے منہ دلائل احادیث بعض فقہانے دریائی کل جانور دن کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثنائیں نہیں کیا اور بعض نے کھوے و تنگ کو مستثنیٰ کیا اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو دریائے میں مر جاوے وہ خشکی کے مرتے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائے گی بسبب عموم قولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتہ اور ابوجہریرہؓ نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابوجہریرہؓ مذکور وغیرہ سے محبت قائم کی اور شیخ سیوطیؒ نے حدیث ابوجہریرہؓ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات میں سے شمار کیا ہے۔ وخرم علیکم صید البقاع مذبذباً یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام میں شکار کرنا تمہیں حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام میں ہو اور بری صیود وہ ہیں جو خشکی میں جیتے ہیں اور منسہر صیود وہ ہیں جو حرمت اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہوں جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی کا مذہب ہے اور جو علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہوں یا نہ کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

شکار کیا ہو تو محرم کو کھاسکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد میں صریح ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ و مالک و شافعی و احمد کا مذہب ہے اور توضیح کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ اصطیاد بجالالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے پس اگر بعد از محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق میں یہ شکار مثل مردار کے ہے اب رہا یہ کہ دوسرے لوگوں کے حق میں کیا حکم ہے تو امام مالک ابو حنیفہ رحمہ اور بنا بریکی از دو قول شافعی وہ ہر دوسروں کے حق میں بھی مردار ہے خواہ وہ محرم ہوں یا حلال ہوں اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن و غیر محرم کا ہے اور اگر محرم یا محل نے اس میں سے کچھ کھایا تو اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسپر جزا لازم آئے گی اور عطاء رحمہ سے مروی ہے کہ اگر ذبح کر کے کھایا ہو تو اسپر دو جزا لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے پر جزا نہ ہونگی اور یہ امام مالک سے صریح کہا ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ جہو علماء و فقہاء کا یہی قول ہے لہذا اس نے اگر کسی نے وطی کے پھر حد مارے جانے سے پہلے اور دو ایک بار وطی کرنی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئے گی اور یہ قول حسن و اوصیہ ہے اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو بدیہ بھیجی تو بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ابن عبد البر نے ہی قول حضرت عمر بن الخطاب ابو ہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطاء رحمہ روایت اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ سے اسکے خلاف پایا ہے۔ قال اور ابو ہریرہ سے سوال کیا کہ تھیں صید کو محل نے شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتویٰ دیا کہ ہاں کھاوے پھر عمر بن الخطاب اپنا یہی فتویٰ دینا بیان کیا تو عرض فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتویٰ دیتا تو میں تیرے سر کو دکھ ہونچاتا۔ رواہ ابن جریر بن طریق سعید بن المسیب عنہ۔ قال مترجم لم یصح سعید روایت عن عمر بن الخطاب قال۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیت کریمہ کے اور ابن عباس ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البر رحمہ نے کہا کہ یہی قول طاؤس جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے کہ رواہ ابن جریر بن طریق ابن السیب عنہ و مالک و شافعی رحمہ و احمد و شافعی نے اور جہو نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے میں یہ قصد کیا کہ فلاں محرم کو واسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہیں ہے۔ سبب حدیث صعب بن جہامہ کے کہ حارثی بدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام البواہرین یا ودان بن تھے پس اپنے رد کیا پھر جب صعب بن جہامہ کے چہرے سے لال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے اسی جہ سے اسکو قبول نہیں کیا کہ ہم محرم میں اور یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار میں محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہ حارثی شکار کیا اور ساتھ احرام میں تھے انھوں نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو اپنے فرمایا کہ بھلا تم میں سے کسی نے اسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہیں تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اس میں سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے۔ قال مترجم ہی مذہب ابو حنیفہ رحمہ ہے۔ قال اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن جنطیل زبیر رضی اللہ عنہ مرفوعاً ہے کہ شکی کا شکار ردھا لیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و الشافعی و الترمذی۔ یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے لیکن ترمذی نے کہا کہ مطلب کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویٰ کی جاتی ہے۔ اشرع عثمان سے کہ دن مقام عرج میں تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب نے فرمایا کہ تم کھاؤ انھوں نے کہا کہ آپ کیوں نہیں کھاتے ہیں تو فرمایا کہ میرا تھاوا کیساں حال نہیں ہے یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح میں توفیق ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے لیکن معلوم ہو کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیوں پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا پھر اوعالیٰ نے بندوں کو مخالفت احکام سے بہرہیز کرنے پر تاکید فرمائی یقولہ۔ **وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْشَوْنَ** اور خود اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اُسی کی طرف



حشر کے جانگے و ف یعنی مال کا بندون کا قطعاً موت پس زندگی میں موافقت کھین تاکہ لوٹ راحت پاوین اور مخالفت نہ کریں ورنہ عذاب دکھ پاوینگے جہل  
اللہ الکعب تر کعبہ اس کا نام بوجہ اس کے کعبہ ہے یا خود از کعبہ معنی مریع کر دینا اور عرب کے اکثر گھر دور دورے تھے اور بالوجہ اونچے و اونچے ہونے کے خواہ  
سطح مکہ سے یا ابتدائے حال میں سطح بانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہیں اور راجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف  
بیان یا بل ہے قولہ البیت الحرام یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اس میں مثل خنزیر یا جملہ فسق و فجور اور بندون کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور شریک  
نے بقدر عطف بیان کے اسکو بطریق صح قرار دیا نہ بطریق توضیح اور بیت و حقیقت وہ کہ چار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اس میں بیوت نہ ہوں یعنی اس میں  
کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ واسطے بمنزلہ علم کے ہو گیا اور جمل بیان متعدی بدو معلول ہو اور راجح آنکہ معنی صیغہ یعنی ایسا کر دیا یا بضرینہ دعائے حضرت ابراہیم  
جو سورہ حج وغیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی لیکن جواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق فضلے ازل کے واقع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر  
فرمایا تھا۔ بالجملہ بیان و مفعول ہیں۔ اول کعبہ ہر اور دوسرا مفعول فرمایا قیماً للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ بیت الحرام کو بندون کی واسطے قیام کر دیا ف اسے  
بقوم ابراہیم و نحمہ بالحق الیہ دنیا ہم باسن داخلہ و عدم التعرض لہ جہی عزت کل شئی الیہ یعنی اس خانہ کرم کے سبب مردون کے دین و دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے  
ہیں پس بن کے کام اس طرح کہ اسکا راج کرتے اور خلوص نیت و تقویٰ کے ساتھ ثواب عظیم الوار جلی و خفی ایسے پاتے ہیں کہ زبان سے اسکا بیان نہیں ہو سکتا اور  
سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دنیا کے کام اس طرح کہ حکم قولہ تعالیٰ وین خلقنا کان الہنا۔ جو اس میں ٹھس گیا وہ جب تک اس میں ہر  
کوئی اس سے تعرض نہیں کر سکتا وہ امن میں ہو گیا۔ اور بقولہ الیہ الیہ عزت کل شئی۔ ہر قسم کے پھل و پیداوار اس کی طرف لگ آجائے اور یہ عظیم قدرت الہی کا مظہر  
ہے کہ اس گیتان میں بندے جو قدرت کے قبضہ میں سخر ہیں ضرور نیتیں بان لیجائے اور نیچے و تجارت کرتے اور کھانے پیتے ہیں اور کھجور و پانی برسوں لگی  
غذا ہر اور کچھ حضرت نہیں پہنچاتی حالانکہ طبیب حکیم متفق ہیں کہ اس سے جذام ہو جاتا ہے لیکن ظہور قدرت الہی ہے کہ وہاں کچھ ضرر نہیں ہوتا۔ و فی قرۃ قیسا  
بلا الف۔ اور ابن عامر کی قرۃ مین قیام کی جگہ قیام بکسر اول فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہر قیام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یاے ستھانیہ میں تعلیل نہیں ہوئی  
ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ باندھ لے محو کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیام دراصل قوم نہ تھا بلکہ یہ صلی ہر اور اخفش نے کہا کہ اس میں تین لغات ہیں قیام و قوام  
و قیام و بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ صیغہ اللہ لکعب لیسیت الحرام حال کو ہما قیام للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام کر دیا و حالیکہ وہ لوگوں کیلئے  
قیام ہے۔ ۵۔ لیکن دل راجح و اظہر ہے اور وہی مفسر نے اختیار کیا۔ و الشہد الحرام اسی جبل الشہد الحرام قیام الہم یا ملہم القتال فیہا یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر  
حرام کو بھی ان کے واسطے قیام کر دیا کہ ان مہینوں میں لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہیں اور الف لام جنس کا ہے اور مراد شہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ  
و محرم و ربیع ہیں۔ و الہدی و القلائیڈ اے جبل اللہ الہدی القلائیڈ قیام الہم یا ملہم جنس کا ہے یعنی ہر ذی و قلائیڈ کو بھی بندون کیلئے قیام کر دیا بسبب  
اس کے کہ جو شخص ہر ذی و قلائیڈ والا ہو اس سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ ولا الہدی ولا القلائیڈ ولا المین البیت الحرام  
یبتاعون فضلا من ربہم الا یہ کے تحت میں بیان ہو چکی ہے وہاں رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہر ذی و قلائیڈ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اس سے تعرض  
نہیں کرتے تھے۔ ذلک البصل الذکور یعنی ذلک کا مشاعر الیہ وہ مضمون ہر جو اوپر مذکور ہوا۔ لتعلموا ان اللہ یعدہم فی السموات و مافی الارض  
و ان اللہ بکل شیء عليم و اس واسطے یہ سب کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو آسمانوں میں ہر اور سب زمین میں ہر اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب  
جانتا ہے و کیونکہ تمھارے نفع حاصل ہونے و مضرتیں دور ہونے کی واسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو موجود  
ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس میں قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے  
تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل انصاف کے ساتھ قائم ہیں اور زمانہ کی گردش سے ان میں کوئی تغیر نہیں پس اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

تو ان کے دین و دنیا دونوں کو واسطے نہایت خوبی و بھلائی ہے۔ لیکن لوگوں نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مہر ہوئے کیونکہ شیطان نے صراط مستقیم سے سیرا کیا اور طریقہ جور میں لا کر غوا کیا نفوذ بائند من ذلک فندبر۔ اَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے یعنی کفر و شرک انکار و خلاف کرنے والوں کے حق میں۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان لانیوالوں کے حق میں۔ مَا عَلٰی الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہیں مگر حکم پہنچا دینا۔ یعنی تم کو حکم آئی پہنچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ جو اعمال تم کھیلے کھیلے کرتے ہو۔ وَكَذٰلِكَ تُكْتَمُونَ اور تم جو اعمال کہ لوگوں سے چھپے کرتے ہو۔ پس تمہارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہیں تو ثواب اور اگر بُرے ہیں تو عذاب ملے گا۔ اس میں سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسر نے لوگوں سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیے اور لوگوں سے چھپانے میں نجات نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اس طرح کیا کہ لوگوں پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونوں عذاب ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گناہوں کو مخفی فرما دیگا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار نہ کیا پھر فرما دے گا میں نے دنیا میں تجھ پر پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے عفو کرتا ہوں (الصحيح) اور حدیث میں ہے کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) و غراس میں ہے کہ قولہ جعل اللہ للکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کعبۃ مظہر میں ایک مکان پھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے روشن اور توصفات کے پر تو سے سنور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے اور اک کیلئے آئینہ ہے اسی سطرے جو لوگ حج کرتے ہیں ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر مکمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمیٰ و کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف میں ان کو صفات کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیروں کی نظر میں اس سے محروم ہیں اسی سطرے وہ ممنوع ہیں اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ عالم کیو سطرے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفوں کی نظر میں اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہیں جیسے موسیٰ کو کوہ طور سے اور عیسیٰ کو مصلیٰ سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو کعبہ عظمیٰ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہیں جو آیا ہے کہ ہمارا اللہ میں بیٹا اور استعلن بساعیر و اشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سینار سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال سکھ میں اور یہ قول انجیل وغیرہ کتب بنیادین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قلبہ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور و خیال اعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہو جاتا ہے پس اس سے آثار جلال عارفوں کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ شبلیؒ نے کہا کہ چشمہ ہر آدمی کا امام کعبہ ہے اور قلب ہل بیان کا امام خالق کعبہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام باین معنی کہ اسکے جوار میں مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المسترحم کعبہ میں جس طرح نیکیوں کا ثواب ایک لاکھ تک زاد ہے یعنی اس کثرت سے ثواب میں ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے میں بھی ہان اسے کثرت سے عذاب ہے اندھے۔ اور بعض نے کہا کہ وہاں بھی حرام ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عزوجل پر نظر رکھے اور بعض نے قولہ قیاما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب رکاب معصیت کے رنج اور طیش ہا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبہ عظمیٰ سے اپٹ جائے اور قلبی تعلق اس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہو جائے گا۔ اگر کہاجاد سے کہ ہزاروں کروڑوں خانہ کعبہ سے محروم ہیں اور ہزاروں جا کر کوئے آتے ہیں تم صرف حقوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی و شرک کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہیں۔ جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلین کا خود ہی رد کر دیا جو شیطانی بندے ہو کر اندھے ہوئے ہیں۔

قُلْ لَا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیْبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَةُ الْخَبِیْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یَا وَلِیُّ الْکُتُبِ اَعْلَمَکُمْ تَقْلِیْکُمْ

تو کہہ بلا برہن گندہ اور پاک اگر تجھ کو غش لگے گندے کی بہایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندوں شاید تمہارا بھلا ہو۔





یعنی اگر بیان کر دی جائیں گی تو تم کو ناخوشی دینگے بسبب اس مشقت کے جو ان چیزوں میں ہے۔ وَإِنْ تَسْأَلُوهُنَّ حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدِيَنَّ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ  
 تَمَّانِ حَبِیْرُونَ کوجب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھو گے تو تمہارے واسطے ظاہر کر دی جائیں گی فت معنی یہ ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات میں  
 تم چیزوں کو پوچھو گے تو ان کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا۔ لہذا تم ان سے پوچھو عَفَا اللَّهُ عَنْهَا اللہ تعالیٰ  
 نے اس سے عفو کیا فت عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسألوا سے مفہوم ہے اور معنی یہ کہ عفو کر دیا اللہ تعالیٰ نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا  
 اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نوع اشیاء کی طرف راجع ہر جن سے مانعیت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہوں کہ اشیاء سے خواہ دین کے  
 متعلق ہوں یا دنیا کے متعلق ہوں سوال مست کر دیکھو کہ ظاہر کی جادہ کی تو تم کو گوارا نہ ہونگی غماہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہو تاہم مثلاً  
 کوئی شخص اولاد نہ پانے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین میں مثلاً ہر سال حج فرض ہو جائے جیسے ایک شخص نے  
 حج کو پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور آئندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ  
 اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ مقرر ہوا کہ اشیاء کے حق میں اصل یہ ہے کہ مباح ہیں سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی  
 نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً آئی کی حرمیت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی۔ پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندھن  
 کے حق میں پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزوں میں سے بعض واجب ہوئے حرام وغیرہ سے مکلف ہو جائیں گے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الہی کے مشفق تھے  
 پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو اذکر لجاتے تو بعد ازیں حتی کہ اس نے مانہ وائے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم میں پڑ جاتے پس سوال سے مانعیت بھی  
 اس امت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہو اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے مکلف ہا چیزوں کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کے  
 آنکو اپنے اوپر لازم مت کر لو کہیونکہ آخر بجانہ لاؤ گے اور خراب ہو گے پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اللہ تعالیٰ  
 غفور حلیم ہے فت بندوں کے گناہ بخشنے والا ہے اور ان کی بے ادبی پر انکو حکم سے جلد باخود فرمائے والا نہیں ہے۔ قَدْ سَأَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزوں  
 سے سوال کیا تھا قَدْ سَأَلَكُمْ قَدْ سَأَلَكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں فت یعنی اگلی امتوں میں سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزوں  
 کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس ان کے احکام بیان کر کے جواب دیدیا گیا اور ان کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ لَقَدْ أَصْحَبْتُمْ لَكُمْ  
 کَیْفَیْرَیْنِ پھر دے لوگ ان چیزوں سے کافر ہو گئے فت باین طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہاں ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باین معنی  
 کہ ان لوگوں نے ان احکام کو کچھ نہیں سمجھا اور ان کو مباح کر لیا کہ بے تردد ان کے ساتھ باحمت کامدائے کرنے لگے پس کافر ہو گئے۔ یہاں سے  
 معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر جنہی عدم ایمان کے بھی مصیبت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری نے اس بارہ میں باب باریا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ  
 ابن کثیر نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہیں بیان کیں اور مستخرج اسکی تلخیص لایا ہے وعن انس بن مالک کما کہ رسول اللہ  
 صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ میں نے ویسا نہیں سنا تھا اور اس خطبہ میں یہ بھی کما کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کہہ منستے اور بہت رویا کرتے اور میں نے  
 دیکھا کہ صحابہ رسول اللہ صلعم منہ چھپاتے روتے ہیں حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے تب یہ آیت  
 نازل ہوئی یا اہل الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الا یہ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و السنائی۔ وعن انس بن مالک ایضا کما کہ لوگوں نے حضرت  
 صلعم سے سوال کرنے شروع کئے یہاں تک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ تلک منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھو گے میں ضرور تم سے بیان  
 کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آئیو لاہر پس میں دائیں بائیں جہد نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے  
 ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص ان کے پاس کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا کہ تیرا باپ عداقہ ہے



اس کا بیان خود قرآن میں مل جائیگا رواہ ابن جریر میں طریق العوفی عنہ وقال المزمع کلام مجید میں جملہ احکام سب چیزوں کے موجود ہیں لیکن انکو نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد و کمال ایمان و توفیق الہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم کہ صرح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس اُمت کو مانند اگلی امتوں کے کتاب الہی میں اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال حجت ہو کہ علماء کے اجتہاد آسانی و سختی میں مختلف آتے ہیں اور اسی قدر پر ان کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب یا پس یہ کمال حجت ہر اسمی واسطے لکھا گیا کہ اختلاف علماء رحمت پر قائم و اہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قولہ لا تسئلوا عن اشیاء یہ اشیا وہی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ آگے فرمایا ما جعل الشدین بحرقہ ولا کذا ولا کذا۔ اور عکرمہ نے کہا کہ وہ لوگ آیات منجات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دئے گئے۔ رواہ ابن جریر و مراد عکرمہؒ کی یہ ہے کہ ان آیات سے سوال کرنے میں جبکہ پورے کئے جاوین تو بعد اس کے اگر کفر و نکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی امتوں پر ہوا تھا لیکن مزمع کہتا ہے کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہے لیکن آیت کہ یہ سے موافقت تفسیری نہیں رکھتا ہے چنانچہ ادنی تامل سے واضح ہے پھر جاننا چاہیے کہ سوال سے مخالفت جو اس آیت میں ہے ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیسا تہمید پر جو ان کی حاجت نہیں اور غریب تکلیف کے موجب ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس واسطے کہ امور دینی دنیا میں سے جن کی حاجت و ضرورت ہو ان کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ فقہاء نے کہا۔ فاسئلوا أهل الذکر ان کنتم لاتعلمون اور حدیث میں جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیوں نے تیم جائز نہ بتلایا اور نہ اسے ہی پر مقرر رکھکر ملاک کیا تو آنحضرت صلوٰۃ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ فالتئم القدر الاسالوا فانما شفاء العی السوال یعنی ان کیجیوں نے دریافت کیوں نہیں کیا فقط اس سے کیوں کہا کہ تم نہیں دہا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کر لے پس ظاہر ہو کہ ضروری امور میں سوال جائز ہے۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ جب یہ بات ہو تو تم لوگوں نے کیوں فقہ کی کتابوں میں ایسی صورتیں ان کے احکام جمع کئے جو مذکور نہیں ہیں بلکہ بعض کہیں واقع نہیں ہوتی ہیں جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ فقہ والوں نے وہ اصل نکالنے کا طریقہ سمجھا یا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے ہوا اگر آپ نے چنانچہ امام دارمی نے مسند میں بہت آثار ملکہ اخبار روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے مجتہدین پر آسانی حاصل ہوگئی جو پچھلے زمانہ میں عالم ہوئے ہیں لیکن اس زمانہ میں جہاں اس کثرت سے پھیل گئے کہ انہوں نے اس غرض کو برباد کر کے یہاں تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب میں منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہو جو دین اسلام میں مفسد اور اسرار شریعت سے جاہل و رفاق بھیلانے والی ہے۔ فنورناشد من الفضائل فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اتقوا عن اشیاء الا یہ اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار و مکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت و کشف کے درجہ کو نہ پہنچا ہو تو اس کے حقائق کو مست دریافت کرے کیونکہ جب اہل سرار کی باتوں میں کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کرے گا تو نادان لوگ اسکو اور اک نہیں کرینگے پس ان کی محرومی ان کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہوں گے اور او تعالیٰ عزوجل عیار کو غیب سے مطلع نہیں فرماتا ہے اور اس میں مردوں کو تنبیہ ہے کہ ابتدائی حال میں مشائخ کے حالات و ان کے قصص و حکایات دریافت کرنے میں نہ پڑیں۔ بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ صدیقین و اولیائے اسکے مقامات و درجات مست دریافت کر و کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہیں اور اگر اس میں سے کچھ انکار کرو گے تو مضرت ہو کہ تباہ ہو جاؤ گے شیخ سلیم بن عبد اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات و مقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب الہی اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کرے گا تو وہ کسخت قاسی القلب ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب میں دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کا زب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک حجاب بن چکا کہ اسکا دھیان اس طرف لگ گیا بلکہ یہاں تو خلوص طاعت و عمل معرفت پہاڑ ہے مزمع کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اگر ظاہر سرسخت میں







قسم میں بچہ وغیرہ کا ذکر ہوا لکن عرب کے بت پرست گائے بکری وغیرہ جانوروں سے بھی بچہ دسائے وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل و گروہ میں جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورہ انعام میں نشا اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آو گیا لیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہاں بھی مسترحکم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔

عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس - اٹنی جب پانچ بیہوشی تو پانچوں کو دیکھتے اگر وہ نہ ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھانے عورتیں نہیں اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بچہ کرتے قال مترجم اس سے معلوم ہوا کہ بچہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی نے کہا ناقہ جب پانچ بیدارہ مادہ جی تو اٹنی کو بچہ کر کے حرام کر دیتے تھے اور بچہ ہونے سائبہ کو کہا کہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بچہ کے مانند سین بھی تھی مگر اتنا فرق کہ بچہ بیدارہ اپنے حال پر نہ رہتی پھر ساتویں بیدارہ اگر بکریا دو بکرے جی تو بچہ ذبح کر کے مرد کھاتے اور عورتوں پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اٹنی تھی جب اس بیدارہ جنتی جنین نہ ہو تو بچہ ہوتا جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور البورق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز کہیں جاتا تو وہ نذرین اٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس صلیہ وہ بکری کہ اسکے ساتویں بیدارہ کو دیکھتے اگر نہ ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر مادہ الیک ہی بھول میں ہوتے تو وصال کر دیتے عن سعید بن السببہ صلیہ اٹنی ہے کہ پہلے بیدارہ جی بچہ دوسری بار مادہ جی تو وصال اسکا نام رکھتے کہ اُسے دوا دہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے وکذا قال مالک اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصالہ وہ بکری کہ پانچ بیدارہ ہر بار دو بکریاں جی تو اسکو وصال کہتے اور چھوڑتے پھر جو بیدارہ مادہ جنتی وہ مردوں کو حلال و عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جی تو اس میں مرد و عورتیں شریک ہو جاتے تھے۔ رہا حاتم تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ بچہ چھوڑ گیا تو کہتے کہ حاتم ہوا اسکو چھوڑ دے کہ اقبال البورق وفتاویٰ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس - حاتم نراؤن جبکہ اُسکے بچے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ جی ہذا ظہر۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی پس اسپر سوار لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اُس کے بال کاٹتے اور چاہے جسکی چراگاہ و حوض میں چلا جاتا کوئی اسکو منع نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقل بچہ دسائے و وصالہ و حاتم کے بیان میں اور دہوئے ہیں اور نشار انکا یہی ہے کہ عرب اے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیطانی اعتقادات رکھتے تھے حتیٰ کہ قبیلہ و گروہ آپس میں مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الہی ہیں اور ابن ابی حاتم نے من طریق ابی اسحاق السبئی عن ابی الاصول شعیب عن ابیہ مالک بن نفعہ روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پچرانے پچھے دو بکرے میرے بدن پر تھے تو اپنے چھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے میں نے کہا کہ ہاں فرمایا کہ کون مال ہے میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری کھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان۔ الا بچہ جنتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو لین ہی جنتے ہیں پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انہیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بچہ ہیں اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بچہ ہیں میں نے کہا کہ جی ہاں فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ما جعل اللہ من بھیرۃ الا تہ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین میں بعض تو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور بعض اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم احکام میں اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے بچہ چھوڑ دیا اُسے اپنے ملک سے بے غیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے کے قابل نہیں لہذا اختلاف ہے کہ کسی کی ملک میں یا یا غیر ملک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک میں دینا تو کچھ نہیں ہے اور اگر چہ یاروں سے لیکر چڑیاں چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہیں ہوتی ہر پس باب الکراہتہ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الدرایہ مترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح کیا وہ مردار ہے اور کرنے واسطے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں ہو جاتا لیکن یہ قسم جلتی ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھائے وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ ارجعوا حبان مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ تعالٰی اللہ اے اس خیر کی طرف جو



اللہ تعالیٰ نے اُناری فت یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ وَالْإِلَیَّ الرَّسُولُ اور اُسے رسول کی طرف فت یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے  
حرام سمجھ رکھا ہو وہ حلال ہے۔ قَالَ احْسِبْنَا مَا وَجَدْنَا لَكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادن کو پایا ہے۔ یعنی  
جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گزرے وہ ہم کو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادن کی تقلید پر اٹھے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُوکُوکَ اَنَابَا وَهُوَ اَحْسِبْ ذَلِكْ لَوْ كَانَ اَبَاؤُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَلَا یُحِیْتُوْنَ کیا کافی ہو گئی  
اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادن کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف فت اور یہ استفہام  
انکاری ہے۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب لانے کو اور احوالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جمالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے  
کچھ جانتے اور نہ راہ پاتے تھے اور حاصل اُنکہ دین میں اُن قدر تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے  
بلکہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔  
اور تو ضیح یہ کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ واسکے رسول کی پیروی فرض الہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا اور رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی  
پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسلمین حاجت ہوئی تو کسی عالم  
سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ اسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکال کر بیان کر دے پس یہ شخص اس  
حکم کو جو دلیل شرعی ہے لیکر اس پر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدوئل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اس کو نہ مانے ورنہ وہی مذمت  
اس پر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دین اللہ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا  
کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و رؤسوں کو رب نہیں بتاتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض  
کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے درواہ الترمذی و صحیح بھرواضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے  
جو خلاف حکم خدا اور رسول کے باتیں بناویں گے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کریں گے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے مصلحت دیکھی کہ جو مذاہب اربعہ و دین  
و اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انہیں کو لوگ لیویں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا اہل دیندار پر  
آسان ہو کہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و  
فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے وَاللہ الموفق۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصْحُرُكُمْ مَنِ ضَلَّ إِذْ اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ فَرَجِعْكُمْ  
اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تھا کہ کچھ نہیں بگاڑنا جو کجا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے  
جَمِيعًا فَيَتَّبِعْكُمْ يَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ  
تم سب کو پھر وہ جنادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسوں کو ف مراء اُنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے  
نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک ید اے لازم پکڑو۔ پس انفسکم کو نصب بطریق اعراض ہے اور غلوں نے علیکم  
اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہر اور جہ ہے مثل علیکم۔ اور الیک عنی مجھ سے دور رہو اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہراؤ ظاہر امضاف الیہ  
ہے پس صحیح قول یہ ہو کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اگر انکی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

مؤمنوں اپنے نفوس کی اصلاح و دینی کرنے پر قائم رہو۔ لایکڑ کہ مَن صَلَّٰ اِذَا اَهْتَدَ سَلَّمْ مَن مِّنْ ضَرَرٍ دِیْکَا تَمَّ کُوْهُ شَخْصٍ جَوْگَرَاهُ جَوْجَبَ تَمَّ ہدایت پر پہنچا  
 ف اور بعض نے رمضان قدر کیا یعنی نہیں ضرر دیکھا تَمَّ کُوْگَرَاهُ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تَمَّ ہدایت پر پہنچا  
 کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر کھینچنا ثابت و قائم رہیں اور کسی گمراہ سے نہ ڈریں کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ تَمَّ ہدایت پر پہنچا  
 کے ساتھ ہدایت پر قائم رہیں۔ اور تفسیر میں اس کے اختلاف ہر چنانچہ مفسر نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہیں ضرر دیکھا تَمَّ کُوْگَرَاهُ شَخْصٍ جَوْجَبَ تَمَّ ہدایت پر پہنچا  
 گمراہ ہو جبکہ تَمَّ ہدایت پر مضبوط رہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہیں بدلیل حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ میں نے حضرت صلعم سے اس  
 آیت کو دریافت کیا تو اپنے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو معرفت شرعی باتوں کا حکم کر دو اور انوار آپس میں ایک دوسرے کو ممنوع باتوں سے منع کرو  
 یہاں تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہو اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے  
 لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑو۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ قال لمرجم یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے  
 نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کی واسطے یا بد بات نہ کرنے کی واسطے نصیحت نہ کرے تو شاید  
 اسی وہم و درگزر کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتوں کا حکم  
 کرنا اور بد باتوں سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگا دو کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کریں اور خواہش نفس کی پیروی کریں اور دنیا  
 کو دین پر اختیار کریں اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اس وقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور وہ اپنے کہ لوگوں کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر  
 بمعروف اور نہی منکر نہایت ضروری و واجب فرض ہو اگر اسکو چھوڑ دیکھا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات احادیث  
 دلالت کرتی ہیں پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہو کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال میں اسکا اثر نہ خیال کرے یا اس سے اپنے اوپر  
 دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہنچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی منکر چھوڑنے کی گنجائش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ  
 حدیث ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہوا اس حدیث کو ابو الشیخ وابن مردودہ یہی تفسیر دینا ابن ابی حاتم وغیرہ و طبرانی وابن ماجہ و حاکم و ترمذی  
 روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث میں اس طرح زیادتی ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑو اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑو اور البتہ  
 پیچھے ایسے دن آئیں گے کہ ان میں صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چکاری کو کچڑ لیا ایسے دنوں میں راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آل دمیون کا ثواب  
 دیا گیا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ میں نے پچاس مردوں کا سا ثواب یا ان میں سے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہیں بلکہ تم میں سے پچاس آدمیوں کا سا ثواب  
 دیا گیا۔ قال لمرجم یہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف میں مذکور ہیں وہ پورے ہونے کے قریب ہیں لیکن اندازہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے  
 نہیں ہوئے ہیں اگرچہ ایسا ہو کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگوں کو سمجھاؤ اور باز نہ رہو واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعریؒ سے روایت  
 ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو اپنے پوچھا اُسے کہا کہ میں نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم الفسکم الا یہ۔ تو بتی صلعم نے  
 فرمایا کہ تم کہاں پہنچے اسکو تو معنی ہیں کہ کافروں میں سے جو گمراہ ہو اوہ تم کو مضر نہیں جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد وابن ابی حاتم و الطبرانی وابن مردودہ  
 اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اس وقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ اس میں اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطیؒ نے بیان کیا اور تفسیر  
 ابن ابی حاتم سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا  
 علیکم الفسکم الا یہ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی منکر ضرور نہیں ہر حال انکے  
 میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع میں منع ہیں اور اسکو نہ مٹایا یعنی یہ سمجھا یا وہ منع کیا تو قرینہ کیا کہ اللہ تعالیٰ

ان سب کے عذاب میں مبتلا کرے اور ایک وایت میں کہا کہ واذا نزلنا تو تم ام معروف دہی از منکر کرد اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہنچے گا۔ رواہ  
 الدارقطنی وابن حبان احمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن النضر ابن ماجہ والنسائی والبوداذ صحیح الترمذی اور ترجمہ کتاب ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ  
 ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہر جہاں پر زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہیں اور کافر جہنم گمراہ ہوئے ان سے انکو  
 کچھ ضرر نہیں اور مومنین آپس میں اپنے نفسوں کو یعنی باہم مومنوں کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھیں۔ پھر ایک ماہ اخیر انیوالا ہے  
 کہ یہ شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ  
 مومنوں میں نفس واحد کے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو سمجھانا اور راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انہیں حدود و حدود دیکھتے تھا اور یہ بات  
 ان کی باہمی جھگڑوں کے خیال سے لغوت سمجھو بات دہی ہر جو میں نے بیان کی اور تا وقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہو اور نزل منور نہ ہو اسکی بحث مت  
 کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرنے میں حالانکہ باہم انہیں دلی حدود و حد نہیں ہر فلیتفکر وایا اولی الالباب واذا نزلنا المصواب  
 پس جب معلوم ہو کہ بات یوں ہر تو تفسیر آیت میں اس نہ کہ گمراہوں کی گمراہی سے عدم ضرر اور مسلمانوں کی ہدایت و انہوں کو لازم کچھ نہ بھی صحیح ہے اور یہ  
 بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ میں آدگی یہ بھی صحیح ہے۔ ابن مسعود سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی اپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہیں یہ تو اس ماہ میں مقبول ہے  
 و لیکن ہر سب میں ایک زمانہ انیوالا ہے کہ تم دینی ہر اس وقت مومن ہو گا وہ (ام معروف کا حکم کر کے تو تمہارے ساتھ ایسا ایسا بتاؤ گے جیسا کہ ان کا کہ تم سے یہ نصیحت  
 قبول نہ ہوگی تو اسے وقت میں تم کو لازم ہو گا کہ اپنے نفس کو درست کئے رہو یا بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگوں کے واسطے ہے جو  
 ہر بات بعد آدگی اگر کہیں گے تو ان کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مرددہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر  
 ہوا تو اپنے فرمایا کہ مال کا اس آیت کا وجود وقت ہے ابھی نہیں آیا اور علی بن مریم جب تک نہیں اتر لینگے تب تک آویگا۔ اور ابی بن کعب نے بھی کہا کہ قیامت کے  
 قریب خزانہ میں اسکی تاویل کا وقت ہو گا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور وہ آدمیوں میں ایسی کچھ شخص تھے جیسے لوگوں میں ہوا کرتی ہے سو  
 ایک دوسرے کی طرف اٹھے پس حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ بھلا میں اٹھ کر ان کو ام معروف دہی از منکر کی ہمایش نکرون تو  
 وہ سے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے علیکم انفسکم الایہ سوا بن مسعود نے سنکر فرمایا کہ ٹھہرائے شخص  
 اس آیت کی تاویل بھی نہیں آئی ہے اور قرآن اتر آج تزلزل لیکن میں چند آیات ایسے ہیں کہ ان کی تاویل تو اترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں  
 کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ان کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ  
 آیتیں ایسی ہیں کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جب تک تمہارے دل تک نہیں پہنچے ہیں ان میں ایک میں فرماتا ہے علیکم انفسکم الایہ سوا بن مسعود نے سنکر فرمایا کہ ٹھہرائے شخص  
 اور ہماری خواہشیں مختلف ہو جائیں تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور سقیقت میں ہم مسلمانوں پر اسکی تاویل کی راہ تین جہاں پر ملے گا کہ آیت میری اور میری سوا کیلئے ہیں کیونکہ رسول اللہ  
 صلعم نے ہم لوگوں کو فرمایا کہ خبردار تم میں جو حاضر ہیں وہ غائبوں کو میرا حکم پہنچاؤ دین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور ہم لوگ غائب تھے لیکن یہ آیت ایسی اقوام  
 کے جن میں ہے جو ہم سب کے بعد آدگی رواہ ابن جریر اور قتادہ ج نے ابومازن ج سے روایت کی کہ میں زمانہ عثمان میں مدینہ میں آیا تو میں نے مومنوں کی  
 ایک جماعت کو بٹھا دیکھا ان میں سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو ان میں سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہیں آیا ہے۔ رواہ ابن جریر  
 اور جریر بن نفیر سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ میں بیٹھا اور میں سب سے چھوٹا تھا اور انھوں نے ام معروف دہی از منکر کا ذکر کیا تو میں بولا کہ اللہ تعالیٰ  
 نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ علیکم انفسکم الایہ سوا بلکہ سب ایک زبان پر جھبک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن میں سے ایک آیت حد کر لی تجھ کو اس کی  
 راہ میں معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہو۔ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش میں نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتیں کرتے رہے جب اٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تھی اسکی تاویل نہیں معلوم اور نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ مل جائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال و اسکی چاہ میں نخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے مضر نہیں کرے گا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ کوئی مومن گذشتہ زمانہ میں اور کوئی مومن آئندہ زمانہ میں ایسا نہیں کہ ضرور اسکے پہلو میں ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو بر جانے۔ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو بھروسہ کوئی گمراہ ہو جائے تجھ کو کچھ مضر نہیں ہوگا اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف کے بہت بزرگوں سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ قال المترجم جسم قول سعید بن المسیبؒ غیرہم اجماع اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم یعنی ہو منو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض واجبات ادا کرو اور از انجملہ یہ کہ دوسروں کو امر معروف اور نہی از منکر کر دو۔ پھر لایضہم من قبل اذا ہتدیتم جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ مضر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور والوں کے عذاب میں تم گرفتار نہ ہو گے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال میں سے ادنیٰ وادنیٰ قول ہمارے نزدیک ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اے مومنو طاعات آئی کو بجالاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی گمراہ ہو کر تم کو کچھ مضر نہیں ہے۔ ابن المبارکؒ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانوں کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرو پس اس آیت میں امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المترجم یہ معنی اس آیت میں بہت جید و قوی ہیں اور ظاہر آیت سے بہت مربوط ہیں اور ترجمہ ضعیف نے توفیق الہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان میں سے اسکی تفسیر میں مروی ہیں سب بجائے خود صحیح ہیں و حقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے فلیتأمل۔ اے اللہ مہر جو حکم تجھے عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے۔ یعنی آخرت میں ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہوگا اور یہ ایک جھپکے میں فیصلہ ہے۔ فیہ یکم یکم بما لکم حق نعمتوں پس تم کو تمھارے اعمال سے آگاہ کرے گا حتیٰ کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کہنیا الانحود آگاہ نہیں ہوا اور محض اولیٰ کا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب اور ہر عاصی کو اسکا عذاب یکساں ہیں ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہو اور تمہیں یہ کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائے گا۔ اور حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ زبان کی حفاظت چاہیے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہیں ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہیں جانتا ہے پس جو حالت زبان کی ہر آہی پر نفس کو قیاس کر دے اسکی حفاظت کما تکلیف واجب و لازم ہے۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآتية۔ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تہذیب کا مذہب ہو اور وہی معنی صحیح ہیں اور تکلف و تاویل کرنا باہن گمان کہ نہیں بنتے ہیں یہ فقط نفس و دہم کا قصور و فتور ہے پس اس آیت کریمہ میں ظاہری معنی سے یہ نہیں لازم آتا کہ ہر باقون کا حکم نہ کر و اور بری باتوں سے متنبہ نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کر و۔ لیکن آیت کریمہ میں ایک دلیل طیفہ یہ کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس مارو کی جہی باتوں کو دیکھتے و پہچانتے رہو۔ اور اسکو غفلت میں مت چھوڑو کہ اگر غافل چھوڑو تو وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے گا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ سے دعویٰ کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانو گے تو قہرانی کا بھید تم پر کھل جائے گا اسی واسطے معروف ہوا کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه اور جس نے اول تعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی میں مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت میں آگیا پھر اسکو کسی کا فرد مکار کا مکر و فریب پڑھی راہ میں لچا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الہی میں محفوظ ہو گیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرے تا بے تو ضرر اسکے حق میں نفع ہو جاتا ہے اور فساد اُس کے حق میں اصلاح ہو جاتا ہے پس ہم اللہ نے فرمایا کہ انفس کے اندر سر لوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کی واسطے آج تک ابھرا نہیں فقط فرعون کی آنکھوں میں ابھرا





نے یہاں بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پر نشان سے ظاہر ہے بالکل یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی مناسبت میں بانی علم الے  
بندے وقت میں آگے لیکن اندر عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہو کہ اُسے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم  
لیکر پابندی کرتے ہیں اور جس قدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہیں اسی قدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل  
ہوتے ہیں و الحمد للہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمُ الْفَرَاقَ بَيْنَ يَدَايِنَا** کہ کوئی امر دنیاوی نہیں جو مومن کے حق میں ثواب کا مورت نہ ہو اے ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا فرمایا۔ **شَهَادَاتُكُمْ**  
**بَيْنَ يَدَايِنَا** کہ چاہیے کہ گواہ ہو جاوین تمھارے درمیان میں پس یہ خبر یعنی امر ہے اور شہادہ کی اضافت بجانب میں بطریق اتساع ہو کیونکہ طرفت ہی باند قولہ ہذا  
غراق بینی و تنبیک۔ اور بعض نے کہا کہ اصل میں شہادہ یا بیگم۔ تھا باند ہذا فرق یا بینی۔ کے۔ اور شہادت کے معنی میں اختلاف ہو بعض نے کہا کہ یہاں بھی وصیت ہے  
اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریر نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اے یسین یا بیگم ان سچاٹ انسان اور اسی کو فلاح  
نے اختیار کیا اور ابن عطیہ نے اسکو ضیغ کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے بمعنی خبر اور انکسی کے حق کی یا کسی حق واجب کی دوسرے شخص کیلئے یا کسی دوسرے  
شخص کے اور جیسا کہ فقہ میں شرح مذکور ہے اور وجہ اس اختلاف کی اور نشان اس تاویل کا آئندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شہادہ یا بیگم اذ احضر  
**أَحَدَكُمُ الْمَوْتَ حِينَئِذٍ أَتَىٰ نَفْسُهُ** یعنی شہادت تمھارے درمیان میں جبکہ تم میں سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ شہادہ مبتدا اور  
اثان خبر ہے اور یہ مبتا نہیں تو جواب نہ شہادہ بصورت خبر اور بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہو دوین دو شخص کما قال الشیخ المفسر اور بعض نے کہا کہ ذوالشہادۃ اثان یعنی  
گواہ ہو جاوے وہ میں یا شہادۃ یا بیگم شہادۃ اثان یعنی گواہی تمھارے درمیان دو مردوں کی گواہی ہے اور حین بدل از اداسے یا حاضر کا طرفت ہو۔ اور بدل کی  
تقویت کی گئی بنا بریکہ میں تنبیہ ہو کہ وصیت ایک امر مہم ہے آیت سستی و غفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ مقتدا  
ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہوں اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالباً گمان پر وصیت پوری کر دے۔  
حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں تو گواہ کر دے وصیت کے وقت دو مردوں کو بھر دو لون کو بیان کیا۔ **ذَوَا عَدْلٍ مِّمَّنْ لَّكُم بَيْنَ يَدَايِنَا** میں  
سے دو عادل ہوں پس تین احتمال ہیں کہ منکم یعنی میں المؤمنین اے مومنوں میں سے ہوں۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلۃ الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ  
سے ہوں۔ سوم آنکہ منکم اے من اقرارکم وصیت کرنے والے کے اقارب میں سے ہوں۔ کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے  
سمندر خیر خواہ و اصلاح کرنا ہوں گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کرے یا ورنہ اپنی قوم والوں میں سے  
ورنہ اپنی ملت اسلام والوں میں سے وصی کرے یا کیونکہ مسلمان میں دار عادل لا محالہ اصلاح و عدل واجب جانے گا۔ ان بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے  
کہ ان میں سے کوئی ممکن نہیں ہوتا مثلاً تجارت کفرستان میں گیا اندا اہل کفر ہی ان میں گئے یا ساتھی کافر ہوں اسی واسطے آگے فرمایا۔ **أَوْ آخِرَانِ مِمَّنْ**  
**غَيْرُكُمْ** ان آیت میں ضربتہم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت تحسبوا انکم بعد المصاوت فقیسنا ان فی اللہ  
ان انکم لا تستری بہ ثمننا و لو کان فاقرب لے ولا نکتم شہادۃ اللہ الا اذا ملین الا ثمین ○  
شیخ ابن کثیر نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباس ایک جماعت کبار تابعین سے اثان فرما دے عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل  
مسلمین سے ہوں اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور علی ہذا قولہ و آخر ان کے معنی ہوتے کہ یا شاہد ہوں دو مرد تمھارے غیر سے یعنی تمھاری ملت اسلام کے سوائے  
غیر ملت سے دو مرد گواہ کر لو اگر یہ اتفاق پیش آدے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک میں اور وہاں تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین  
ظاہر ہے کہ شرط مذکور یعنی قولہ ان ضرتم فی الارض الخ فقط آخر ان من غیرکم کے ساتھ قید ہو اور معنی یہ ہیں کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم میں سے دو مرد عادل

گواہ ہوں اگر تم میں سے ملنا متغذ رہو جیسے سفر کی حالت میں اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دومرتبہ اسے غیر ملت ہوں اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت میں ہے یعنی آنکہ لوگ شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہاں مصیبت موت پیش آئی۔ قال المسترحم مفسر کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخر ان کی صفت قرار دیا اور شرط یہ جملہ بیچ میں معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخر ان میں الغیر بھی روا ہیں کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاقی موت آنے میں فی الواقع عدل منکم۔ پائے نہ جاوین۔ تو غیر ملت سے دومرتبہ شاہد کر لو اور چونکہ اُن کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہیں ہے لہذا اگر شک ہے تو اُن سے تم کے لیے کی جاوے۔ قال ابن کثیر اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخر ان من غیرکم۔ کہا کہ غیر مسلمین میں سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید بن المسیب بھی بن نعیم محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی قتادہ و ابو جحزہ و سدی و مقاتل و عبد الرحمن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن جریر و عکرمہ و عبیدہ و جندعلہ و دیگر سے ذوالعدل منکم کی تفسیر میں نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمہارے قبیلہ سے ہوں یعنی وصیت کر نیو اے کے قوم و قبیلہ سے ہوں ابن کثیر نے کہا کہ بنا براس قول کے قولہ او آخر ان من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دومر دوصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہوں قال المسترحم قول اول پر قنات ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافرون کی مطلقاً شہادت یا کافرون میں سوا اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ میں ہو۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق میں روا ہونا ثابت نہیں ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت و کچھ اس علم حجاز کے تنصیص کوئی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہیں کہ کافرون سے ہوں بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہوں گے بدلیل حدیث و آیت و دیگر کے فافہم۔ اور بر تقدیر یہ کہ قول جوہر کے موافق منکم کی تفسیر میں مسلمین مراد ہیں غیر کم کی تفسیر میں غیر مسلمین ہوتے ہیں یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت میں کافر کی شہادت ہوں پر روا ہے جبھی لازم آوے گا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کو دینا مراد ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کافرون میں سے دومر دوصی کہ لو پس وہ مخذور وار نہ ہو گا اگر آنکہ معنی وصیت میں شامل ہے۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ قولہ او آخر ان من غیرکم اسے غیر قبیلۃ الوسی سکوا ابن ابی حاتم نے حسن بھری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اتم ضرتم فی الارض۔ اسے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں فاصلاً بینکم مصیبت الموت پھر وہاں تم کو مصیبت موت کی آہو سچی ہو۔ پس مومنوں کے نہ ملنے کے وقت ذمیوں و کافرون کا گواہ کر لینا انھیں دونوں شرطوں سے جائز قرار پایا۔ ایک یہ کہ ایسے سفر میں ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت میں ہو اور شرعی قاضی رحمۃ اللہ نے سکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش نے ابراہیم نخعی سے انھوں نے تصریح سے روایت کی کہ فرمایا ہو و نصاریٰ کی گواہی نہیں جائز ہے مگر سفر میں اور اس میں بھی نہیں جائز ہے مگر فقط وصیت میں رواہ ابن جریر ثم رواہ ابن کثیر عن ابی بکر بن عباس عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ مثیلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے۔ قال ابن کثیر امام احمد اس مسئلہ میں منفر دین اور باقی تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی جہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیوں کی گواہی مسلمانوں پر نہیں جائز ہے ہاں امام ابو حنیفہ نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس میں ایک دوسرے پر گواہی دین تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو۔ قال المسترحم اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہار کے نزدیک آیت کہ یہ کہ کیا معنی ہیں تو جواب میں وجہ ہیں۔ الاقل معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہوں زہری نے کہا کہ سنت میں یہ بات مستقر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہیں روا ہے نہ حضرت میں اور نہ سفر میں اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی میں ہے لیکن ایک اور اشکال ارادہ ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہیں عائد ہوتی ہے اور یہاں قسم مذکور ہے۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے قال ابن کثیر شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس میں علمائے اہل سنت کے دو قول ہیں محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ اس آیت میں ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اسنے مال لیکر سفر کیا اور وہاں

اسکو موت آئی پس اگر وہ دومر مسلمان پائے تو ان کو اپنا ترکہ دیوے اور ان پر دو عاقل مسلمان گواہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع قال التبرج  
اور یہ بیان اس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے مفاد بقیہ آیت کریمہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم  
کی تفسیر ہے۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت پر غایت اکتہ اگر دوسری ہوں تو وہ وہی مشاہد دونوں  
وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تیم الداری و عدی بن بدار سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب انشا اللہ تعالیٰ مذکور ہو گا اور شیخ ابن جریر  
نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جہین گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیر نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے حکم  
پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس معلوم ہوتا اسکے حکم کا نفع نہیں ہو سکتا علاوہ برین یہ حکم خاص گواہی خاص در محل خاص ہے اور جہین وہ امور پیدا ہوئے  
جو اور امور تو ان میں نہیں ہیں پس حسب اس کے گواہ میں شک ہو تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم بجا نیکی۔ وجہ سوم اکتہ آیت کریمہ منسوخ  
ہے جیسا کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے براہیم غنی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعویٰ  
نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریر نے کہا جہور کے نزدیک حکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی ہو کہ جواز شہادت کا فرض حکم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ صحت  
سفر میں ہے جیسا کہ آماہر اور معنی قولہ تجلسونہا من بعد الصلوٰۃ یعنی سفر میں۔ اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہ ملین اور تم سے  
مسلمانوں کے سوا کسی اور ملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر لیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے پس اگر ترکہ پورا بدون شک  
شہرہ کے دار ثون نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لیا بعد نماز کے وقت میں کھڑا کر دیا اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن  
عباس و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اس واسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو میں  
بھڑکی قسم کھاوے وہ مور و غضب آگاہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب میں اے اس وقت کو منظم جانتے تھے اور اس وقت بھڑکی قسم سے خوف  
و اجتناب کرتے تھے اور زہری نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور **سیدی حماد** نے ابن عباس سے  
روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصد یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا  
جائے جو وقت لوگ مجتمع ہوں کہ ان کے حضور میں قسم کھا دین تاکہ فیضیت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان بالشدان ارجم لانشری یہ شہادۃ کا ان  
یعنی ارجم فیما یقولان بعد الصلوٰۃ و یقسمان حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے دار ثون کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہ کھڑا کر دیں  
دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے اور اس کے عوض میں یعنی اس کے عہد عرض ثمن قلیل دیاوی فانی نہ بدلیں گے اگرچہ وہ  
تخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا  
ہے نہیں چھپا دینگے اور اگر ہم اسکو چھپا دیں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ واضح ہو کہ قولہ لانقسم نہادۃ اللہ کے اشارہ سے ابن عباس نے غیر ہم سے  
کہا ہے کہ آخر ان میں غیر کم۔ سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے۔ **فَانْصَرَفَا** اَنْھُمَا اسْتَحَقَّ اِنْھُمَا یعنی پھر اگر دونوں  
گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں سخی ہوئے ہیں کسی گناہ کے فتنے یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو  
گناہ کا موجب ہے بانہ رخیانت کے یا گواہی میں بھڑک بولنے کے یا اس طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں  
پر رخیانت کا اہتمام ہو اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی۔ **فَانْصَرَفَا**  
**بِقَوْلِهِمْ** مَقَامُہَا تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم ان کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں  
دوسرے دونوں۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا **مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْھِمْ حُرُوتٌ وَھُمْ الْوَرَثَةُ** یعنی دوسرے دونوں ان لوگوں میں





اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت متقرر ہو چکی کہ گواہ قسم نہیں ہر قسم معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابو حنیفہ و مالک شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاویٰ حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و برہنہ کاری بنانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فرقہ مخاصم نے گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں چھوٹا ہے تو احتیاطاً اس سے قسم لی جائے اور نیز مفسر نے کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ و اشہدوا ذوا عدل منکم میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہ لیں ہر اور امام احمد نے برخلاف تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہر اور میں بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اس وقت کہ وہ وقت بڑی برکت و جماعت کا باہر قوم و ملت کے نزدیک لا تقیظیم وقت ہو تو قسم بھاری ہوگی کہ چھوٹے قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے سب سے قریب وارثوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود انہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں بھی کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہر جگہ سب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزل یہ قصہ ہوا ابو الشیخ وابن مردودہ وابن جریر وابن المنذر و طبرانی و نسائی و ترمذی و بخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نبی ہم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا تیمم الداری عدی بن بدار کے ساتھ اور یہ دونوں اس وقت نصرانی تھے پھر سہمی ایسے شہر میں مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک حاکم یا پوجا چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا) جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا پس اس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس لائے کہ یہ آیت اتری (یعنی روایت میں ہے کہ قولہ اذالہن الاثمن تک اتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پائالیا اور جس کے پاس نکلا اُس نے کہا کہ ہم نے تم وعدی سے خرید لیا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان شر علی انہا استخفا انما الایۃ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دوم دھڑے ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہر کہ وہ بن العاص بن اہل سہمی اور ایک دوسرا دوسہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس مرویت کے قریب وارث تھے اور دوسری روایت ترمذی میں مخرج ہے کہ مرو سہمی نے اس سرزمین میں مرضیں ہو کہ تیمم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جمال میں چھوڑ کر مرون وہ میرے وارثوں کو پونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام نکال کر نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا بعت قال لمرجم بن عباس نے تیمم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں ہوائے میرے اور عدی بن بدار کے اور ہم دونوں نصرانی تھے اور ایک شام کو تجارت کے واسطے آئے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آوا کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی یہ بچار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پونچا دینا تیمم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیجا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اسکا مال چھ چارے ساتھ تھا ویدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسے ہی یا تھا اور کچھ نہیں دیا تیمم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو بخوف پیا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس یا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر رحمہ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلاؤ دین الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم و الترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النصر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر میں فکر آتا ہے صحیح نہیں ہو لیکن فیصلہ بن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سن نے روایت کیا

یہ قصہ ہوا ابو الشیخ وابن مردودہ وابن جریر وابن المنذر و طبرانی و نسائی و ترمذی و بخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ نبی ہم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا تیمم الداری عدی بن بدار کے ساتھ اور یہ دونوں اس وقت نصرانی تھے پھر سہمی ایسے شہر میں مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک حاکم یا پوجا چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا) جو وہ بادشاہ روم کے لئے لے گیا تھا پس اس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس لائے کہ یہ آیت اتری (یعنی روایت میں ہے کہ قولہ اذالہن الاثمن تک اتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پائالیا اور جس کے پاس نکلا اُس نے کہا کہ ہم نے تم وعدی سے خرید لیا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان شر علی انہا استخفا انما الایۃ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دوم دھڑے ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہر کہ وہ بن العاص بن اہل سہمی اور ایک دوسرا دوسہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس مرویت کے قریب وارث تھے اور دوسری روایت ترمذی میں مخرج ہے کہ مرو سہمی نے اس سرزمین میں مرضیں ہو کہ تیمم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جمال میں چھوڑ کر مرون وہ میرے وارثوں کو پونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام نکال کر نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا بعت قال لمرجم بن عباس نے تیمم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں ہوائے میرے اور عدی بن بدار کے اور ہم دونوں نصرانی تھے اور ایک شام کو تجارت کے واسطے آئے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آوا کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی یہ بچار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پونچا دینا تیمم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیجا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اسکا مال چھ چارے ساتھ تھا ویدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسے ہی یا تھا اور کچھ نہیں دیا تیمم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو بخوف پیا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس یا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر رحمہ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلاؤ دین الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم و الترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو النصر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر میں فکر آتا ہے صحیح نہیں ہو لیکن فیصلہ بن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سن نے روایت کیا

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مثل طور پر بہت سے علماء ثقہ تابعین نے بیان کیا ہے اور اس میں بیان ہے کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ ان میں مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہد وہ روایت ہے جو ابو موسیٰ شغری کے زمانہ میں کو فہمین واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اس میں مذکور ہے کہ ابو موسیٰ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونے کے بعد پھر نہیں ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دونوں وحی ہرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہیں کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اس کا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰ سے روایت کیا اور دونوں اسناد صحیح ہیں ابن کثیر نے کہا کہ تمیم بن اوس لاری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہے پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اتنا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاضل کو لادے۔ قال المترجم تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ حبانہ کے سن ۱۱۰ھ لاری صحیح مسلم میں مروی ہے لیکن اُن کے سلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اس وقت تک ضرور نہیں کیونکہ وہ اُن کی بھالت کے حال کا واقعہ ہے مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہیں ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قصار ابو موسیٰ بن ابن عباس سے ہے کہ ابو موسیٰ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونوں نصرانیوں سے قسم لیں تو میں نے کہا کہ یہ دونوں آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہیں کرتے ہیں آپ ان دونوں سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لےجئے۔ قال المترجم شاید ابو موسیٰ نے اسکو نہیں مانا بلکہ احتیاطاً اس وقت میں حضرت صلیم کے زمانہ میں قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباس سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہیں بلکہ تغلیظ مقصود ہے ابن ابی ہریم نخعی و سعید بن جبیر ان دونوں نے کہا کہ جب سفر میں کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانوں میں سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب میں سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونوں ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ ان کی تصدیق کریں تو دونوں کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں کو شہم سمجھیں تو نماز عصر کے بعد دونوں سے قسم لی جائے کہ و اللہ باللہ تم نے نہیں چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا سداہ ابن جریر۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر بڑھ الایۃ۔ اگر وارثوں نے دونوں کی گواہی میں شک کیا تو دونوں سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ و اللہ باللہ تم نے اپنی گواہی کے بدلے میں قلیل نہیں خریدا پھر اگر میت کے اولیا اس امر پر مطلع ہوں کہ دونوں کافروں نے اپنی گواہی میں جھوٹ بولا تو اولیا میں سے دو مرد کھڑے ہوں اور قسم کھا دیں کہ و اللہ باللہ دونوں کافروں کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا پس کافروں کی شہادت رد کر دیجائے گی اور اولیا کی شہادت جائز رکھی جائے گی۔ و ہذا روی العوفی ایضا عنہ کما رواہ ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین سلف رضی اللہ عنہم نے یوں ہی تفسیر کیا ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذَلِكُمْ اَدْنٰی اَنْ يَّكُنَ الْاَوَّلُ بِالْاَشْهَادِ عَلٰی كَيْفِہَا۔ یہ حکم ایسا ہے کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کریں شہادت کو اور اس کے طریق کے فن یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ وصیت خیانت کے وارثوں سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ رہا بر ایک تفسیر کے یا میت کے دونوں وصی رہا بر دوسری تفسیر کے شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کریں جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہیں یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کر دین اس میں کچھ تحریف و کچھ خیانت نہ کریں۔ اَوْ يَخْتَلُوْا اَنْ تُقَرَّرَ اٰیْمَانُہُمْ بِمَا اَخْبَرُوْا بِاَخْوَفِہُمْ کرین کہ پھر دہی جائے گی قسم بعد ان کے قسم کھانے کے فن یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثوں کی طرف۔ حاصل آنکہ یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک شہادت دین یا اُن کی قسم کے بعد وارثوں کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہے کہ

نہ لوگ نماز عصر کے بعد وظیفہ اور نیک کاموں میں مشغول رہیں اسکی وجہ میں سے ظاہر ہے کہ بعد عصر کے نماز عینیت ہونا زیادہ گناہ ہے یا نیک بات بدو فیض کے صریح بیان نہ کر لی جائے لیکن مصلحت نہیں کہ لوگوں کو بعد عصر کے وظیفہ عذر میں مانا دیا دود و ترفیف وغیرہ کے مشغول کیا جاوے جس کی تفصیلات مضمون ص ۱۱۴

یا تو سچ بولنا اختیار کر یا فصیحیت ہو یا مفسر سحر نے لکھا۔ اور قریبائی ان سخاوتوں پر ایمان بعد ایمانہم علی اللہ یعنی فحلفون علی خیانتہم وکذبہم فیفتضحون یعنی مومن فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہر اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ ان کے قسم کھانے کے بعد پھر دیکھائے گی قسم داروں کی طرف جو ان کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالین گے تو یہ ناحق فصیحیت ہوں گے اور مال بھی پھونپنا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ بولیں گے۔ قال فی المدا رک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف اوس کے کیا معنی ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور قریب ہر اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحق الہی عزوجل یا بخوف آنکہ فصیحیت ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ داروں نے اس قسم میں دونوں نصرانیوں پر دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھائی اور جھوٹ گئے پھر جب یہ جام نکلا اور ان کا جھوٹ قسم کھانا کھلا تو دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے میرے سے خریدہ ہے اور داروں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق داروں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خریدہ واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المفسر ترجمہ مفسر حمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں بقولہ فان اطلع علی المارۃ تکذبہا فادعیاء افعالہ سے وصی کے مدعی اور داروں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ داروں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سب نزول کا شاہد صریح موجود ہے۔ وَالْقَوْلُ اللّٰہُ اور ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہو از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو سکو بھی چھوڑو۔ وَالْاِسْتِغْنَاءُ اور سنو۔ ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھڑکا پھر گیا۔ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہیں ف یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں پس فی الی سبیل خیر متبع لا یہدی ہر۔

یَوْمَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فِیْقُولُ مَاذَا اَجَبْتُمْ مَا لَا اَعْلَمُ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ

جس دن اللہ جمع کرے گا رسول پھر کچھ گاتم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے بھی بات جانتا یَوْمَ یَجْعَلُ زَجَاجٌ نے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا رسولوں کو ف وہ دن قیامت ہو اور یہ یا تو متعلق ہے اقوال کے یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلایق عشرین جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکر وایا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی بیان کر دے اور نصیحت کر دے کہ یاد کریں وہ دن کہ جس میں اللہ تعالیٰ جمع کرے گا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہو فِیْقُولُ مَاذَا اَجَبْتُمْ پھر فرمادے گا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرمادے گا کہ وہ کیا جواب ہو جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا یا لیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و نصیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ بِاِیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ یعنی زمانہ جہالت کے عرب حملہ لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور توپ دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موءودہ لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو بچاری کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اس پر عجب قائم ہو جائے اور ما استفہامیہ ہو اور ذامعنی الذمی ہو اور بعض نے کہا کہ ذائدہ اور ما منصوب با جہتم ہے۔ قَالَ لَا اَعْلَمُ۔ کہتا۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے ف یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم نہیں اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہو کہ یہ امر یقینی ہو اور پہلے جمع و بقول فرمایا کہ اہل یان نبیین اس کی تاویل کے مستظر نہ ہوں۔ اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ بیشک تو ہی پوچھی بات جانتا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ انھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دونوں میں



چھپا جس کو ہم نہیں جانتے ہیں۔ غیب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونوں معنی ہیں آتا ہے دو دراصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب ہے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہیں تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب جاننے والا ہے۔ اس سے پوشیدہ کہاں لیکن مراد یہ کہ جو بندوں کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ بھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جنت و جہنم کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہر کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہیں نہ بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور کسی بندہ پر یہ صادق نہیں ہر کہ وہ عالم علی الاطلاق ہر حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہاں مرے گا کوئی قطعی یقینی طور پر نہیں جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ سل علیہم السلام کو جو جواب یا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر انھوں نے یہ کیونکر کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہر کہ قولہ ما ذا ا جبتم۔ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب یا گیا اور دوم یہ کہ تمہاری دعوت توحید کو قوم نے کس قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت میں ان کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع ان کو اس کا علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہے۔ الا اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا۔ میں بھی کہا گیا کہ مراد فی العلم مطلقاً نہیں ہر بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہے ہمارا علم کچھ علم نہیں۔ امام رازی نے کہیں کہا کہ رسولوں کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بد بخت کی تونج کے ہر کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب میں پھینکے اور ان کو معلوم تھا کہ ایسا عالم و ناس ہے کہ اس کو کسی وجہ پر جہل نہیں اور علم ہر کہ وہاں سفہ کا نام نہیں اور عادل ہر کہ وہاں ظلم کو دخل نہیں تو انھوں نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل پاداش ہر تو انھوں نے ادب ہی میں دیکھا کہ سکوت کریں اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف سپرد کریں اور اسی کے عدل پر چھوڑیں پس کہا کہ لا علم لنا اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہیں جو انھوں نے ہمارے پیچھے بڑا کیا اور یہ ضعیف ہے اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم ان کی بابت ایسا نہیں جیسا تیرا علم ہے اور مفسر نے جواب دیا کہ۔ ذہب عنہم العلم لشدة ہول یوم القیامت و فزعہم ثم یشرہن علی اہم لایسکنون یعنی محققین علمائے احادیث آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہوں گے پس یہ حال اس وقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و ہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہوں گے پس ان سے یہ علم جاتا رہے گا کہ ان کو قوم نے کیا جواب یا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاویں گے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ انھوں نے ایسا اور ایسا کیا اور یہی جو اب صحیح وہی سلف سے مروی ہے۔ ذکر الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد حسن بصریؒ نے کہا کہ رسولوں سے یہ قول بسبب ہول روز قیامت کے ہوگا عیال و رزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمادے گا کہ ما ذا ا جبتم تو فزع و گھبراہٹ سے عرض کریں گے کہ لا علم لنا۔ اسے پروردگار ہم کو تو معلوم نہیں۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال سباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا ا جبتم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام میں ہوں گے کہ وہاں عقلوں کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاویں گے تو کہیں گے کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام میں اُنارے جاویں گے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریر فی قولہ ما ذا ا جبتم۔ اسے تمہارے بعد انھوں نے کیا کام کئے اور تمہارے بعد کیا نئی بدعتیں نکالیں تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی ابن جریر نے من طریق الحجاج عن ابن جریر روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ فی الآیۃ سل علیہم السلام حضرت حق عزوجل سے عرض کریں گے کہ ہمارا علم کیا ہر کچھ نہیں تو یہی خوب انا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا۔ رواہ ابن جریر۔ قال ابن کثیر ان میں سے شیخ ابن جریر نے اسی سیر

قول کو اختیار کیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ او تعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو حقیقت علم ہر ہمارا کچھ علم نہیں یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو سچا نہیں لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہیں ہوئی اور اسے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں گویا کچھ نہیں ہے۔ **قال المترجم** کوئی شک نہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہیں کہ لفظ میں بندوں پر بھی اطلاق ہوتے ہیں جیسے علم و بصارت دارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناسط تکلیف میں جسکو اہل الحق یوں تعبیر کرتے ہیں کہ نہ بندہ محض مجبور یا نڈھال نہ تھو وغیرہ کے ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر میں بین یعنی بیچ بیچ میں ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اند حیوانی عقل سے باہر ہے لہذا اس عبارت میں تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب میں اس کی شان پر حقیقت میں صادق ہیں اور مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ پس لا علم لنا ہر طرح سچ ہے اس میں دروغ کو دخل ہی نہیں ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لا علم لنا دروغ ہو جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ کلام کی عقل حیوانی اس میں ادراک سے عاجز ہے لہذا جواب اسلام وہ ہے جو مجاہد و سدی حسن وغیرہ سے برائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت میں سبب ہول و فزع کے ایسا کہیں گے اور اس پر اعتراض کیا گیا کہ رسول علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ کہا قال تعالیٰ لا یخزینم الفزع الاکبر لآتہ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہیں ساونیر خزن یعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام ہمہ تن مطلع رہتے ہیں اُن کو ضرار حق سے خردی نہ ہوگی اور نیز عدم خزن بفرع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول علیہم السلام اُس نہایت دہشت میں ہوں گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا تمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال الہی عزوجل کے سوائے ایک سال اک محمد مصطفیٰ صلعم کے کہ آپ کو اُمت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپ کے خصوصیات میں سے ہے فلیتفکروا الحمد للہ رب العالمین **وقال فی العرائس** قولہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول لآتہ صفات و سمات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کیلئے بندوں کی ارواح کو مواقع و اوقات میں سو حالت حیات میں جب تک دائرہ دہر و حدت میں گرفتاری ہو بطریق کشف و عرفان کے ہر پھر شیخ نے کہا کہ اگر جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خط ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت میں کہ دن زمانہ وہاں آخر ہو تو سب خالص بندے مسلمان بنیں گے ملائکہ جمع کئے جائیں گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے تو عارفین ہاں جمال حق و قرب وصال سے متمتع ہوں گے اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہاں کے مروجے وہاں نہ ہوں تو وہ ہمیشہ ہاں میں ان سرو میں نور کے گھوڑوں پر سوار درگاہ انس میں خوشحال جاوین گے اور وہاں مقامات بہت ہیں پس ایک مقام پر تو اُن کو بقاء ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان کا بود و بندہ کیلئے بسط عیاض سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرمادینگا۔ اور ایک مقام میں اُن کو قفا ہوگی اور یہ طوائف عظمت کے جہنم و نراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدت جو کچھ اس میں سبب کچھ عزت و قدم میں مضمل ہو جائینگے پس کبھی تو جلال سے فنا و کبھی جمال سے بقاء ہونگے اور کبھی طغ سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہوں گے اور ایسے ہی خطاب ہے ہر قول لیس الملک الیوم اللہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا جیتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو عارف کر دیا کہ ربوبیت میں عبودیت عاجز ہو اور قدم میں حدود فنا رہت اور یہ اُن کو خطاب دنیاوی سے معلوم ہو چکا تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کر دیا اور یہ علم صادق رہا کہ خبر میں مطابق معائنہ ہے اور یہ نہیں کہ عرفان کے لئے اور کافروں کے خذلان کیلئے

ہے ورنہ اول تعالیٰ شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہرگز وہاں جہل کا نام نہیں بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی نہ ان کرنی چاہیے جہاں اس چیز کا وہم تو ہو سکے اور یہاں علم و جہل کی مخلوق ہیں معنی آنکہ ظہور نکاسانی میں اسکی تکوین ہر علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا انکہ اعدام داخل قدرت ہیں یا نہیں مترجم کے نزدیک جانوں کے خیالات ہیں و شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کر لیا اہل باج اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہیں تو کبھی اس مضحکہ میں گرفتار نہ ہوں کہ کتاب الہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرنا کہ روشن راہ پر چلاوے والسلام۔ واضح ہو کہ رسل علیہم السلام نے جو جوابے یا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم کو اسکا علم نہیں جو تیری ہم سے مراد اور ہمارے قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہے اور ہم کو اسکا علم نہیں تو تو نے ازل میں ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہیں جو ہمارے نفوس میں ہے جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے اور ہم کو علم نہیں مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی اسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کریں کہ لا علم لنا۔ اسی اسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری بھی ورنہ ہم یقین جانتے ہیں کہ انک انت علام الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان فی فیصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود عیب مہدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ غیر تاکیدات سے مؤکد کیا حالانکہ وہاں منکر کوئی نہیں ہر قافم۔ قال الشیخ۔ اور ہر گاہ کہ کشف عظمت میں مہوت و متجدد حیران و از خود در فتنہ ہو گئے تو اراواح و پاکیزہ و خرم ہوئیں لیکن مشابہ و صلوٰتین مضمحل از خود در فتنہ ہو گئیں اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ وہاں کے دونوں میں ہر دوہ ادا کر سکیں یہ سبب عیب و بدیہ خطاب حضرت اب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو ان کو جواب دیے تھے وہ حضرت اول تعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور میں اظہار کریں معنی یہ کہ دنیا میں شیطان کے پیرواں یہ ہر دوہ جواب دیتے ہیں کہ ان کی باتوں سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والوں کے رویں کھڑے ہوتے ہیں و وجیب قیامت میں ان ناپاکوں کی آنکھیں کھلیں گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیجانی کر چکے ہیں ہر بندگان خاص سے وہ ناپاک جواب دہ ہو سکے تو انھوں نے علم الہی پر بغض کیا اور ترجمہ پہلے بیان کر چکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال میں صادق ہے مگر تو یہ ایسے شخص کے سامنے جو اس کو نہ جانے روانہ ہوگا۔ قافم۔ قال الشیخ۔ اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار میں مخفی کیا وہ ہم کو نہیں معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی اسطے کہ انک انت علام الغیوب۔ واسطے ان کے کہ انک اظہار کیا اسکو جس کی طرف سے ان بندوں سب کی طرف تھا تو خاص بندے ہوئے کہ ہم کیونکر کہیں کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یوں کیا تو وہاں حقیقت کے حال میں زبانیں بند ہو گئیں۔ اور کہا کہ رسولوں کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کیونکہ اول تعالیٰ دانائے ہر ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اٹھانے والی ہیں اور انبیاء کی شناخت میں بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ میں برداشت کرتے ہیں اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی اسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا۔ ہم کو علم ایسی حالت میں کہاں کہ تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے جہنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفیق و نرمی تھی کہ سمجھے نہیں اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب دے دیتے کی وجہ سے سبب سبب کے مر جاتے ابن عطاء نے کہا کہ کبوتر سے سوال کی سمجھ نہیں اور ہم سے کوئی جواب نہیں ہر بعض نے کہا کہ جب ان پر ظہور حق تعالیٰ علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علم و جہل کے اور لا علم لنا ادب کی پابندی پر اور یہ نہیں تھا کہ جو کچھ انکو جو انھیں اس نادان تھے مجھ میں افضل نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اسکا ہم کو کچھ علم نہیں ہے۔ قافم۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِذْ کَرَّمْ عَلَیْکَ وَ عَلٰی وَاٰلِکَ مِاٰذَآئِکَ بِرُوحِ الْقُدُسِ

جب کے گا اللہ صبیحہ مریم کے بیٹے۔ یاد کر میرا احسان اپنے اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے تجھ کو روح پاک سے

تیکم الناس فی الہد و کمال و اذ علمتک الکتاب و لیکم و انوار

تو بخام کرتا لوگوں سے گو دین اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور بکی باتیں اور نوریت

وَالْأَنْجِلَ ۚ وَادْخُلُوا مِنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ يَازْدَنِي فَتَنْفِرُ فِيهَا فَتَكُونُ

اور انجیل اور جب تو بنانا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بھردم اور تا اس میں تو ہو جا ۱۲  
طَيْرًا مِثْلَ يَازْدَنِي وَتَبْرِيءُ الْأَكْمَامَ وَالْأَبْرَصَ يَازْدَنِي ۚ وَادْخُلُوا مِنَ الْمَوْتِ يَازْدَنِي ۚ

جانور میرے حکم سے اور چنگا کرنا مان کے ہیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کرے کرنا مردے میرے حکم سے  
وَادْخُلُوا مِنَ الْمَوْتِ يَازْدَنِي ۚ وَادْخُلُوا مِنَ الْمَوْتِ يَازْدَنِي ۚ وَادْخُلُوا مِنَ الْمَوْتِ يَازْدَنِي ۚ

اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جہنم لایا اُن پاس نشانیاں تو کہنے لگے  
مِنْهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَادْخُلُوا مِنَ الْمَوْتِ يَازْدَنِي ۚ

اُن میں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہیں لاؤ مجھ پر  
يَا بَرَسُوْنِي ۚ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

وضیح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کرنے سے ان لوگوں کو توبیح کیا بعد  
از ان آیات و معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے بیان کر کے توبیح فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگوں  
میں سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اس قدر غلو کیا کہ ان کو معبود اور اللہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا اِذْ قَالَ اللّٰهُ لِيٰسٰىءُ بِنَبِيِّۖنَ  
چب کہیگا اللہ کے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظنّ متعلّق بمقدّر ما نذر اذ کہہ اور یہ یاد دہانی نصیحت ہے کہ ایسا ہو نیا اللہ پس اس وقت سے نیکبت  
لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی واسطے قال ما ہی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہوگا معنی آنکہ قطعاً وقوع با نذر ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام  
کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہیں یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ ان کو جھٹلانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کرتے  
کہ ان کو اللہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کو کھڑے ہوئے اور یہ بیان انعامات و عیسیٰ و ان کی الٰہ کے اصیالات مقدمہ تہیہ آئندہ کلام کی اور وہ قولہ انت قلت  
لنّاس تخذونی و اُمّی الہین من دون اللہ جیسا کہ آدھکا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات میں جو عیسیٰ علیہ السلام و ان کی والدہ پر انعامات وغیرہ  
اور ان کی دعا سے پیروی کرنے والوں پر فضل ہوا اور نافرمانوں پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے  
بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو عز و منّت و احسان فرماو گیا اور ان کے بارہا میں فراط و تفریط کرنے والوں کو ملامت و سزائش کرنے کو یوں  
خطاب کرے گا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اِذْ کُنْ نَفِیْثًا مِّمَّنْ عَلٰی الْاَرْضِ فَمِیْا و کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور میری والدہ پر ہوئی ف  
یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکر گزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال میں یاد رکھنے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ  
کے نزدیک رگ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس وہ ماہجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خواہ ہو اور نیز وہ قوم جو اس کو آکھ و عبود و بیجا سمجھتی تھی اپنی  
غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اس کو رسول کیا اور اس کی مان کو  
پاک بندی عبادت کرنیوالی دامن مان کی تمام عورتوں سے برگزیدہ دیندار بنادی۔ پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اِذْ اٰتٰیْتُکَ الْکِتٰبَ وَجَعَلْتُکَ الْقُدُّسَ قَدْ  
جبکہ میں نے تجھ کو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبریل سے ف اور قدس معنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے تھے جہاں  
جاتے وہاں ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان میں مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت



باتین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھیں اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہر کلمہ ہی عانت جبریل علیہ السلام مراد ہے اسی اسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے **تَکَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا** تو کلام کرنا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں۔  
یہ جملہ اعراب میں ایذا تک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور ہمد میں یعنی حالت طفولیت میں و کمل میں یعنی زمانہ سن کوہوت میں۔ حاصل آنکہ  
میں نے روح القدس سے تیری تقویت کی در حالیکہ تو باتیں کرتا تھا لوگوں سے بچپن جوانی میں۔ چنانچہ جب مریم کو لوگوں نے ہتان لگایا تو ہمد یعنی  
گود میں سے چند روز کے سچہ تھے۔ بوسے کہ انی عبد شد آتانی الکتاب الایہ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب بیکر اپنا رسول کیا ہے  
حال آنکہ سوقت تک انجیل تری بھی نہ تھی اور اسی حال میں اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ ہمد میں یوں کمال عقل کی باتیں کرنا تو احسان و مجرہ ہے  
اور حالت کمل میں تو سب ہی باتیں کرتے ہیں ان کی تخصیص کیا ہے جو جواب یہ ہو کہ معنی کلام کے یہ ہیں کہ بچہ پر دونوں حالتیں یکساں تھیں کچھ فرق نہ تھا۔  
بہر حال ان دونوں کے اور تیرا ظہار ہو کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب جوانی کی حالتیں سن کی بدلتی تھیں جیسے آدمیوں پر گذرتی ہیں علاوہ ہمد  
کمل میں لوگوں سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا۔ کما قال المفسر نفیذ زولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکوہوتہ کما سبق فی آل عمران۔ کیونکہ وہ سن  
کوہوت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے کچھ پہلے اُتارے جاویں گے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم میں ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا  
بلکہ اتریں گے تو دوسری سن قریب کوہوت کے ہوگا اور سات برس دنیا میں جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کر سینگے پھر مر جاویں گے اور سلمان انکے  
جنازے پر ناز پر مکر و دفن کریں گے۔ یہاں سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا انتقار النض سے ثابت ہے اور جانتا چاہیے کہ مشرکوں  
کافروں سے بڑا عجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب حدیث میں جو آثار و اخبار مروی ہیں وہ مفصل ایک ایک موجود و ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور دین اسلام نہایت  
عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتیٰ کہ اُسی سے نصاریٰ نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ اہ دیکھتے اور نہیں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی  
حالت اچھی نہیں اور یہ اور بھی عجیب ہو کہ چونکہ تشنگ دین اسلام کی خوبی میں ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہیں چلتے تو یہ ان کا قصور ہی  
اور اسی سے اُن کی حالت خراب ہو۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانوں کی چال کو مت دیکھو واللہ المادی و ہو الفضل لہ فوزاً بالشد من الضلال۔  
باجملہ او تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کوہوت میں اُن کی یکساں باتیں  
ہیں اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تین برس کے سن میں رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے  
اُٹھایا پھر سن کوہوت میں دین پرانے جاوین گے اور آل عمران میں یہ بحث گذری کہ مواہبؓ اس کی شرح وغیرہ میں باستدلال بیان ہوا  
کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا اور حاکم کی روایت میں ایک سو بیس برس کے سن میں اُٹھایا جانا مذکور ہوا ہے لیکن شیخ ابن  
کثیرؒ نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن میں اُٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقاً۔ اور بر بنائے روایت حاکم و قول  
شرح مواہبؓ وغیرہ کے سن کوہوت میں انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہر الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت میں انسان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا  
کہ طفولیت و کوہوت میں اُنکا باتیں کی تحقیق ہوگا اچھ ہو کہ حضرت عیسیٰ نے طفولیت و ہمد میں صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالیٰ حکایتہ عنہ انی عبد شد  
آتانی الکتاب یعنی نبیایا الایہ میں مذکور ہے اور مولف فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی اُن  
پہلے کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی تھی تو یہ مولف مذکور کا سوہ ہے اور صحیح ہو کہ چند بچے ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے ہمد میں کلام کیا اور محض جلال الدین  
سیوطی وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے از انجملہ جس طفل نے حضرت یسوع علیہ السلام کی بریت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیر خوار تھا اور وہ  
زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے۔ فانہم۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے مرفوع روایت ہو کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیاء علیہم السلام

وَأَنَّ كِيَامَتِينَ بِلَانِي جَادِينَ كِيَا بَحْرِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِلَانِي جَادِينَ ۱ اُن کو مقرب فرما کر اور تعالیٰ اُن کو اپنی نعمتیں یاد دلاو گیکیا پس فرماو گیکیا عیسیٰ بن مریم اُن کو  
نعمتی علیک علی والدیک الایہ پھر فرماو گیکیا انت قلت للناس اتخذونی وادی النین من دون انشد پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اسے پروردگار  
میں نے نہیں کہا اور اگر میں نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلا سے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاوینگا تو وہ کہیں گے کہ ہاں اُس نے ہم کو یہی  
حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام امین یہ مذکور ہے کہ حجت قائم ہو کر نصاریٰ کو صلیب آگے کر دی جائے گی کہ اسکے پیچھے تھے دوزخ کو جاوین گے۔ رواہ ابن ابی  
حاتم و ابن مردودہ و ابن عساکر و فیہ ضعف پھر اللہ تعالیٰ نے اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ **وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ**۔ اور جب کھائی میں نے  
تجھ کو کتاب و پرکشی باتیں و بعض نے کہا کہ کتاب جس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم  
اور کلام حکم بقرینہ قولہ **وَالْتَوْصِيَّةَ وَالْإِنْجِيلَ**۔ اور تورات اور انجیل۔ اور تورات سے مراد وہ کتاب آبی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی  
تھی اور ابن کثیر نے کہا کہ حدیث میں بعض مقام پر تورات کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہے اور بنا بر قول اول کے یعنی کتاب جس کتب مراد  
ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعلیم ہوگا بسبب آنکہ حضرت عیسیٰ کو ان دونوں کتابوں سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود و عرآب سے جھگڑا  
کرتے تھے تو آپ تورات سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل میں جو طوفان حارین میں ابن  
یہاں صریح ہے پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ۔ **وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ إِذْ ذُكِرَ**۔ اور جب بنا ماسی سے جانور کی صورت میسر  
حکم سے **ف** یعنی مٹی سے پرند کی ہیات کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق بیان تصویر بنانے کے معنی میں ہوا اور پیدا کر دینے کے معنی میں نہیں  
ہو سکتا بقرینہ ما بعد کے اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشعر عنہ تھا اور یا حاصل جازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت  
کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کر دینا اور کسبۃ الطیرین کا فاسمیعہ معنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ  
فقط چمکا ڈر بنایا تھا اور آل عمران میں تمام تفسیر گذر چکی ہے معنی آنکہ اور یاد کر چیکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا فیتنفیہ  
خفیا پھر تو دوم مارتا اس ہیات میں **ف** یعنی ساختہ تصویر میں پھونکتا تھا۔ **فَتَكُونُ طَيْرًا**۔ پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے **ف** یعنی یہ تصویر  
تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تصریح کر دی کہ او تعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ  
یہ قدرت و ارادت کی تاثیر ان کے نفع پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ  
اُن کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہیں وہ کرین بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہیں اور عوام اس  
کرامت کے لائق نہیں ہیں پس عوام جاہل اور ہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلان لی چاہیں تو ایسا ہو جائے حتیٰ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ  
اگر نذرینا نہ کر و گے تو وہ ایسا ظر ہو سچاویں گے یہ سب اس کی جہالت و گراہی ہے شاہ ابوالحسن نے خوب لکھا ہے ولی کو گو کہ قرب کردگار  
پر نہیں تقدیر میں کچھ اختیار ہے خود و شر اس کو نہ سمجھے کوئی ذیہ غیاوت ذہن کی ہے اور کجی پڑ اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے اولیاء را ہست  
قدرت اندا کہ تاثیر حستہ باز گرداند زراہ پڑ اسکو جاہل بنی کہ فہمی سے سند لاتے اور نہیں سمجھتے کہ اس کے توصیف ہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے ان کو قدرت کی تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ میں سے پھراوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہ اس شخص کے وہم  
سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر میں وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہیں  
کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰ کے وہم سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جانب سے  
شرکت کرنا چاہیے اور انبیاء و اولیاء کی نہ رگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیے۔ زیادہ یہاں



میں ہے کہ بلا خلاف یہاں بھی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا اوحی ربک الی الخلق ان اتخذی من اجمال بیوتا من الشجر الایہ میں بھی الہامی ہر ایسا ہی بعض  
سلف نے اس آیت میں قولہ اذا وحیت الی الخوارین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا پس انھوں نے اسکی پابندی کی قال حسن البھری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو  
ایسا الہام فرمایا۔ قال السدی ان کے دونوں میں یہ بات ڈال دی۔ قالوا امتنا بولے ہم یقین لائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰ پر پورا ایمان  
لائے واشھد باننا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں۔ پہلے ایمان و پھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص و توحید و مراد ایمان  
ہے اور نیز ظہار ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر میں بھی انقیاد و اطاعت کی۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ عیسیٰ ابن  
مریم اذکر نعمتی علیک الایہ یعنی خالص ارادت و محبت والوں سے بیان کر دے جو میں نے تجھ پر کشف جمال اظہار علوم غیب و تجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کلمہ خاص  
القرار کیا جبکہ اس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الہییت سے ملنس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔  
یعنی بروح معرفت جو روشن بصیرت ازل تھی اور یہ وہ لفظ اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح تجلی بجمال جمال سے آدم علیہ السلام میں بھونکی تھی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ ان شیل  
عیسیٰ عند اللہ کشل دم الایہ۔ صورت عیسیٰ پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہو گئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تمت سے بسبب روح القدس  
کے مقدس ہو گئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مرد سے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید و نور  
روح قدس کے جلال سے مرد زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس۔ آنکہ میں نے تجھ کو بندہ جبریل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھ کو تمام شہوت  
و شہوت چھوڑ دے اور شہوت کے گوارہ میں تیرے ساتھ ہے کیونکہ تیرا صدر نور ربوبیت سے ہر اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھ کو تمام ہستی میں سکون  
نہ ہو سکتا بلکہ تو فانی و نابود ہو جاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال میں لکھا کہ ان میں سے بعض پر القاء کے روح النبوة تھا اور بعض پر القاء  
روح الصدفیت۔ اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پر روح الصلاح و المحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القاء ہوا اور ان کے اسرار میں یہ باتیں پوشیدہ  
دین کے انکبا بیان و تعبیر نہیں ہو سکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب و خطراتی ہے۔ واسطی حمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی  
روائی نہیں مگر جی کہ روح کو صحبت قدم میسر آتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی الہد و کلاما پس جس کو قدم میں صحبت روح  
سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس میں اسطی ج نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے  
ایک اشارہ لطیف یہ ہے کہ روح محض ستر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قربا کی محض پوشیدہ ہے وہ ہم و گمان و بیان سے باہر ہے بعض مشائخ نے  
قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جو ہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جی میں سے کسی چیز سے متمزج و مرکب میل نہیں پائے گی بلکہ میں نے اسکو  
تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس و مطہر کر دیا ہے تاکہ تو میرے سوا کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور میں نے تجھ کو اس جسم میں بطور  
عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال میں آدم کو جنت میں مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس روح کی محاورت سے سہتی دنیاوی  
کے میل کچیل سے ظاہر و پاک ہو جاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونوں پاکیزہ ہو گئے اور دونوں کو محل قدس کی طرف اٹھالیا اور تمام نعمت الہی اپنے  
بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد میں اس کے جسم کو بائندہ اسکی روح کے پاکیزہ کر دیا اور یہ محض قوت الہیہ اور ظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد  
میں عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تشریف و صف و قدس و جلال و ربوبیت و کمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو اس میں فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اس میں  
نا زمانہ کولت رہا حتی کہ ہندگان الہی کو اللہ تعالیٰ کی تشریف و صفات و قدس و جلال و حسن جمال سے عارف کر کے مال مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ  
تکلم الناس فی الہد و کلاما۔ اور اس میں اور زیادہ فرمایا بقولہ و اذ علمتک کتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الہیہ تھی کہ تعبیر سکھائے عیسیٰ نے کھنجا جان لیا  
قال لشر جسم قدرة الیہ سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ بلیدہ مبسو طمان الایہ۔ تو اکابر الہیہ لیا اللہ اور مشائخ صوفیہ اور اکابر عارفین



وسلف کے نزدیک یہ معنی یہ ہاتھ نہیں بلکہ یہ ایک صفت ہر اوتعالیٰ کی صفات سے اور اسکی تحقیق سے کوئی بندہ آگاہ نہیں ہر اور یہ بحث  
 اوپر تحت آیہ کریمہ صدورہ بیان ہو چکی ہے یہاں شیخ نے یہی کہا کہ اوتعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ انعام یا دد لایا کہ اذ علمتک کتاب  
 یعنی یاد کر کہ میں نے تجھ کو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُن کو تعلیم آئی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اسپر تجلی فرمائی اور وہ صفہ الید ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ  
 فرمایا بقولہ و اکتہ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہیں اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ و التوراة  
 پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب احکام معلوم  
 ہوں پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اس میں ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت الہیہ کا ظہور اسکے  
 منظر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اس میں بھی اسکے لفظ سے پرند کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت میں سے ہے  
 اسکا ظہور اس بندہ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھے ماہر اور کوڑھلی بھی ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام ہنڈن کی نظر سے غائب  
 و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کہتے و انہیں کہتا ہوا کلون ماندخرون فی بویکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے  
 شیخ الوعلیٰ روہاری نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہے تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و  
 استعداد کے ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ سب اسکی فضا و قدر کے موافق ہر تعالیٰ اللہ عزوجل پھر اور نعمت یا دد لائی بقولہ و اذا وحیت الی الخواص ان آمنوبی و  
 رسولی۔ وحی الہی جو رسولوں علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے وہ خاص ہوتی ہے اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے  
 و عام بلا واسطہ جبریل علیہ السلام ہوتی ہے اور وحی خاص کے چند مراتب ہیں۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات  
 پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہے وہ خاص مقام توحید میں بیدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہے اور وہ مقام فنا ہے اور وحی صفات ہوتی ہے مقام معرفت میں  
 جبکہ تجلی جلال ہوتی ہے اور وہاں محل بقا ہے۔ قال المترجم فنا اول مقام توحید کا مکمل فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم۔  
 اور وحی بغیر مقام عشق و محبت میں ہوتی ہے اور وہاں منازل انس و انسا ہیں اور اس مقام میں تو اولیا کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل میں حصہ ہے  
 اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہے اس میں اولیا کو کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔ قال المترجم ولی کو طاقت نہیں کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور  
 یہ تو خیر اسپر بڑھ کر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پر دون کے بعد نہیں ہو سکتا لہذا کہ اتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جائے  
 کہ کس قدر حجاب ہے گئے ہیں اور لوح محفوظ اور وہاں سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہیں ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی  
 ہے کہ بڑھے لکھے عالموں کی تو یہ نوبت ہے کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہیں اثر نہیں لو کفار و مشرکین و عوام کو کیونکر سمجھا دیں جاشا و کلا کہ دروغ بولتے  
 ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو جو اے خیر دیوے کہ بظیفیل سرور عالم صلعم اُٹھوں نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہمارے آکھوں کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو  
 بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوچھے تو مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہے وہی قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کہ تاسے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد  
 دم مارے لایسئل عما یفعل ہم سئلون پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت ہذا کیا قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما ووحی الایۃ۔ اور  
 وحی منزل معرفت کی سجدیت ہے قلت ہذا کیا قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق  
 کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمیں ہیں۔ الہام ذاتی۔ و الہام صفاتی۔ و الہام فعلی۔ قال المترجم استیناس ہے کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجمل منزل  
 وحی عشق سے ہے لیکن جہد اسر منزل توحید ہے لہذا مختص اس سے انبیاء علیہم السلام یا جو اولیا اُن کے قدم پر ہوں بشرطیکہ منزلت اُن کی بھی منزلت  
 توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب انی سجدت لک و لوالدینک و لکلم اللہ فی کیف تجبی المویٰ الایۃ میں اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی سجدت لک و لوالدینک و لکلم اللہ بعد موتہ الایۃ

میں اس سے سابق دو مقام پر گذر کر یاد کروا دیجو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل و سر و طین و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتھ غیب کے آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ لیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہیں سوائے اسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم میں ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہاں یعنی قولہ و اذا وحیت الی الحوارین بن الہام فعلی کے اقسام میں سے وحی صفائی پر جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی اسطے فرمایا کہ و اذا وحیت الی الحوارین ان آمنوا بنی و برسولی یعنی جو انوار غیب میں نے تم پر کشف کر دیئے اس سے تم مجھ کو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت حاصل کرو تو حواریوں نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا۔ قالوا امنا و اشہد باننا مسلمون۔ اور قولہ انصوبی مقام الجمع ہے اور قولہ برسولی مقام التفرد ہے۔ قال لسترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ زبان خلق و حرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حواریں پر ہوا جس سے ایمان متولد ہوا اسی سے ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خطاب کیا کہ و اشہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملات ایمان حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰ کو اس گواہ کر لینا کہ مفہوم نہ ہو کہ تاخیر نصیحت عیسیٰ تھا بلکہ ہدایت فقط و تعالیٰ عزوجل سے ہے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ علماء مظاہر نے جو تفسیریں اس کلام کی بیان فرمائی ہیں وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فقد برز جمع کے لیے تفرقہ کی ہدایت میں تحصیل کمال حجت سے دنیا میں نزول کی حکمت اُضحیٰ ہر تفکر۔

۱۰ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيسِي ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً  
جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا

مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا اَنْزِلْ اِنْ تَاْكُلْ مِنْهَا  
آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے۔ اے ہم چاہتے ہیں کہ کھا دیں اس میں سے

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُنَا ۚ لَعَلَّكُمْ اَنْ تَقْضَوْا قُتْلًا وَتَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝  
اور چین پا دیں ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور ہم اُس پر گواہ

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا  
بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے

لَا قَائِلًا وَاٰخِرًا وَاٰيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ۝ قَالَ لِلّٰهِ اِنِّیْ  
ہمارے پہلوں اور پھیلوں کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور توبہ بہتر روزی دینے والا

مَنْزِلًا عَلَيْنَا ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْ اَعَدُّ لَہٗ عَذَابًا لَّا اَعِدُّ لَہٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝  
کہا اللہ نے میں

۱۰ اتار دے گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس کو بھی زمین اسکو وہ عذاب کر دے گا جو نہ کروں گا کسی کو جہان میں  
یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان پر اور اسی پر سورہ کا نام سورہ المائدہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی عارفی قبول ہونے کا استنار ہے و اذ قال  
الحی اٰرِیُّنَ۔ یاد کر جبکہ کہا حواریوں نے ف اور طرف متعلق بقدر مانند را ذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریوں نے عیسیٰ ابن مریم۔ اے عیسیٰ  
بیٹے مریم کے ف اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت میں حضرت عیسیٰ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا



یعنی سوالِ مادہ کا اس حجت سے ارادہ کرتے ہیں کہ ایک تو ہم اس میں سے کھاویں اور دوسرے و تطعمین قلوبنا اور چین پانین ہمارے دل سے  
یعنی یقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلوں کو خوب تسکین ہو اور تسیر سے یہ کہ و افکلمہ ان قد صدقتنا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت میں  
سچ بولے ہو یعنی ہمارے یقین اور علم تمہاری نبوت میں زیادہ بڑھ جاوے۔ و کون علیہا من الشہداء میں ان میں ہم سپر گواہ ف  
یعنی جو غائب ہیں ان کو ہم شہادت دین گے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کریں یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہوں نہ فقط سنی سنائی  
کئے دلے حاصل آئے نہ ہماری محتاجی و دروہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ مگر یقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت میں ترقی ہو اور غائب لوگوں  
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہوں۔ واضح ہو کہ ان میں عباسؓ مذکورہ وجہ چارم میں اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو مرد و زور آخرت  
بنایا اور انھوں نے فردوری میں دنیا مانگی اور یہ بہت بستی ہو اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہیں لیکن اشارہ ہے کہ قوم علی کا یہ حال تھا تو ابجد و الون کا  
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہے کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کر کے روزے تک  
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا میں لے جاتے ہیں پس کتنا بڑا فرق ہو واللہ اعلم۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الہی میں ان کا  
قدم ہوقت تک جہاں وسط پر بھی نہیں پہنچا تھا اس واسطے کہ جو مدارج کمال اس امت مرحومہ کے واسطے ہیں ان میں سے اوسط درجہ اگلی امتوں کا اعلیٰ درجہ  
تھا جیسا کہ سابق میں اس کا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیرؒ گذر چکا ہے فقہر۔ باجماع جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی غرض معلوم اس بیان کے  
موافق معلوم ہوئی تو قال عیسیٰ ابن مریم اللہ صمد ربنا انزل علینا کتاباً من السماء نکتون لکنا عیداً اکبراً و لکنا و الخیر فانا  
بولای عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید ہے ہمارے اگلوں اور پھلوں کے لئے ف یعنی مادہ  
اُترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لا و لنا بدل از لنا ہے با عادیہ حرف جار اور مراد اولین خود یہ لوگ و مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا  
ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کریں بعض کا یہ کہ اگر اللہ سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا  
ہے اور یہاں بدل ہے تاکہ حجت پرورش کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ کچھ شبہ یعنی انوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ روز جمعہ  
روز مبارک ہے وہ اگلی امتوں کو نہ ملا بلکہ یہودی سنی پر مجھے وہی اُن پر مفروض ہوا اور نصاریٰ انوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ  
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فاحمد شہد رب العالمین۔ اور یہی مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ ہو جبہ  
اسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات میں عید کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمیں عود الناس یعنی لوگوں کا اجتماع ہو یا فرج و سرور بھی لاتا ہے یا عادت متعود ہو یا مانند اسکے  
اہل نعت کے وجہ بیان ہیں۔ حاصل عا آنکہ اے پروردگار مادہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والوں و پچھلے آنے والوں کی عید ہو جائے و لایسہ تر صدق  
تیری قدرت پر اور میری موت پر نشانی ہو جاوے و اذ ذقت اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہوا نزل علینا یعنی مادہ اُتارے اور ہم کو یہ رزق  
دے و انت خیر الرازقین تو ہی ہے بہتر روزی دینے والا ف یہ بندوں کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہیں نہ حقیقتاً  
رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اس باب حقیقت محض ایک ہمانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہو اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل  
کرنے کا امتحان ہو اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما أنزل الیک من ربک لآ یحسب الیک من یفسر من مذکور ہو چکی ہے فقہر اور اس امتحان میں بہتیرے  
حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہیں حالانکہ ہر اذن فہم ان کی تدبیر بڑی نہیں ہوتی اور یہی تقبیر کی علامت ہے مگر نہیں  
سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہدایت فرمادے۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ اخیر جو مروت و فرحت و سرور جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید ہونا ہے جو جیسے  
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہیں بنتا ہو سنی اسطے بچھا عید نہیں کہنا یعنی ہم اسکو عید بنادین نہیں فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر



اس امر کا کمال سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کئے حالانکہ ان روزوں کے کیا فضائل ہیں اور ایسی ہی علیحدگی قربانی کی عید شریعہ ہر کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کیلئے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہیں پس عوام جو اس عید میں دنیا کی تمام ہوسوں تکلف کو جمع کرنا عین عید جانتے ہیں یہ ہوا وہوس ہر جان پاکیزگی و لطافت و غریب سہلانوں کیلئے کھانے پینے میں آسانی دینا اچھی بات ہے۔ فانہم۔ بالجمہل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے یا بالوں کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر سچا کیا اور خوب ٹٹے پھودے اور ناگی اور بھروسے۔ قَالَ اللَّهُ اِنِّي مَنِّزٌ لِّهَآ اَلْكَيْسُ كَمَا اَللَّهُ نِيَّ اَمَّا رُوْنُكَ وَهَآءُ نَمْرُودُ لَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی نے قبولیت کا جواب اس طرح فرمایا کہ البتہ میں اس مادہ کو تم پر اتارنے والا ہوں۔ عاصم و نافع و ابن عامر نے منزلہا بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیوں نے منزلہ از نزال تخفیف پڑھا اور اول میں منیٰ کمر و بار بار نازل ہونے کے اظہار میں حاصل نہ کہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا میں اتار دینگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ تم کچھ کچھ بھڑکنا بھڑکنا کوئی ناشکر کرے اس پیچھے منیٰ یعنی بعد مادہ اترنے کے۔ مِنْكُمْ تَمَّ لَوْ لَوْنِ مِنْ سَفْ لَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالٰی اُتْرُجَا۔ فَانِّي اَعْدَا بِلَهْ عَذَابِ كَرُوْنِ كَايْنِ اسکو لَعْنَةُ اَجَا اِلَیْہَا عَذَابِ كَا اَعْدَا بِلَهْ اَعْدَا اَقْوَمَ الْعَالَمِيْنَ وہ عذاب کسی کو دے گا جس میں سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے اُن کے زمانہ والے عالمین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہیں اور یہی اصح ہر اس واسطے کہ ان پر نسخ ہو کر سورہ ہند رہو جانے کا جو عذاب اُتھا وہ اُن سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں آیا ہے بعض یہودیوں پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ میں آئندہ اُن کے بعد اس عذاب سے محذب ہونے کی خبر ہے جیسا کہ قولہ لا اُعَذِّبُہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اُعَذِّبُہ نہیں ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان ل سے ہیں اور یہ جو حدیث شریفین آیا ہے کہ اس اُمت میں بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگوں پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جائیں جیسے فرمایا کہ میری اُمت میں سے ایک گروہ مشرکوں سے مل جادینگا اور ایک گروہ بت پرستی کرینگا اور میری اُمت میں سے قریب تیس کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرینگا۔ الی آخر مافی حدیث مسلم و قد ذکر سابقا اور احتمال ہے کہ شاید مسخ باطنی ہو الا انک خسف باطنی غیر مقصور ہے اور احتمال ہے کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مادہ کے حق میں ہوا اور احتمال اول ارجح ہے بالجمہل اللہ تعالیٰ نے مادہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایاں نہیں ہے۔ اور مردی ہر کہ جب عین میں نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر امر و کفر سے کفران نعمت ہو یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ ملا اس نایاب البالی کا یہی کہ طاعت و عبادت میں بے فکر رہیں بہر حال خوف کر کے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہیں مانتے ہیں پس مادہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہد حسن سے مروی ہوا لیکن ثبوت میں تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ مادہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ اِنِّي مَنِّزٌ لِّہَا عَلَیْکُمْ سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہے اور خلاف وعدہ ہونے میں سکتا اور یہی جمہور اُمت و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہے۔ قَالَ الْمُفَسِّرُ فَفَنَزَلَتْ الْمَلَائِکَةُ بِہَا مِنَ السَّمَآءِ عَلَیْہَا سَبْعَةُ ارْعَفَةُ وَ سَبْعَةُ اَحْوَات فَاکْلَوْا مِنْہَا حَتّٰی شَبِعُوا قَالِ بْنِ عَبَّاسٍ مِیْفَسَّرَ لَہَا اَنَّهُ بَعَثَ لَہَا اَسْمَانَ سے آنکھوں دیکھتے مادہ بیکر اترے پس ملائکہ نظر نہ آئے اور حواں نظر آتا یہاں تک کہ سامنے لا کر رکھا۔ اسپر سات گروہ روٹیاں اور سات چھلپیاں تھیں پس جو ایلیوں نے آسمان سے کھایا یہاں تک کہ سب میسر ہو گئے یہاں عباس نے فرمایا ہے وفی حدیث انزلت المائدہ من السماء خبز او کما فاروان لایحوزوا ولا یخردوا واند فاما نوا و خرا فخر فخرت و سوا قروہ و خازیر یعنی در ایک حدیث ترمذی میں آیا ہے آسمان سے مادہ اُتر ا روٹیاں گوشت تھا پس اُن کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھیں اور نہ ذخیرہ اندوزی نہ کریں مگر آخو انھوں نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مادہ تو مستطیع ہوا اور وہ لوگ جنھوں نے ایسا کیا تھا مسخ کر کے بندر و سور کر دیئے گئے۔ قَالَ فِی الْکَمَالِیْنِ۔ اس کو ترمذی نے بخاری میں یا سررضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیکھا ساد سے موقوف انکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے و قد رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابوشیخ

وہاں مردویہ ایضا واضح ہو کہ توہم عید الاولاد و آخرنا۔ کے بعض نے معنی بیان کے کہ جماعت کثیرین سے اگلے اس خواں پر پھینک کر کھانے والے اور پھیلے کھانے والے کیساں پاویں۔ بدلیل روایت ابن عباسؓ کہ ملائکہ آسمان سے خولان لائے جس پر سات روٹیاں و سات پھلیاں تھیں وہ ان کے سامنے رکھا پس اس میں سے جیسے اگلوں نے کھایا ویسے ہی پھیلوں نے سیر ہو کر کھایا۔ و عن عامر بن خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کہ ارواہ ابن جریر۔ و فی روایت عن عامر یہ قصہ مذکورہ والوں کا اور ان پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹوں و بکریوں کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں اپنے ایسے بزرگ کریم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور تم کو منع کر دیا کہ سونے و چاندی کو خزانہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوٰۃ نہ دو اور جو حقوق ہیں ان میں خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات ان نہیں گذریں گے کہ تم ان کو خزانہ بنا کر اس طور سے رکھو گے جس سے تم کو مانعت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کرے گا۔ رواہ ابن جریر قال المستقر

اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ امین آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتوں سے شروع ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا۔ پھر عذاب فتنہ میں پڑ کر وہی بدافعال کرنے لگیں گے جو بنی اسرائیل و اگلی امتوں سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو حالت خواں مذکورہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت و بعض بیان ہر اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہیں ہر اور مسلمان خیر رحمۃ اللہ علیہ سے اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر دتے تھے بوجہ ان شرطوں کے جو نزولِ مادہ میں مشروط تھیں اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو جنت کر اور عذاب مت کر۔ آئی میں نے بہت عجیب باتیں مانگیں اور تو نے دی ہیں آئی ہم بندوں کو اس کا شکر گزار کر دے آئی میں پناہ مانگتا ہوں کہ اسکو تو نے غضب اُتار ہو۔ آئی اسکو سلامت و معافیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ عیسیٰ و حواریوں کے روبرو اُترا۔ اور ساتھیوں نے اس سے ایسی پاکیزہ و شہید پائی کہ کبھی ہرگز نہیں پائی تھی اور عیسیٰ و حواریین شکر کے سجدے میں گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہاں سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی ان کو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور اُٹھوں نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے ان کو غم و غصہ و حسد عداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس روایت میں ہے کہ اُسپر سے سر پوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلیٰ پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اس میں پھیلوں کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کرات یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول و ترکاریاں و ناما و غیرہ میوہ جات مذکور ہیں۔ اور نیز اس میں ہے کہ شمعوں نے جو حواریوں میں سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر سے کیا کہ سوالات سے باز نہیں آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہو جائیں تو شمعوں نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے حدیقہ کے بیٹے میں نے اس سے سوال کا قصد نہیں کیا تھا پس عیسیٰ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہیں اور جنت کا بھی نہیں ہر اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ ہلک مارنے کی دیر نہیں ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حواریوں نے کہا کہ یا عیسیٰ امین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اتنا نہیں کرتے اس سے یہاں تک کہ اور آیت مانگتے ہو۔ پھر پھیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بوائے لگی جو زندہ پھیلی سے آتی ہے یہ دیکھ کر لوگ گھٹائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم اس حکمت پر عذاب نہ کئے جاؤ اور پھیل کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ارادت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھی ہوئی پاکیزہ ہو گئی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور اپنے پہل نہ کی تو حواریوں نے بھی ہاتھ کھینچا

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجوں اور لوے لنگڑوں کو بلایا اور کہا کہ بس اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسروں پر عذاب ہے انھوں نے  
فرمان قبول کیا اور دو عورتیں مل کر ایک ہزار تین سو آدمیوں نے کھایا پس جنھوں نے کھایا تھا وہ تو نگر ہوئے کہ مرتے دم تک نگر رہے اور سب بیمار اچھے  
ہو گئے اور حواریوں و لوگوں پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیوں کے کھانے کے بعد عیسیٰ و حواریوں نے جو کھو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس میں کوئی  
کمی نہیں آئی تھی پس وہ خان اٹھایا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا پھر جب اس کے بعد ماندہ اترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہو جانا تھا۔  
پس تو نگر و فقیر و بیمار و تنگدست سب نکل کر ہجوم کرتے۔ اور اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیر و یتیموں و  
لوے لنگڑوں کے واسطے قرار دے اور تو نگر و کمزور دے۔ اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کر دی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس  
تو نگر و کمزور کے دلوں میں بیودہ خیالات و شیطانی وسوساں و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگوں کو شک میں ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ  
قسم ہر جگہ میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں جھٹلانے والوں کو عذاب کروں گا حتیٰ کہ  
اخیرات میں سو رہو گے۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد جمعہ ابن کثیر و قد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ  
نے مجاہد حسن سے روایات نقل کیں کہ ماندہ نازل نہیں ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہیں اور تقویت اس قول کی یون بھی  
ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور قرآن مجید میں کوئی امر مخصوص نہیں ہے ہاں قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے  
استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اس پر دلالت کرتے ہیں اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم و مترجم کتاب ہے کہ انی  
منزلہا علیکم میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں اُتار دینگا تو مگر جب یہ شرط قبول کرو کہ جو نگر ہو تو اس کو ایسا عذاب کروں گا جو کسی کو نہیں کیا ہے لیکن چونکہ  
انھوں نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہیں ہوا۔ بالجمہ قرآن مجید میں یہ امر مخصوص نہیں کہ نازل ہوا یا نہیں نازل ہوا اور نہ اس سے  
چندان بحث متعلق ہے ہاں سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہیں بعض میں ہے کہ نازل ہوا اور بعض میں ہے کہ نہیں نازل ہوا و قول اول صحیح  
ہے واللہ و اعلم ف قال فی العرائس قولہ تعالیٰ و اذا قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم الایہ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی  
کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب خطاب کو قلب ابرو ارح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت  
و منزلت دریافت کرنے کا خیال سامیا اس واسطے کہ حالت ممکن پر پہنچنے نہ تھے تو ان کو تکوین میں دور ان تھا اور نفس دشمن کا معاوضہ ابھی اُن پر  
طاری تھا پس انھوں نے دفعہ معاوضہ نفس دشمن کے لئے و قلب کی طمانیت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے  
عوام میں سے تھے پر تھے تو نہیں دیکھا کہ خواص میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ بنی تھے انھوں نے ابتدائی حال میں کہا کہ رب ارنی  
کیف تنجی الموئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم نومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسوساں کے کہ۔ بلیٰ و لکن لیطمئن قلبی پس اللہ تعالیٰ  
نے فعل میں قدرت دکھلا دی کہ یون ہی مناسبت تمام ہر چنانچہ قولہ فخذ العجۃ من البیڑ الایہ سے واضح ہے اور ان دلوں و صفوں میں کوئی  
شک نہیں ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب لایت سے۔ بالجمہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر یہ سخت نشان  
گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسوساں خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب یا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو  
وسوساں خاطر تم پر طاری ہوتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکا اپنے اوپر لازم کر لو کہ جو خطرات تم کو تھارے نفس کی وساطت  
سے آتے ہیں اُن کے دفع کرنے میں مشغول ہو جاؤ تا کہ غیر آبی میں تمھارا شغل نہ رہے اور اس سے مجرب ہو جاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف  
دیدار غیب ہو کر واصل ہوا اس سے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھ کر یقین کا خواستگار ہو دے کیونکہ یہ ابتدائی مریدان کا

حال پر بس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا زید ان ناکل منہا الی آخرہ  
 حال آنکہ ہماری مراد یہ ہو کہ آپ ہمارے بدلون کو جو ابھی محل سواس خواطر میں اسی طرح غذا از جنت سے تربیت فرمائے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو  
 غذائے روحانی و مشاہدہ غیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اس سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائے گا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان  
 ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی بیان تک کہ ہم میں کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دیدار مجرہ  
 سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے میں شاہد ہوں گے اور با بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کر نیلے اور اپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں  
 سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہیں اور آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں یعنی محبت کی تاکید  
 فرمید ہوگی پس عیسیٰ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللهم انزل علینا مائدہ من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہیں مانگا  
 اس واسطے کہ آسمان و حانیت طمانیت و ملکوتیت ہوتی ہو اور آسمان ان عناصر کا میل نہیں ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے  
 اور آسمان سے طلب کرنے میں خصوصیت مجرہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عید الاولنا و آخرنا یعنی تو اسکو عید وصال کرے اور عید ہجر  
 مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہو کہ لوگوں کے واسطے عید ہو جائے اور ایسے اعمال صالحہ کریں کہ جس سے سستی قبولیت ہوں اور یہ وبال  
 نہ ہو کہ ناشکری میں گرفتار ہوں جس سے مردود و بھجور ہو جاوین اور نیز عید باین معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے  
 اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال الاولون کے واسطے جو مقام ارا دت میں ہیں اور آخر الاولون کی عید ہو یعنی عارفوں کے واسطے۔ اور قولہ  
 و آتہ منک۔ یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی  
 منزلنا علیکم فمن یکرہ الایۃ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فخر و خواہش نفسانی میں پڑ گیا۔  
 اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ الہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہیں ہو سکتی اور مشاہدہ کی چمک سے  
 نصیب نہیں اور درگاہ وصل تک سائی نہیں اور حسن و جمال و محرم ہر اور یہ عذاب فراق نہایت سخت شدید ہے۔ شیخ ابو عبد اللہ نے کہا کہ میں تبدیلے حال میں خواب میں تھا کہ میں نے  
 رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو کچھ کہنے میں مجھ پر حکایا اور فرمایا کہ تم کو کیا سوتا ہے جسے حق تعالیٰ کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت میں پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تہذیر کی برہنہ ہے۔  
 وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَحْيَىٰ بَنِي مَرْيَمَ أَنْتَ خَلَقْتَ لِلنَّاسِ آخِذَ وَفَىٰ قَائِلَ الْهَيِّئِ لِي مِنْ دُونِ

اور جب کہ گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا تو لوگوں کو کہ تمہاراؤ جمع ہو اور میری مان کو دو معبود سوا اے  
 اللہ ما قال سبحانک ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحقی ط ان کنت قللہ فقد علمتہ  
 اللہ کے بولا تو پاک ہے تجھ کو نہیں بنانا کہ کون جو مجھ کو نہیں ہو سکتا۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا  
 تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انا انت علام الغیوب ۵ ما قلت

تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا بھی بات  
 لہم الا ما امرتني به ان اعبدوا الله ربی و ربکم و کنت علیہم شہیداً اما دمت فیہم  
 ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا  
 فکما توقیت کنت انت الناقب علیہم ۵ و انت علی کل شیء شہید ۵  
 پھر جب تو نے مجھے بھرا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے



إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَارْحَمْهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہیں اور اگر ان کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

کذا قال اللہ اے واذا کہ اذ بقول اللہ تعالیٰ فرمادے گا یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے حاصل آئے گا۔ ماضی معنی مضاعف ہو کر جوہ قطعی الوقوع ہونے کے اذ طرف کے تحت میں بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھیں اور ابعد کا سوال حقیقی ستفہام مابین معنی نہیں کہ اوتعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہیں بلکہ اوتعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہو کہ ان کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عزوجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جھوٹوں نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کریں تاکہ ان کی قوم سے بیٹا اور ظاہر ہو جاوے کہ محض جھوٹوں نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہیں مگر حکیم کہتا ہے کہ آخر زمانہ میں جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب پر لٹے اور نصاریٰ کو بہاد قتل سے توحید پر لا دینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح وہی ہے جو غسٹہ کرنے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر کی عرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے غسٹہ کیا۔ قال بن کثیر سرمدی نے کہا کہ یہ خطاب جواب نبی میں واقع ہوا اور ابن جریر نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال جواب اس وقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان میں اٹھایا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال لفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تعذبہم اور ان تغفرلہم اور ابن کثیر نے کہا کہ ان دونوں دلیلوں میں نظر کیونکہ بہت سے اموال آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کریں اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفرلہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حاکم کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ معنی نہیں کہ عذاب ید سے اور مغفرت کرے کیونکہ جملہ شرطیں ہر اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت میں ہونے والا ہے اور قتادہ نے اس پر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم نفع الصّٰلِحِیْنَ اَلَا تَرٰہُمْ یَعْمَلُوْنَ سَعٰیً ثُمَّ لَا تَرْءُوْہُمْ فَاُولٰٓئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ سمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر نے ابن جریر نے آرا دئے ہوئے غلام مسیح ابو عبد اللہ کے ترجمہ میں دایت کی اور کہا کہ ابو عبد اللہ نے فقہ تھے اُسے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و ان کی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی نعمتیں یاد دلایگا پس اسکو نزدیک فرما کر کہے گا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک و علی والدتک لآتیت۔ یہاں تک کہ فرمادے گا۔ یا عیسیٰ ابن مریم انت قلت للنّٰس اتخذونی و امی امین من دون اللہ لآتیت۔ پس عیسیٰ انکار کریگے کہ پروردگار میں نے نہیں کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہاں اُس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا۔ الی آخر احادیث راوہ آخر میں ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشوا کی جائے گی اور دوزخ کی طرف ہانکے جائے جائیگا قال ہذا حدیث غریب عن زید بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمادے گا۔ یا عیسیٰ ابن مریم انت قلت للنّٰس اتخذونی و امی امین من دون اللہ لآتیت۔ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ کو میری ماں کو معبود اللہ کے سوائے یہ نصاریٰ کا بھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کیواسطے حشر کے مجمع عام میں پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی و امی امین میں دونوں اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ کو اور مریم کو دوا کہ بنا لو۔ کیونکہ نصاریٰ میں ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خدا میں سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعض فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہیں اور بعض مسیح کو بیٹا کہتے ہیں اور اس ماننے میں بہت سے ایسے پائے جاتے ہیں جو اللہ کا مصداق مجموعہ ہاں

وہ بتایا ورنہ اقدس کو قرار دیتے ہیں بالجمہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل میان کے روئین کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ برونق لکھا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب آبی عزوجل کو نہیں گئے تو پھر تھرا اٹھیں گے اور ہر پڑ ہو سے خون کے چشمے جاری ہو جائیں گے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ۔  
 قَالَ مَتَىٰ هَٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ تُبَشِّرُونَ بِهٖ ؕ اَوْ جِئْتُمْ بِمَعَالِيكَوْنِ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّقٍ۔ مجھے کہاں سے سزاوار ہو کہ میں ہاتھوں جو حق وسیع نہیں ہے میرے واسطے و مفسر نے کہا کہ حجت ببارزائدہ تائید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہ کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق وسیع نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے۔ حال آنکہ حضرت عیسیٰ یہ سوال سن کر کانپ اٹھیں گے اور انتہا درجہ کا بے ہوش ہو کر کہہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو کہہ نہ سکتے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہو تو حضور آبی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام پھر تھرا ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تشریح بیان کرینگے پھر ادب عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی نہیں ہوں اِنْ كُنْتُ قُلْتُ هَٰذَا فَقَدْ عَلِمْتُ ؕ اَلَا مَنِ نَعَىٰ مِثْلَ هَٰذَا فَاِنَّ نَفْسِيْ تَوَدُّ سَبَّ جَانَاۤہِ جَوْمِیْرِے اندر چھپا ہوا ہو و کیونکہ تو علام الغیوب ہو ان میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَاَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِیْ ؕ اور میں نہیں جانتا کہ جو میرے علم میں ہر حرف کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور میں سے مجھ کو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو میرا ہی دیا ہو علم ہر اور تیری شان پاک کہاں۔ اور میں بندہ کہاں۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ حَقًّا کہ تو علام الغیوب ہے۔ اور نفس یعنی ذات ہو اور زجاج نے کہا کہ جملہ انشی اور زجاج نے وغیرہ نے واثقان میں مفسر نے بیان کیا کہ یہ کلام صحت از دواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہو اور حال آنکہ تعلم مافی نفسی کے مقابلہ میں فلا علم مافی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور البتہ ہر وہ سے مرفوع روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القادر فرما دیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰ نے خود عرض کیا مَا قُلْتُ لَہُمْ اَکَلًا اَمْ تَنۢبِیۡہِمۡنِیْ ؕ میں نے کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا تجھ کو اور وہ یہ کہ اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰہَ ذَرِّیْوْا ذَرِّیَکُمْ۔ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہر طرف گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی و ربکم سے اشارہ کر دیا کہ جب یہ کیفیت ہو کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہو و کُنْتُ عَلَیْہُمْ شَہِیۡدًا اور میں اُن سے خبردار تھا ف یعنی نگہبان رہا اُن کے باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے۔ مَا دُمْتُ فِیْہِمۡ حَتّٰی تَمۡیۡتَ اُنۢکَ در میان میں ہو چکا تھا لَکُمَا اَوْ قَتَلْتِیْ ؕ پھر جب نے مجھ کو کم کر دیا ف یعنی اُن کے پنج میں سے معدوم کر دیا۔ یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اٹھالینے سے بقرنیہ قولہ تعالیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ رَافِعًا لِّیْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّسُوْلُ عَلَیْہِمْ تُوہی اُن کے اعمال کا نگہبان اُن پر رہا۔ وَاَنْتَ عَلَیْکَ شَہِیۡدٌ اور تو ہر چیز پر شاہد ہو یعنی مطلع و ناظر ہے و خواہ وہ بات ہو جو میں نے اُن سے کہی اور خواہ میرے بعد اُنکا افرا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو مجھے سب معلوم ہے و اضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہو گئے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُنکے حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد ہی مشور ہوئے اور حدیث ابن عباس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اور یہ ہو گا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری اُمت کے دوزخ کی طرف پھرتے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں اُنکا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑے سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجھ کو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں ہی کہہ نکالوں جو بزرگت یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا و کنت علیہم شہیداً ما دست فہم فلما توفیتہی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شیء شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تغفر لہم فانک انت الغفر الذی علیہم۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اپنے پاؤں پھر گئے۔ رواہ ابو داؤد والبیہقی البخاری پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ من کوئی نہیں ہوں یہ سب تیرے بندے ہیں۔ ان تعذبہم فانہم عبادک فیما تیراجی چاہے ان کو عذاب کر تو تیرے بندے ہیں پس تو ہی ان کا مالک ہے چاہے جو تصرف کرے پھر کوئی اعتراض نہیں۔ و ان تغفر لہم فانک انت الغفر الذی علیہم۔ اگر تو ان کی مغفرت کرے یعنی ان میں سے ان لوگوں کی جو توحید پر سلام لائے ہیں تو عزیز الحکیم ہے۔ گو یا میں فرقہ میں سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے ان کی اور ان کی شاخوں کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کر گیا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونوں مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق میں ادبے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انہیں کے مانند بعضے شام کے نصرانی و حبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہیں ان سب کو بخش دے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو بخش دے تو غفور الرحیم ہے اس واسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ سول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعاً ممنوع ہو اور یہ مومن نہیں کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ ہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی الذین آمنوا ان یتغفروا للمشکین الا یہ ربوبہم اور غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ بیزاری ہو نصاریٰ کے حال سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ واسکے رسول پر چھوڑا باندھا۔ قال ابن کثیر اور اس آیت کو واسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گیا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک بات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک لآیت ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے ایسے شخص کو واسطے جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل میں ابو ذر سے ہے کہ پھر جب صبح ہو گئی تو میں نے عبد اللہ بن مسعود کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعود نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کر دنگا حتیٰ کہ خود ہی مجھ سے فرمایا میں تب میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اس پر کچھ مضائقہ جانتے تو فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کو واسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتر ہے ان میں سے مطلع ہو جاوین تو نماز چھوڑ دین (یعنی جو سمجھ لوگ میں) میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو خوشخبری دیدوں فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے انداز پر دوڑ گیا ہونگا کہ مرنے کے بعد عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدیں گے تو لوگ عبادت چھوڑ دیں یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جاویں گے تو آواز دیکھنے والے بلال لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی نے پڑھا قول عیسیٰ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الا یہ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور دے پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ مجھ کے پاس جا اور پروردگار داتا ہے تو جا کر اس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبریل نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبریل کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبریل کو حکم دیا کہ جا کر صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ میں تم کو رہنا مند و خوش کر دیں گے اور تمکو ناخوش نہ کریں گے۔ رواہ ابن ابی حاتم





تیری تقدیس ہے جیسا کہ سچا تک لکھ کر اظہار کیا۔ پھر کہاں سے میں ایک شریک بناتا اور کہاں یہ کہ کا فر و مشرک ہستان ہاندھتے ہیں کہ میں نے دوا کہ  
 بنائے۔ نفوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہر پس جو کچھ میرے نفس میں توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ  
 ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب و کما القدم تیرے غیب میں ہے وہ مجھے نہیں معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات میں کتنے قدیم اولہ وجود ازل قدیم ہے  
 مجھے نہیں معلوم ہو سکتا قال المترجم اس میں اشارہ ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال میں ذات و صفات باری تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین  
 کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہیں وہ حق ہیں بدو ان اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر میں بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول  
 اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلیم مافی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کتنے دماہیت سے غیب واقف و آنا ہے کیونکہ  
 تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور میں تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اور اک سے باہر عالی متعالی ہر جان معرفت توحید سے  
 آگاہ ہوں قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح شنیعی دمی از بحر العلوم میں مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق  
 ہے اور ظاہر از بانی باتین کرنے والوں کو وہم ہوا اور مردان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابهات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق  
 معرفت و انکشاف حاصل ہوتے ہیں اور کتنے صفات نہیں ممکن ہر بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روز بہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو  
 ناجائز و مفسد بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنیدؒ نے قولہ تعلیم مافی نفسی الخ میں کہا کہ جس حال پر میں ہوں اور جو کچھ معرفت مجھ میں ہے سب تو جانتا ہے اور جو  
 علوم و عنایت تیری مجھ پر ہے اس میں سے میں اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ میں ہے اور میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ پس رحمہ اللہ نے کہا کہ جو  
 تو نے میرے نفس میں دلالت رکھا کہ اس سے میں بھی نہیں واقف ہوں وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب میں ہے وہ میں نہیں جانتا ہوں۔ قال المترجم  
 اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقرؑ تیری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور میں تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت  
 ہے تیرے واسطے اسکو میں کچھ نہیں جانتا ہوں قولہ ما قلت لہم الا ما مرتی بہ یعنی میں نے اُن سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تھا اور اس پر کیا نیا والا  
 ہے اسکو فرد واحد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدا اللہ ربی و ربکم۔ امین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان  
 کر دیا کہ وہ میرے پروردگار بھی ہے۔ تاکمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و نہد نہیں ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت  
 ہی نہیں ہے قولہ کنت علیہم شہیدا یعنی دنیا میں ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتائے تھے کہ فلان منافق ہے  
 اور فلان ایسا دلیا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا مادمت فہم یعنی وحی و رسالت جب تک ان کو پہنچا تھا تب تک ان کی طرف میری توجہ تھی  
 کہ اُن سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے ان کو ان یعنی حوادث کو فنا کر دیا یا ان طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ میں مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو ان کو ان  
 و حوادث کی خبریں مجھ سے بند و غائب ہو گئیں چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل نکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا  
 اور توفیق ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہو گا جو مخلوق ہو اور  
 جو تیرے انوار مشاہدہ میں از خود رفتہ ہو جائے جیسے میں بندہ ہوں کہ تو نے مجھ کو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما  
 آخرتہی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہاں سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہوں جس قدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ سن والذی یشفع عنہ  
 الہا ذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہیں ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام  
 عرض کیا کہ اپنے داپنی مان کے معبود بنانے کو میں کہہ نہیں سکتا تھا کیونکہ تو نے توحید پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر میں اپنی خودی سے  
 فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہیں فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان ہا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابو بکر فاسی نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موجد ہوتا ہے سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں ڈال دے تو اسکو وہی وہاں ہے وہ اس سے بچنے کی خواہش ہی نہ کرے گا اسواسطے کہ دیدار حق اسکا وطن ہے اور نجات دہلاک ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اس نے چشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کر نیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات ہی رہ گئی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المسترحم مرتبہ توحید و تفرید میں بقا فقط ذات حق حی القیوم کو باقی ہو اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقا اسکو بصفات حق عزوجل پہنچتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق جا کر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی ہاں کیفیت اسکی عارف باللہ تعالیٰ جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے وقد قال الشيخ قد تباہت العقول و درست الرسوم و بطل ما کانوا یعلمون عقلمین حیران ہو گئیں اور اسمیں مضطرب ہو گئے اور جو کرتے تھے باطل ہو گیا اور یہ جو ترجمہ نے ذکر کیا ہے تمام بسط سے مولوی سحر العلوم نے شرح منوی روم میں بیان کیا ہے اور خود شیخ اکبر نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انھوں نے باہریت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہے جو تھا یہ صرف فنا بقا ہے اور وصول بدرگاہ مولیٰ جل علاہ اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس الی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہوتا اور یہ عقل بیان کام کرتی ہے جیسا کہ شیخ نے بیان کیا اور مولوی جامی نے شرح فصوص الحکم کی منہدی میں تصریح کر دی کہ جو لوگ اس شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہاں نہ پہنچیں اور اس فضل الہی سے ان کو جھٹلنے لگے تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہوں گے اور امید نہیں کہ خاتمہ سنجہ ہو پس عوام کو واجب فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہوں اور جب حقیقت پر اللہ تعالیٰ پہنچا دے تو وہاں سے البتہ کسی سردر میزان کو حاصل ہو گا۔ شاہ ابوالحسن نے خوب کہا ہے دلالت اور صلاحیت تو دور ہے پہلے تو مومن تو ہوا ہے شعور ہے اور امر عظیم اسرار و حقائق ہیں ہر سجدہ و انکسبت اق شعرو سخن سجایا جاسکتا ہے اور ہر نواکب شرح دقائق سے خبردار ہو گا فاستقم و اللہ الموفق والعین قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تفرلہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیت کریمہ ایک عجیب سرار پر مبنی ہے اور اس سچے مجید پر اہل دل فریادیتے ہوئے ہیں و لیکن بیان میں بسبق ہے کہ آیت سے ہرگز مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت مشرک میں ہیں اگر تو ان کو بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بلکہ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا یعنی جو مشرک کہ حالت مشرک پر رہے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانوں سے بگاڑا ہے اور تمام انبیاء و تمام امتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں سب اس امر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشا جائیگا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی بان پر ایسا ستر مکتوم جاری کر دیا جو تمام غلاموں کے دلوں پر خفی ہے سوائے ان بندوں کے جو خالص المسلمین اور یہ محال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مراد مغفور نہیں ہے اور یہ تو ظاہر شرع میں صریح وارد ہے بلکہ یہ گفتگو از عالم ستر مکتوم فی الغیب و مفہوم صلی خطاب ہے تو یہ اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالد بن فیہا ما دامت السموات والارض پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہو گا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کرے پھر نئے سرے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعود نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ اسکے دروازہ بند ہوں گے کہ اسمیں کوئی نہ ہو گا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمیں احتجاب یعنی بہت سے حقبہ پڑے رہیں گے اور سبھی رحمہ ثلثہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہو گی۔ تو نہیں دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے ان تعذبہم یعنی ان کے کفر پر اگر تو ان کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی سجادہ درست ہے کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک میں ان تفرلہم۔

یعنی جیسے اللہ دنیا میں ہیں تو مجھے کون مانے ہے۔ فانک انت العزیز۔ اپنی بادشاہت میں ایک اکیلا خود مختار ہے اُن کے سختی میں تو نادان نہیں ہے  
 الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے میں حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہیں سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔  
 قال المیزجیم۔ جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کئے انکاسیان اسی آیت کی تفسیر میں مع توضیح آویگا جس کا ذالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا  
 مرجع مقام تخلیق و تلبیس ہے و بالجملة یہ تو معلوم ہوا کہ اہل انار ہمیشہ آگ میں ہیں گئے اور خلاص نہیں اور موت بھی نہیں ہے اور دار آخرت سب باقی  
 و بائدار ہوا ان فنا نہیں ہوا شیخ اکبر ۷ وغیرہ نے تصریح کر دی کہ تبدیل جلا و جلکرتے سرے درجہ میں اُن کے جسم تیار ہو جانے میں بھی ایک انتفات  
 حست ہر۔ فافہم۔ اور نیز ان تغذہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب سے باین طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فہم میں ڈالے تو بندے میں اور اگر اُن کی  
 مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس میں ڈال دے کہ صفت وحدانیت سے تیرا دراک نہ کریں اور حجاب خطوط میں پڑے رہیں۔ و راقی نے کہا کہ  
 اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخش دے تو عزیز الحکیم ہے  
 بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے امت کی واسطے اسباط سوال میں نہیں کیا اور حق تعالیٰ سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 برابر شفاعت فرما دیئے اور امتی امتی کے جاوینگے یہاں تک کہ تمام امت کے حق میں قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس سے آنحضرت صلعم  
 مخصوص ہیں اور اسی پر اگلے پچھلے غلط کریں گے کہ آپ برابر اسباط کے جادین گئے اور حق جل و علا فرما دیگا کہ ہاں تو کہ تیری بات  
 سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ و الحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللَّهُ هَلْ يَبْقَىٰ مُنْفَعُ الصَّالِحِينَ صِدْقُهُمْ وَكَهْمُ حَبِطَتْ تَجَرِي مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آدے گا سچوں کو اُن کا سچ اُن کو ہیں باغ جگے نیچے بہتی نہریں  
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ہا کہ میں اُن میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی  
 لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُن کے نیچے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قَالَ اللَّهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ف بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول الظہر میں ہذا  
 بِوَجْهِهِ يَنْفَعُ الصَّالِحِينَ صِدْقُهُمْ یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچوں کو اُن کا سچ ف یعنی ہر روز قیامت دن اُس کا ہے کہ نفع دلوے  
 ان لوگوں کو جو دنیا میں سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ صادقین  
 یعنی موحّدین اور صدق اس کے انبیاء و مومنین ہیں کیونکہ کفار و مشرکین کو سچ بولنا آخرت میں کچھ نافع نہیں بلکہ اُن کو دنیا میں اس کا بدلہ مل جاتا  
 ہے ایشیت الہی میں مقدر ہو۔ پھر اندر عز و جل نے ان کے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ لَٰهُمْ حَبِطَتْ تَجَرِي مِنْ تَحْتِهَا  
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ ان کو ہیں باغ جن کے نیچے بہتی نہریں ہا کہ میں اُس میں ہمیشہ ف یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو  
 جزا ہے۔ اور یہ کیوں پس فرمایا بقولہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف یعنی اُن کے مطیع ہونے سے اور تعالیٰ  
 ان سے راضی ہوا۔ اور صحاح میں احادیث میں مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد اور تعالیٰ فرمایا گیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہر کہ میں تم سے راضی ہوا  
 اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ وَرَضُوا عَنْهُ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی اور تعالیٰ کے ثواب انعام سے مومنین سب کے سب

خوشدل راضی ہوں گے اور یہ بھی احادیث صحاح میں مصرح ہے ذلک الفکر العظیم۔ یہی ہر بڑی مراد ملتی ہے یعنی یہ فوز عظیم ہے اور نزد  
ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کیا فوز ہوگا کہ مالک خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسر نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز  
سج بولنا نفع نہ کرے گا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھوں نہ دیکھ سکیں ایمان لائے اور سچے بنے ہیں اور عمل طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گزر گئی۔  
لہذا مملکت السموات والارض اللہ کو سلطنت ہر آسمان و زمین کی ہے مثل بارش اور گنی و زرق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں  
وَمَا فِيهِمْ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے وہ خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور ناموصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور میں نہیں فرمایا  
اس میں غیر عاقل کی تعذیب ہے۔ دھوکے کی کھلی سٹھی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے اور مجملہ ہر شے کے یہ بھی ہر کہ صادق و موحد کو تو اب دینا  
اور کاؤبے کا فرکہ عذاب کرنا۔ اگر کہا جائے کہ ہر شے تو ذات باری تعالیٰ ہی ہے کیونکہ فرمایا اے شے اکبر شہادۃ یعنی ازراہ شہادت کے کون چیز سب سے  
بڑی ہو قل اللہ اکبر سے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شے کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسر نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ میں سے  
ذات آبی کو فاض کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہیں ہوا حق یہ ہر کہ ذات باری تعالیٰ میں ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شے کا لفظ اطلاق کرنا اور نہ کرنا  
صرف لفظی مفہوم ہے اور معنی میں ذات پاک حضرت حق تعالیٰ وہم و قیاس گمان عقل سے علی تعالیٰ ہر پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی بان کچھ  
بھی مجال نہیں ہے اور یہ امر کہ ذات او تعالیٰ اس کی قدرت کے تحت میں داخل ہو یا نہیں تو کسی مجنون کے خیال میں بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت  
کے تحت میں ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہو علاوہ براین یہ ایک نقص ہے جو جناب باری تعالیٰ کی شان میں قطعا محال ہے یا مجملہ ایسی لا طائل  
بحث سے جو ع کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ میں تحقیق حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ و بہتان پر تلبیہ کر دی  
کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا پائی ان کی جان کو دوزخ اچھوٹے منہ سے کہا وہ محض غلط ہر نام ملک آسمان و زمین و جان میں ہر وہ فقط اللہ تعالیٰ  
ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہیں ہے اور ہر شے کہ جو اس کے مقدور میں ہے اور اس کی ملوک ہر وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ ملوک ہر کہ اللہ تعالیٰ  
جل جلالہ جس طرح اس میں چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلادے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت میں کسی کو دخل نہیں ہر نہ اس کا  
کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جو رو۔ پاک ہر وہ ہر عیب نقص کی بات سے اور وہی عبود و برحق ہے اس کے سوا کسی عبود نہیں ہر  
ف قال فی العرائس۔ قال اللہ ذالوم نفع الصادقین۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم میں عذر و ث کو فانی دیکھا کیونکہ آنکھوں نے حق تعالیٰ کو نہ  
پایا مگر اسی طرح کہ اس کے اور اک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے  
حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہیں اور یہی ان کی معرفت کمال ہے اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے ذکر  
فرمایا ہے پس یہی عاجزی ان کو اس وقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فائز میں ان کی دستگیری ہوگی اور اللہ تعالیٰ  
صفت بقا سے ان کو ملبوس فرما دے گا حتیٰ کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عزوجل کے ساتھ باقی رہیں گے جہیں نے اس بیت میں کہا کہ جو بندہ حکما  
فضلا و قدر کے تحت میں یقین کہ ساتھ اپنے آپ کو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الہی سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے خیر و افعالا  
و محتاجی کا یقین رکھتا ہے اس کے صدق کے مقابل میں اسکا جملہ تقصیر عبادت فرد ہوگا اور اسکو صدق کا ثواب ملے گا جو فرمایا بقولہ ہم جنات۔ اے  
ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتیں جس کے زیر سایہ صفات کی نہر میں روان ہیں اور یہ اس طرح ملین گی کہ خطہ بلخطہ اسکو تسلی ہوگی۔ قولہ خالک  
فیہا۔ اس سے مستصاف باقی رہیں گے۔ ابداً۔ اے بلا انقطاع اور قولہ فی اللہ عنہم۔ یعنی قدم میں فانی ہو جانے کے بعد اور اک وصول قدم  
میں تعمیر پاک یہ رضا رائے پر طاری ہوئی۔ درخدا عنہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہیں ہر اور یہ رضا ہے کہ کشف قدم کے



البواب ان ہر بندہ ہون گے اور جس حال میں ہیں باقی رکھے جائیں گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے یہ شان ہر توحیرت سے سب کے سب مر جائے سو جو اس کو پہنچتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطا مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ میں مشاہدہ توحید میں پہنچتا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ کیسان نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریا کی تخت میں فنا ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ و قد ملک السموات والارض۔ اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجود خالق ہے پس ہی موجود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اس کی قدرت کے تحت میں مطیع ہے۔

سُورَةُ الْاِنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَقَدْ اَنزَلْنَاهُ فِي الْاَيَّامِ الْاُولَىٰ وَفِيهَا مِائَتُ وَخَمْسُونَ آيَةً وَمِنْ اَمْرِهَا

سورۃ الانعام مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سو اے قولہ و ما قدر و اللہ سے تین آیتوں تک اور سو اے قولہ قل تمنا لو اسے تین آیتوں تک اور اس سورۃ کی سب آیتیں ایک سو پینسٹھ ہیں اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ ہیں قال بن کثیر حم عوفی و عکرمہ عطا نے ابن عباس سے روایت کی کہ سورۃ الانعام مکہ میں نازل ہوئی یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ میں رات میں پوری ایک بار گئی نازل ہوئی اس کے گرد مئزر اور فرشتہ تسبیح کرتے تھے۔ رواہ الطبرانی وابن مسعود سے بھی یہی تعداد فرشتوں کی کی ہونا مروی ہے۔ جابر نے کہا کہ جب سورۃ الانعام اترتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح پڑھتے فرمایا کہ اس سورت کی مشابہت میں اس کثرت سے فرشتے ہیں کہ افق کو ڈھانپ لیا ہے رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم اور یہ اپنے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ الانعام نازل ہوئی اس کے ساتھ ایک ہرکب ملا کہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زلزلہ تھا اور زمین کو سختی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردویہ اور ابوالشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن جریر سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے فضائل میں ایک جماعت سے روایات ہیں قال القرطبی عدا نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ جہت کرنے اور ان کو قائل کرنے میں اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے میں اور جہت و حقارت میں ان کو حجت سے فائل کرنے میں یہ سورۃ اصل ہے اور اسی پر تکمیل نے اصول میں کو مبنی کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ

الَّذِیْ یَنْفِخُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحٍ یَّحْدِیْهِمْ یَعْلَمُ لَوْتَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا وَّ اَجَلًا

یٰٰ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں وہی ہے جن نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ پھر ہے

اِنَّکُمْ اَنْتُمْ قٰتِلُوْا وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ

اے کسے پاس پھر تم شکلاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کاتے ہو۔



اُن کو بھایا اور بھڑکا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک کفر سے بچو اور اپنی فکر کر کہ کس خواب خرگوش میں ہو یہ سب فانی ہے اور آخر اپنے خالق مہبود کے  
 یہاں نوار ہو گئے۔ **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ** وہی خالق مہبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا **ف** یعنی  
 تمہارے باپ آدم کو بدن کسی نسل کے بدون بان دبا کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ **ثُمَّ قَضَىٰ الْأَجَلَ**  
 پھر تمہارے لئے ایک مدت مقرر کر دی **ف** کہ اس کے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرنا تو اسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق  
 اُس نے چند روزہ زندگی میں بُت پرستی و شرک بد اعمالیوں نافراہیوں سے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب سمیٹا کہ آخر وہاں جا کر  
 خوار ہو گا اور یہ جو ہند و لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور  
 اور بدن غور کے اُسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرنا تو اُسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب دہر ہو جاتا ہے اور اُسی کے آثار نظر  
 ہو جاتے ہیں پس **ثُمَّ رَوَّاهُ لِلْعَالَمِينَ** اور اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بھگانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گزرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجبوریت  
 اور مجازاً جو چیز کہ اس میں واقع ہو جیسے موت اور مراد یہاں دل معنی ہیں یاد دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر کے **وَالْأَجَلُ مُتَمَدِّنٌ عَذَابَكَ** اور مدت باندھنی  
 ہوئی اُسی کے نزدیک ہوتی کہ اُس نے تمہارے محسوس ہونے کی ایک مدت باندھ دی ہو اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے  
**ثُمَّ أَنْتُمْ تُخَادَعُونَ** پھر تم لوگ اے منکر و شک کرتے ہو **ف** کہ ہم قیامت میں کہاں سے اُٹھائے جاوین گے ہم تو خاک ہو گئے حالانکہ آنکھوں کی  
 نظر پر اسکا دار و مدار رکھتے ہو تم کو چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معنی خالق برحق نے تم کو پہلے پہل پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اُٹھانے پر قادر  
 ہے پھر تمہارے ذرہ اور ذرہ کہیں جاوین اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے **ثُمَّ رَوَّاهُ لِلْعَالَمِينَ** اور اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی  
 چھوڑ دو اور اپنے خالق مہبود برحق کی بندگی کو ہرگز شرک نہ کرو۔ **وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ** وہی متقی عبادت ہو آسمانوں میں اور زمین میں  
**ف** کوئی دوسرا مگر متقی عبادت نہیں ہو پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش  
 آیا کہ فی السموات - جبار و مجبور کس سے متعلق ہو پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائنات یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ  
 حصول اوتقائی آسمان زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی مان و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر نے کہا کہ قولہ **وَهُوَ اللَّهُ**  
 اے وہو المستحق للعبادة ہو اور اسی معنی وصفی سے طرف مذکور متعلق ہو اور وہو المعبود نہیں کہا۔ باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کی واسطے ہر حال میں ہے  
 کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اس واسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرفت بلام ہے جس سے  
 انحصار ثابت ہو پس وہو المستحق کہنے میں یہ جھڑپ کیا کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہو اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے  
 غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہو مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں زمین میں وہی برحق مہبود ہے کیونکہ کافروں نے جبکی  
 عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ مہبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہون گئے مگر آنکہ تو بہ کر لین اور ابن کثیر نے ذکر کیا  
 کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تمام ہو اور فی الارض لعلم سرکم و ہرکم سے ابتدا ہے یعنی علم سرکم و ہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر  
 نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علم فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ **يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَتَجْهَرُونَ**  
 جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا **ف** یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں  
 تمہارے سر و ہر کو جانتا ہے۔ یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ  
 افعال یا افعال قلوب میں اور وہ وہی سہی بافعال سر میں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال سہی بھرمیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا ہر سہی

قوله تعالى ولعلیم ما تسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہو کہ مراد مفسر جس سے احوال نفس ہیں اور کہتے ہیں اعمال جوارح پس عطف الشی علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ دیکھو کہ مَا تَسْبُونَ اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو۔ بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب عقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور تقوی اختیار کرو کہ غیری بندگی مت کرو اور اُس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اس میں دلیل ہے کہ بندہ کا سب سے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں اُن کو کسب کرتا ہے اور میری اُسکا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہر اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہوتی ہے۔ فی العرسل فی اللہ تعالیٰ الحمد للہ الذی خلق السموات والارض لہ تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کی واسطے طریقہ بتلایا کہ اس طرح اُس کے جلال و جمال پاک کی شہادہ صفت بیان کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کی واسطے حمد و اوجہ فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں بتی پھر اُس حمد کا متعل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اُس نے اپنی حمد فرمائی وہی وحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہو اُس کو جنت کے جانے تو کوئی کیا حمد کرے گا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اُس کی ذات و صفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب اللہ العالین نے کیسے فرمایا۔ و انت کما اثبت علی نفسک الحمد نیز اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سب سے حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمع حمد ہے اور محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدم ہے اور حادث کو اس میں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اس واسطے کہ اُس کی حمد ازل ہی اور ازل ہی اُسی کو لائق ہے جو ازل ہی ہو یعنی قدیم ہو بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اُس کی حمد اور کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد للہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو بہ تمام الصفات محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب جمع ہو کر حمد کریں تو اُس کی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اُسکا ثواب جمل اچ ہوئے۔ قوله خلق السموات والارض۔ یعنی یہ حمد و حقیقت اُس پاک پروردگار کی واسطے ہر جس کی یہ صنع و قدرت ہو اور جنت کم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچانوں کہ اُس کی صفت و افعال سے اُس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کر دو تب تک ظالی نام سے اُس کی حمد و ثناء پر قدرت نہ پاؤ گے کہ وہ جمل الظلمات والنور یعنی جس نے آسمان و زمین کو نظر آتے ہیں پیدا کئے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہے اُس نے روح میں نور عقل دیا تاکہ اُس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہر جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور عقل حکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا خیالی و جسم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیج ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فا حفظہ اور قلب میں نفس بارہ کی تائیدی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے ہندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروفہ اللہ تعالیٰ نے اِذ اِرح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چھڑکا اور اُن سے اُنکو حصہ ملا اس نے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں منحصر ہے لیکن بشری معرفت کہاں تک ہو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا کم ہونا اُسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض صوفی لاتے ہیں کہ گنت کنزاً خفیفاً جبست ان احواف خلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت واسطی کے کلام سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے بظاہر اس کے من عرف نفسه فقد عرف ربه کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ جسے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان سو سو دلاویگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی



ہاں تک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں سوسہ لاکھ پانچ سو کو دفع کرنا چاہیے اور نیز حدیث صحیحہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کر دو اور اُس کی ذات میں فکر مت کرو۔ اور تمام سلف و خلف صالحین اسی پر گزرے ہیں کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و صفات میں غور و فکر نہیں کیا پس اہل ایمان پر واجب ہے کہ کبھی اس امر سے اس میں غور و فکر نہ کریں ہاں دنیا میں حصول انسان میں جو اعضا و غیرہ موجود ہیں اُن کے فوائد پر نظر کریں اور بے انتہا فائدے دیکھ کر اپنے خالق عزوجل کا شکر یہ ادا کریں کہ اس کی صنعت فعل اس قدر پاک و منور ہے تاکہ فعل سے جانب صفت صبح ہو۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی تصانیف میں اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم قولہ اللہ جل جلالہ خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہیں اور اس جسم کا دل یہ زمین ہے اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے میں مخصوص فرمایا۔ بقولہ و انزلنا من السماء ماء فاصبح منہ انبار۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہے کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتوں کا خزانہ و دلیت رکھا ہے اور زمین فطری لطائف رکھتی ہیں کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہیں اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس میں تعبیر نہیں ہے پس یہی ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنوں کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے مومنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم و جہکم یعنی جو اشتیاق تھا اُسے صمیم اسرار میں جمال قدیم کی طرف سے اور جو خلوص اس راہ میں تھا اُسے باطن میں مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اور نصاریٰ و عیسائی جن حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہیں اور جو شجاعت میں درگاہ جبروت میں سجدہ کرنے میں تھکے چہرہ پر اور جو آنسو بہتے ہیں اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہیں وہ سب بھیتا ہے قال لست جسم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے ردہ البخاری وغیرہ یہ افضل و بہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا یولوی روم نے کہا۔ این تضرع را برحق قدر ہاست ہذا ان بہا کا خجاست زاری را کجا است ہر کے برابر می نہد شاہ مجید ہذا شک ادوزن باخون شہید ہذا قال شیخ او نیز اشارہ ہر کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہے اور جسمانی طلب میں کوشش کرنا سب علم الہی میں ہر سہین لطیف اشارہ ہر کہ فرمایا وہ اللہ فی السموات فی الارض یعلم سرکم و جہکم آسمان و زمین میں مشاہدہ ملکوت ہر بعض نے کہا کہ دلی جوش و زبانی دعائیں سب جائز ہے ہذا وَمَا تَنبِئُهُمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ اَلَا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا اور نہیں ہو سکتی اُن کو کوئی انشائی اُن کے رب کی نشانیوں میں مگر کرتے ہیں اُس سے تقابل سو جو ٹھٹھا ہے بِالْحَقِّ لَمَجَّاءُهُمْ فَسَوُّوا يَاتِيَهُمْ اَنْبَاؤُكَ اَلْوَابِ ۝ يَسْتَهْزِؤْنَ ۝ اَلَمْ يَدْرُو کہ بات کو جب اُن تک ہو سکتی اب آگے آدے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں كُمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نَمَكِّنْ لَكُمْ ۝ وَاَرْسَلْنَا كَتَنِي ہلاک کیں ہم نے پہلے اُن سے سنگین اُن کو بجایا تھا ہم نے ملک میں جتنا تم کو نہیں بجایا اور چھوڑ دیا ہم نے السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِذْرَارًا ۝ وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ اَسْمَانِ برساتا اور بنادین نہریں بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو يَذْكُرُهُمْ وَاَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا ۝ الْاٰخَرِينَ ۝ اُن کے گناہوں پر اور کھڑی کی اُن کے نیچے اور سنگت

وَمَا تَأْتِيهِمْ أُنْزِيلُ مِنْ رَبِّكَ إِلَّا نَذِيرٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ وَمَا تَأْتِيهِمْ إِلَّا نَذِيرٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ وَمَا تَأْتِيهِمْ إِلَّا نَذِيرٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ

ان کے پروردگار کی آیتوں سے نہ یعنی قرآن سے اِلا کُلُوا عَنْهَا مَعْزِينِينَ۔ مگر آنکہ اس آیت سے منہ موڑتے ہیں نہ مراد آیت سے بنا بر قول مفسر کے آیات قرآن میں پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہو سکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہوں اذ انجیل معجزات و عجیب مخلوقات ہیں پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہوں والادل انج اور معنی اعراض کے یہ کہ اس میں غور و نظر نہیں کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و معرفت حاصل کریں اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت ترجمہ تو یہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب اُن تک پہنچی۔ نہ یعنی قرآن جب آیا تو اُس کو جھٹلانے لگے۔ فَسُوفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَكْبِرُونَ اب آگے آو گی اُن پر حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے۔ ابنا جمع بناؤہ خبر جس کی وقت عظیم ہو۔ اور یہاں جیسے بولتے ہیں کہ عقرب تم خبردار ہو گئے یعنی کوئی بڑا حادثہ تم پر پیش ہو گا۔ لہذا مفسر نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبتہ بمعنی انجام کار کسی شے کا۔ اور چونکہ کافروں کا کام بد تھا لہذا عذاب بڑا بدلا ہو گا۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے گھٹھے کا حال معلوم ہو گا پس جو لوگ کفر پر مے مانند ابو جہل وغیرہ کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہو گا کہ کیسی سزا دھڑھل کر رہے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد میں خوار ہونے کا ہے اور بعض نے کہا کہ قطع ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھوں میں اندھیرا آتا تھا۔ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ أَنْ يَسْمَعُوا قَوْلَ الْمُرْسَلِينَ ۚ وَمَا تَأْتِيهِمْ إِلَّا نَذِيرٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ

جانے میں کیا آنکھوں میں نہایت کہ کَمَ أَهْلَكُتُمْ سترے ہلاک کر دیے ہم نے نہ کہ خبر یہ یعنی کثرت سے۔ میں قتل ہو چکے ہیں قرآن اُن سے پہلی سنگتیں نہ کہ یہ کہ خبر یہ کی تفسیرے مانند قولہ و کم من ملک فی السموات۔ حاصل آنکہ کم من قرن کا نہیں من قبلہما بلکہنا اور قرن کے معنی قاموس میں ہیں کہ دن یا تین یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا سو یا ایک سو بیس سال کی مدت اور سو برس کے معنی اسی ہیں کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن معنی ہر ایسی امت جو ہلاک ہوئی اس طرح کہ اس میں سے کوئی نہیں بچا۔ مفسر نے ہی اخیر معنی لئے ہیں اور یہی مناسب ہیں اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیوں کا ہے جیسے قوم لوط کو ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو مٹا یا حاصل آنکہ کیا اہل کہ دیکھ کر عبرت نہیں لے پڑتے کہ ہلاک کر دیں ہم نے پہلے اُن سے بہت سی امتیں جن کا حال تھا کہ مَكُنْهُمْ فِي الْأَرْضِ اُن کو جایا تھا زمین میں نہ یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین میں تو انائی و مالدار کی کے ساتھ۔ مَا كُنْهُمْ إِلَّا نَذِيرٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ اس قدر کہ جو ہم کو نہیں دیات لکم کی ضمیر مخاطب ہیں اور پر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کر کے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلے کو ہلاک کیا حال آنکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالدار میں زیادہ تھے۔ وَارْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ صَيْدًا رَّسًّا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن کو گن پر آسمان یعنی مینہ پے در پے نہ کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ سَخِرَیْ مِّنْ تَحْتِهِمْ اور پیدا کر دی تھیں ہم نے نہ زمین کہ جو جاری تھیں اُن کے نیچے نہ یعنی اُن کی بستیوں کے نیچے۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتیں ہم نے اُن کو دی تھیں۔ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۚ

بدن کو دیکھو۔ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہوں پر نہ یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف بلایا اور انھوں نے انہی کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو سبب اُن کے گناہوں کے ہلاک کر دیا۔ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ اور کھڑی کیں اُن کے پیچھے اور سنگتیں نہ حاصل ہو لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضب الہی سے مٹ گئے اور نیست ہو گئے کہ ان کی بستیوں کا ٹڈل ویران پڑی ہیں ان کو دیکھ کر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤ گے تو اسی طرح ہلاک ہو گے نہ قال فی العرائس قَوْلًا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ يَوْمَ يَكُونُ لِمَنْ يَكْفُرُ بِهِ كُلٌّ مِّنَ الْبَنَاتِ ۚ وَفِي الزُّبُرِ ۚ

نے پیدا کیں پھر ان پر نور پاشی کی جس کو پہنچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا پس جو کافر مرے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کر سکتا تھا آیات آسمانی ہوں یا زمینی ہوں خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہوں یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ میں ہوں کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الہی سے چمکتے ہیں لیکن جس نے جو اس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھیں بند ہیں وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصر آبادی نے کہا کہ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات میں سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہیں۔ بالحدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیات سے مراد قرآن مجید و نورسین ہر جسکی تجلیات سے چکا چوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو تعظیم و عاجز تھے۔ لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ابو جہل وغیرہ جو کافر ہوں ان کو اس میں بھی شیطان نے دھوکے دیئے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كَثِيبٍ مِّنْ سَمُومٍ غَدَغْدَغًا لَّأَنذَرْنَاهُمْ وَيَوْمَ الظُّلُمَاتِ إِذْ يَخِمْشُونَ ۚ فَكَفُّوا عَنْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ وَتَلَوْنَاهُ ۚ وَكَفُّوا عَنْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ وَتَلَوْنَاهُ ۚ

اور اگر آسمان میں ہم ان پر لکھا ہوا کاغذ میں پھر ٹٹول لیں اس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہیں گے منکر

یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے مرتجہ اور کہتے ہیں کیونکہ نہ اُترا اُس پر کوئی فرشتہ۔ اور اگر ہم فرشتہ

مَلَكًا لَّفُتِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۚ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكِنَّا عَلَيْنَاهُمْ مَا يَلْبِسُونَ ۚ وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بِرُسُلِ مِن قَبْلِكَ

تو وہ صورت میں ایک مرد کرتے اور ان پر شہرہ ڈالتے وہی شہرہ جلاتے ہیں اور ہنسی کرتے رہے ہیں رسول کرتے کوئی فرشتہ

فَخَاتَمَ الَّذِينَ مِن سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَالْوَابِئِ يَسْتَهْزِئُونَ ۚ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا

پھر اُٹھ پڑے ان ہی ہنسی والوں پر جن بات پر ہنسا کرتے تھے۔ تو کم بھرو ملک میں تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمَلَكِ بَيْنَ ۚ

پھر کیسا ہوا جھٹلانے والوں کا۔

سراج میں ہے کہ نصر بن حارث و عبد اللہ بن اُمیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لاؤں گے نہایت کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپ کے رسالت کی شہادت دیں پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا۔ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ كَثِيبٍ مِّنْ سَمُومٍ غَدَغْدَغًا لَّأَنذَرْنَاهُمْ وَيَوْمَ الظُّلُمَاتِ إِذْ يَخِمْشُونَ ۚ فَكَفُّوا عَنْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ وَتَلَوْنَاهُ ۚ وَكَفُّوا عَنْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ وَتَلَوْنَاهُ ۚ

جیسے فرمایا۔ و لوفتحا علیہم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقاوا انما سکرت البصار نابل من قوم مسحون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھول دیتے اور برابر وہ اس میں چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھیں نظر بند بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفان السماء ساقطاً یقولوا سحاب مرموم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ یہ پرہہ جما ہوا بادل ہے۔ وقالوا لو لا انزل علیک مائدہ مائدہ اور کہتے ہیں مجھ پر کیوں نہیں اتارا کیا فرشتہ جو اسکی تصدیق کرتا۔ ف۔ یعنی اُس کے ساتھ میں فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرنا نبی والا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیہ ملک فیکون معنہ نذیر الالباب۔ یہ ان کافروں کی سخت ہمت تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہیں کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کر دیا۔ اول آنکہ بر ملا فرشتہ کا یوں نزول قدرت الہی میں کوئی چیز نہیں لیکن فرمایا واذکر لنا مائدہ مائدہ اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف۔ یعنی جیسے مانگتے ہیں اگر ہم فرشتہ اُتارتے اور یہ عباد کی باتیں بناتے تو کھڑے ہو جاتے۔ پورا کر دیا جاتا حکم ف۔ اُن کے ہلاک ہو جانے کا۔ ک۔ کا مینظر ہوئی پھر نہیں مہلت دے جاتے ف۔ کسی تو بہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ کی عادت پاک اُن لوگوں سے پہلے والوں کے حق میں جاری ہو چکی ہے کہ جب خون نے کسی آیت پر بہی کی اور اُس کے پورے کئے جانے پر ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب میں فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجمہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجیب آیت ہے کہ آنکھوں کو کھلایا جانے سے بہت قریب کہ بعد اسکا ایمان بالغیب یوں ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہیں ہو سکتی وقد قال تعالیٰ ما نزل الملائکہ الا باحق واما کالوا اذ انظرین نہیں اُتارتے ہم ملائکہ کو الا سحی اور ایسے وقت وقوع میں کفار مہلت نہ دیئے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکہ لا بشری الیوم لکم العذاب الالباب۔ و لوجعلنا مائدہ مائدہ اور اگر ہم بولی کرتے فرشتہ ف۔ یعنی اگر وہ شخص جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کہتے۔ جیسے کہ فرشتہ کو مانگتے ہیں لوجعلنا مائدہ مائدہ تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف۔ یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگوں کو اُس کے دیکھنے کی تاب نہ ہوئی اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ و لکنسنا علیکھم مائدہ مائدہ اور اُن پر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہیں ف۔ یعنی اگر ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انہر جو پس رکھتے ہیں اپنے نفسوں پر بایں طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تمہارے مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ لولا نزلنا ملکاً لفضی الامر سے دونوں آیت کی یوں تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکروں کی طرف بھیجا جاتا تو لفضی الامر لانیظرون۔ یعنی انکے قوائے بشری اسکو مشاہدہ کر کے زندہ باقی نہیں رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانیں نکل جاتیں کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگوں کو معرفت و کمال حاصل ہو اور کتاب الہی پر ایمان لا دیں اور نیک کام کریں وہ سب جاتا بہت اور قولہ و لوجعلنا مائدہ مائدہ لاجل الالباب۔ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ زمین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہیں کر سکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم میں متشکل کیا جاتا تاکہ اس سے باتیں کریں اور اُس کے نصائح کو سنیں اور جب اس صورت میں ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے۔ پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی صورت پر اُن کے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور جاتے پھر بھیجے گا کچھ فائدہ نہ ہوتا حاصل یہ کہ غیر جنس سے امور شریعت کی حکمت پوری نہیں ہے کیونکہ شریعت فقط ہا روزہ کا نام نہیں بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا میں ایسی خوبی سے بسر کرنا ہے کہ وہ تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو اور یہ بدون اُس کے معلوم نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور تمہیں دین میں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان اس کے رسول کے معلوم نہیں ہو سکتے ہیں لہذا رسول پر ایمان لا نا ضرر ہے کیونکہ بندے کے افعال و قسم کے ہیں ایک افعال و قسم کے ہیں افعال و قسم کے ہیں افعال و قسم کے ہیں



پس افعال قلب میں اعتقادات وغیرہ ہیں اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں اور اس کی شان میں کیا اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لا شریک ہے اور خالق و رازق ہے اسی پر توکل ہے اور بغیر اس کی تاثیر قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہیں ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت ارادہ و قصد پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت ارادہ و قصد پر عذاب ملاست پاویگا۔ اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالیٰ ہیں کہ بندہ بغیر رسول کے بتلائے نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہیں کہ مثلاً غرور و تکبر و گھمنند حرام ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت میں محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجار رکھے کہ میرے پروردگار میں کوش کرتا ہوں اور تیری قوت قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو بھلدار کرے اور مسلمانوں کے ساتھ ہمتی کی نیت رکھے اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہیں ہے اُنکادول اپنا دل جانے اور اخلاص رکھے کھنٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت وغیرہ بد باتیں ہی میں کبھی نہ رکھے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر میں پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیکر اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن میں ہزاروں باتوں کا ہے۔ اور دوسری قسم جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کام ہیں ان سب میں دل کی نیت شرط ہے۔ پھر ان کاموں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کی واسطے ہیں جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ دونوں رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتے کہ کون کون اور کون کون چنانچہ عید کے دن زندہ ہر دم ہر حال میں عید کے ایک دن پہلے فرض تھا اور دوسری قسم جو افعال ہیں جن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بان بچوں کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم ہیں ایک کہ دوسرے سے اپنا نفع لینا اور دوسرے کو خود نفع پہنچانا اور تیسرے دونوں کا اسمین نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہیں کہ اپنی ذات کی اصلاح کرنا اور دوسرے اپنے گھروالوں کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والوں و تمام جہان والوں کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب میں سچائی شرط ہے پس نوکری میں برے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے میک نیتی سے پورا کرے تجارت میں جس کی خرید و فروخت میں جو طریقہ شرع میں بیان ہوا ہے اُس کو برتے پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع میں بیان ہیں اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب ارجح کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب میں بھول ہو جائے تو بڑھتی پھیر دے جو چیزیں دنیا میں فساد ڈالتی ہیں۔ تال۔ طنبورہ۔ شتار۔ باجر وغیرہ نہ بیچے اور جن باتوں میں مانند گہون کو گہون سے بدلتے ہیں بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی و کفالت و وکالت و مضاربہ و اجارہ و صناعہ و سلم و شفعہ وغیرہ جتنے معاملات ہیں اُن کو پورے پورے شرعی قاعدن سے برتے تاکہ دنیا میں اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کریں اور علی ہذا کھیتی باڑی و با و شاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب سول سے معلوم ہوتے ہیں پھر جو افعال نیک ہیں اس کے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں افعال بد ہیں جو پری کرنا دھوٹ ڈونا بازی زنا کاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندوں کی بھلائی میں کوشش کرے کبھی مال سے کبھی بان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش بانی سے اور کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بصورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں امن امان ہے گریسا امن امان کہ سب بندے اپنے معبود خالق کی بندگی لئے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کر لیں تاکہ جب مرین تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہاں کی تکلیفات و مشقتوں کے بدلے جو اُن کی چند روزہ عمر میں اُن کو پہنچتی رہی ہے وہاں ہمیشہ ابدالاً با دراحت و آرام و عجیب نعمتوں میں خوشحال رہیں ابانا

وہ عقلمند آدمی یقین کر گیا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقہ و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عز و جل کی توحید شان کے لائق ہیں اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہیں قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہیں معلوم ہو سکتا ہے اور ان سب میں بڑا امر یہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد میں اور نہ اپنے افعال میں اور ان میں بھی جو اعتقاد میں برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بد بخت و نا بخار ہے اسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُس کا بندہ رہے اور اسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول بھیج کر سب کھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی انہیں کے جنس کا یعنی آدمی بھیجے کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کرے مرنے تو اس کی درگاہ میں جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہو گا تو یہ بات نہایت خوبی سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہو گا تو اسکے قدم بقدم چلنے میں کتنی نامناسبت ہو سکتی ہے اسلئے کہ کہے مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤ گے وحشت کھا گے اور فرشتہ ہو گا تو صورت ہی دیکھ کر جاؤ گے اور جب تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ رسول تم کو بری راہ سے پھیرتا اور بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی دہری سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہیں ہے تو اسکی بات سنیں سمجھیں و غور کریں تم یہ تو کرتے نہیں بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر جاؤ گے پھر نیک راہ کیا سیکھو گے اور اگر وہ آدمی کی صورت بن کر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طبیعت و جبلت زالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلو گے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کو گے کہ ہم اسکی کیا پیروی کریں یہ فرشتہ نہیں بلکہ آدمی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم میں تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور مجھے د آیات سے اسکی تصدیق کر دی اور سب بڑا معجزہ تو قرآن ہی کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام میں جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہیں آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکہ یشیون بطین بن سترنا علیہم من السماء لکار سولاً یعنی اگر زمین میں ملائکہ ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتوں میں بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیوں کی طرح بُرائی کے افعال باوجود خواہش کے چھوڑ کر بھلائی کے طریقہ پہنچانے و معرفت و توحید الہی کے جاننے اور ادب و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو اُن کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیوں کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور اضحیح ہے کہ ان کافروں کو خیر و خیال سوچنا اور اسکی دلیل تھی کہ ازل ہی میں ہم گمراہی کے حق میں تھوڑے ہی روزہ بشیر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید عبادت کیساتھ ستیمیز و جدا نہ کیے تب تک فرشتہ کو نہیں فہم کیا سکتا ہاں بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد راہ نزلاً اخری عند سیدۃ النبی کی تفسیر میں صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پہ دیکھا اور دنیا میں بارہا جبریل وغیرہ دیکھا کہ علی نبینا وعلیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلاں اور وہ فلاں فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال سلام و ایمان احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہم السلام پر بصورت بے داوھی ہو چکے خوبصورت لڑکوں کے آنا اور پہلے اسیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید میں مذکور ہے جبکہ انشاء اللہ مفصل قصہ دیگا۔ بالکل کفار کہ جب ایسی شیطانی باتیں جن کا وقوع ازراہ حکمت الہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہو جائے اور یہاں کے رہنے والے وہاں کے عکس ہو جاویں تو یہ عارف دال کے نزدیک خلاف مثبت و تقدیر و حکمت الہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی او تعالیٰ جل جلالہ و علم الوالہ نے حکم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا دیکھیں ان میں سے جن کی تقدیر میں کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو پاک رسول در بندوں کے اور مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتوں سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

بندہ رسول سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ اجمعین کی تسکین فرمائی بقولہ ولقد آتٰتھم ربی برسل من قبلہ انکہ اسے محمدؐ مقرر کیا  
 نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا۔ اور کافروں کو تنبیہ کر کہ اے ناپاک ناشکرے بندہ تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلوں نے کیا  
 مگر انکا انجام یہ ہوا۔ فَنَحَاتِ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَذَابًا كَثِيرًا پس جنہوں نے کافروں میں سے ٹھٹھول کیا تھا ان کو اسی چیز نے  
 گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ اس چیز سے کیا مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب آخرت  
 کے ساتھ تسخیر کرنے میں مراد اس سے اگر حق بات ہو تو گھیر لینے کے معنی کہ حق غالب ہونگیا لیکن یہ ضعیف ہے نہ نظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا  
 کہ رسول مراد ہیں اور اس میں بھی تامل ہے اور ارجح وہ ہے جو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافروں کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف  
 دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجھوں پر اور آخر انجام کا جب حجت پوری ہوگئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہاں تک کہ  
 بلاغت سے کفار کو تنبیہ کر کہ ٹھٹھا کر نیوالے ڈرین کہ انکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ سخرہ بن کرنے والے ابو جہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر آگئی  
 میں اکثر انہیں کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہیں فرمائی لیکن ایسے پاکیزہ اسلوب کے وعید پر کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ  
 اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے ان کو نکال دیا اور سخرہ بن کر نیوالوں کی تنبیہ کو اگلوں کے معذب ہونے پر قیاس کر لیا اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد  
 کا حکم دیدیا تاکہ نفسہ او فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہو اور باقی راہ پر آگئے بخلات اگلی امتوں کے کہ ایک بار گئی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور  
 وہ سب اسی قابل تھے خود بائیں عذاب اللہ غضب اللہ ابدا اللہم اور کما بالرحمة اللہم فو ذک برضاک من سخطک بمعافاتک من عقوبتک اللہم اذا  
 اردت لعبادک الفتنة فاقضنا الیک غیر مفتون اللہم فسا لک العاقبة والسلامة وتوفیق الخیر برحمتک یا حی قیوم فصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ  
 واصحابہ وسلم علی جمیع الانبیاء والمرسلین فی الحمد للہ رب العالمین پھر کفار کو خصوصاً اور سب نکار و شرک کرنے والوں کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہ میں نے  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرون سے۔ سب کو ڈانچا کہ اگر میں پھر زمین میں یعنی زمین کے ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے وفائے گذشتہ  
 میں فکر و غور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معلومات  
 کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین میں پھر فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے لَعَلَّکُمْ تَحْذَرُونَ پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ۔  
 لَکُم مَّا کَانَ عَاقِبَتُہُمُ الْمُنْکَذِبِینَ کیونکہ ہوا انجام کار ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس  
 حرکت کو نہ کرنا کہ سے باز آؤ تاکہ عذاب و بد انجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر عبرت ہے لیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافروں کے بد انجام پر خوف کر گیا  
 کہ ان لوگوں کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ انہوں نے بات نہ مانی پس بندہ مہربان کو مانے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے۔ **فَقَالَ**  
**فِی الْعَرَاتِ** قولہ تعالیٰ وللبسنا علیہم بالیلسون۔ کافروں نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک  
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نور اشراق اذلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ میں کہیں نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات و صفات تھے بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات  
 والارض مثل نوره مشکوٰۃ فیہا مصباح ولکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ قہر الہی کے اندھیرے میں بڑے ٹاپے ہیں۔ **فَقَالَ** تعالیٰ یطرون الیک  
 وہم لا یبصرون یعنی آنکھیں بھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ ولجعلناہم لکما یحسناہ وجلا لا یتہ۔ میں ارشاد  
 یہ کہ ہم انہیں ملکوت دیکھنے سے ان کی نظر ضعیف ہو اور اگر فرشتہ کو دیکھیں تو آدمی ہی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو مرتق التباس ہے۔ اور اصلی بیان  
 اس مقام پر یہ کہ قولہ لبسنا علیہم اے خطا کرین ہم ان پر جو وہ اپنے نفس پر خلط کرتے ہیں تاکہ اپنی خدایہ و فریب کی راہ نہ جانیں جیسا کہ ان کی مراد ہے اور انکا  
 اگر انہیں کی گردن پر لوٹ پڑے اور تڑکی تاریکی میں پھرتے پھرتے قولہ ولقد استہزی برس من قبلک۔ امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ

یَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَيْرُ وَأَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

اُسی کا ہے جو بتا ہے رات میں اور دن میں۔ اور وہی ہے سب سننا جانتا۔ تو کہہ کیا اور کوئی پلڑوں اپنا مددگار

فَاَطِِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ قُلْ اِنِّىْ اُمِيْرٌ اَنْ اَكُوْنَ

اور تو نہ ہو شریک پڑنے والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں

رَبِّيْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ مَنْ يُّصِرْ عَنْهُ يَوْمَ مَعِيْ فَقَدْ رَحِمَهُ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ

محبوب بھی مخلوک اسی ہوئے اور یعنی یہ کہ آسمان و زمین مع تمام اشیا کے جو ان میں ہیں یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالیٰ کے بس کی ملک ہے۔ قرآن ایتھا کہ اودے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دیں تو خود تو یہ جواب دے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور

اسماں و زمین کو تو حضور اکرم نے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکوں و کافروں پر ایسی جبت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہیں کہ کسی شرک و فسق کی طرف جاویں۔ بلکہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اس واسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمال عبادت پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہو کر لگے

عبادتِ اظہارِ بندگی ہے پس جو اللہ نہ ہو وہ اس کا حق نہیں ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لی متعین ہوئی تو شرک تو بے کفی جاہئے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک جو مومن عفو فرمایا اللہ ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کَتَبَ عَلٰی نَفْسِیْہِ السَّحْمَۃَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی

ذات پاک پر رحمت کا بہناؤ کیا ہے فن کتب معنی فرض نہیں لیونکہ اول تعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض واجب نہیں ہر وہ قادر مختار جو چاہے کرے بلکہ کتب معنی قضی ہو یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اور پر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک میں ایک طرح کی مہربانی شگفتگی ہے کہ رحمت ہے

شکر کون کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھشک جانے میں چوک بولی اس کو رحمت سے معاف



فرادیکا اور یہ بھی اسکی جہت ہو کہ رسول بھی و کتابین نازل فرمائیں راہ توحید پر دلائل صریح قائم کئے حالانکہ آفاق و انفس میں لاکھوں دلائل موجود ہیں جو  
گو اسی سے ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ لاشریک ہے البوم برہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو بقدر کیا تو ایک  
کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری جہت سبقت لکھی میرے غضب پر کافی اسصح البخاری و مسلم۔ اور سلمان سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم  
نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے تو سو چونتین پیدافرائیں اور ان میں سے ایک حصہ بنیامین لوگوں کو ملا کہ جس سے آپس میں ایک  
دوسرے پر رحم کرتے ہیں رمان باپ غیرہ سب) اور ننانوے حصہ قیامت کی واسطے ہیں پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنوں کیلئے یہ حصہ بھی ملا کر سو  
پورے کر کے دیدئے جائیں گے یہ وہ مسلم واحد وغیرہ اور شرح ان حدیثوں کی بہت طول چاہتی ہو اور اولی یہ ہو کہ بندہ مومن ان باتوں کو  
بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہر اسمین عقل کو رسائی نہیں ورنہ علماء نے جابلوں کے ادہام دور کرنے کو معقول تاویلین بیان  
فرمائی ہیں پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد جملہ ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے غرہ نہ ہو جاوین اور بات کو اپنے  
موقع تک لکھیں اور حد سے تجاوز نہ کریں بقولہ تعالیٰ۔ لَیَجْعَلَنَّ لَکُمُ الْیَوْمَ الْقَیَّتَہُ کَذَیْبَ فِیْہِ۔ اللہ تعالیٰ ضرورتاً کہ یوم قیامت میں  
جمع فرادیکا جس میں کچھ شبہ نہیں ہو۔ یہ تاکید استعمال قسم ہے اور وجہ قسم بھی تقدیر ترہیب ہو اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے  
یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کر دیا کہ رحمت فرادے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمہاری عمر و رزق کو بجال رکھا  
اور تم کو ہمت دیدی باد جو یکہ تم شرک کرنے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لجمعکم کو یعنی تقدیر رحمت و وعدہ صادق رحمت کا یہ ہو کہ تم کو قیامت کے روز  
جمع کیے جزا و سزا کے اوقبل سکے اس عذاب میں جو تمہارے گناہوں کے مقابلہ میں سزاوار ہے ماخوذ نہ فرادے بنا بر قول زجاج رحمت کے جزا و سزا  
کا وعدہ صادق باروز قیامت ہو پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا لیلی اور ہمت نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر قسم کے  
قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اس قدر ہو کہ فرما نا رہے ہر مشرکین کا جو روز قیامت و بعث و حشر کے منکر تھے اسی واسطے لاریب فیہ سے تاکید کی۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوا  
انفُسَہُمْ ہُنَّ لَوْ کُنَّ اِنْسَانًا لَّوَدَّ اَنَّهُمْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔ فَاُولَٰئِکَ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ  
تو ایسے خبیث ایمان نہیں لانے ہیں اگرچہ یہ جانتے دانتے ہیں کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَکُمْ مَّا سَاکُنَ فِی الْبَیْلِ  
وَالنَّہَارِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہو جو چیز بستی ہر رات میں اور دن میں اس کا خالق و مالک ہے اور مدارک وغیرہ  
میں ہو کہ قولہ ماسکن اسے اسکن یا متحرک ایضاً یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہر سب اللہ تعالیٰ ہی کی واسطے ہو حرکت و سکون باہم متضاد ہیں پس  
سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کر کے دوسری ضد کو ذکر نہیں کیا اور ہا یہ کہ سکون کو واسطے ذکر کیا کہ وہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی  
مشرکون پر جہت ہو جو اس مہم میں پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر میں نہیں ہو اور اسی مہم پر بتوں کے انتظام پر پھر وہ کہنے اور ان کی عبادت  
کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مصرح رد کر دیا کہ رات دن میں جو مخلوق بے طلب تردد کے ساکن ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی  
کی پرورش سے ذوق پاتی ہے اور حضرت سرمدی نے کہا کہ ماسکن یعنی جو ثابت مستقر ہوئی۔ ہی دشمنی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو  
منہج قرار دیا ابن جریر رحم نے کہا کہ جبہر آفتاب طلوع و غروب ہوا وہ رات دن کے ساکن ہیں سے ہر پس مراد اس سے تمام وہ چیزیں ہیں جو  
طلوع و غروب آفتاب کے درمیان ہیں خواہ کہیں ہوں اور ابن کثیر نے کہا کہ ہر جاندار آسمان زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و ملک میں۔ بالجملہ  
اس میں اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہو ائمہ جی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک ہی آپس اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکون و کافروں  
دفعلا سقم و محسوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکے مخلوق ہونے یا بر انتظام ہونے سے خارج ہو یا وہ قادر و مختار نہیں یا کوئی مخلوق

اسکے ساتھ شریک ہر سب غلط و کفر و جہالت ہر وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی یہی خوب سننے والا ہے جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک و کفر کی اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ کوئی کرے عبادت و بندگی یا کفر و شرک وغیرہ۔ اور البتہ شرم چاہیے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب میں شرک کفر لے کرے۔ اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا۔ قُلْ أَغْفِرُ لَكُمْ إِنْ تَأْتُوا بِلَايَةٍ كَذَلِكَ فَتَلْهَى السَّيْئِلُ الْإِنْسَانَ أَذًى بَصَائِرُ السَّيِّئَاتِ وَمَا يَذَّكَّرُ عَنْهُمْ سُدَّةٌ اور یہ استفہام انکاری ہے اور معنی یہ کہ اگر کسی کو بتوں کا بناؤ کجا جسکی یہ شان ہے فَطَرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَسْمَاوٰنِ فِیْ زَمٰنٍ کُوْنُوْنَ کو ابداء کرنے والا ہے۔ یعنی دونوں کو اُس نے بدون مثال سابق کے ایجاد کر دیا۔ وَهُوَ یُطْعِمُهُمْ اور وہ رزق دیتا ہے وَکَ لَا یُطْعِمُهُمْ اور رزق دیا نہیں جاتا۔ یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کَمَدے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں ہی پہلا وہ شخص ہوں جو اسلام لایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی واسطے مطیع و منقاد ہوا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت میں سب سے اول میں ہی مسلمان ہوں۔ وَکَ لَا تَکُوْنُوْنَ اَعْرَافَ۔ اے قبیل لی۔ لاگون۔ مِنَ الْمَشْرِیْقِ اور مجھے کہا گیا کہ تو ہرگز امت ہونا ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر نیو لے ہیں۔ یہ عطف ہر امت پر تقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قُلْ عَطْفٌ ہے یعنی ایسا ایسا کمرے اور مشرکین میں سے امت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر ہی کا عطف روا رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مشرک ہونے میں سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل سلام اس خطاب سے مستفید ہوں۔ قُلْ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ۔ یعنی عصیان بائیں طور کہ غیر کی عبادت کروں۔ عَنْ اَبِیْ یُوْهَیْمٍ عَظِیْمٍ۔ ہو یوم القیامت۔ یعنی یوم سے مراد روز قیامت ہے معنی یہ کہ تو کمرے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کر کے غیر کی عبادت کروں تو مجھے عذاب و قیامت کا خوف ہے۔ بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہاں علم ہے یعنی میں جانتا ہوں کہ اگر یہ روزگار کی اس طرح نافرمانی کروں کہ غیر کی عبادت کروں تو عذاب و روز قیامت میں گرفتار ہونگا۔ امت چم کہتا ہے کہ ظاہر امر اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہے پس معنی یہ کہ میں جانتا ہوں لہذا خوف کرتا ہوں کہ نافرمانی کروں تو عذاب ہوگا اور علم و معرفت خوف ہے چنانچہ فرمایا۔ اَنَا یَحْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعِلْمُ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ایسے بند ہیں سے وہی ہیں جو علم دے ہیں اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردید نہیں بلکہ غیر کی عبادت میں قطعی عذاب جانتا ہوں۔ مَنْ یُصْرَفْ عَنْ شَرِّ یَوْمَئِذٍ کَثْرَ اَرۡبَعٍ کی قرآن میں بصیرت بصیغہ مہول ہے یعنی جو شخص ایسا ہو کہ پھر گیا اس عذاب سے اس روز قیامت میں یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے موڑ دیا گیا۔ فَقَدْ رَسِمَہٗ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رسم کیا۔ یعنی اس کے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا۔ اور جزوہ و کسائی والوں کی نے بصیرت بصیغہ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس روز عذاب کو تو اس پر رسم کیا۔ وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ۔ اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی فلاج ہے۔ فَنِی الْعَرٰسُ قَوْلہ۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ۔ اشارہ ہے کہ فطرت ذاتی میں سب سے اول میں تھا پس اس وقت جبکہ وجود میں کوئی نہ تھا مجھ کو حکم ہوا کہ عبودیت میں سب سے اول ہوں۔ بعض نے کہا کہ ظہور حق میں اول منقاد ہوں۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ مبادی قدرت میں پہلا حضور ہے کہنے والا میں ہوں۔

وَ اِنْ یَمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرِّ فَاَکَ شَیْءٌ لَّہٗ اِلَّا هُوَ وَ اِنَّا یَمْسَسُکَ یَحْیٰی فَہُوَ عَلٰی

اور اگر ہو بخدا ہے اللہ تم کو کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اٹھا دے سوائے اسکے اور اگر تجھ کو ہو بچا دے بھلائی

كُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۝ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والا خبر دہا

قُلْ اَتَىٰ شَيْءٌ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللّٰهُ تَقَالُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَارْحَمِ اللّٰهُ هٰذَا الْقُرْآنُ لَا نَزَلَ بِكُمْ يَوْمَ وَمَنْ يَبْلُغْ اَعْيُنَكُمْ لِشَهِادَتِهِ ۚ اَتَسْمَعُ اللّٰهُ الْاٰخِرَةَ

تو کہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور اترتا ہے مجھ کو قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جبکو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

قُلْ لَا اَشْهَدُ ۚ قُلِ اِيْمَاھُمْ اِلَہٗ ۚ وَاحِدٌ قَارِئُیْ بَرِئُیْ مِمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

تو کہ میں نہ گواہی دوں گا تو کہ وہی ہے معبود ایک اور میں قبول نہیں رکھتا جو تم شرک کرنے ہو

الَّذِیْنَ اٰتٰیہُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَہُمْ ۚ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَہُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جنہوں نے ہلکی رہی اپنی جان

قُلْ لَّیْسَ بِہُمْ اَعْمٰیۃٌ ۚ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اَفْتَرٰۤی عَلٰی اللّٰهِ کَذِبًا ۚ اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ۚ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

وہی نہیں مانتے اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ یا نہ سے اللہ یا جو جھٹلائے اُسی آیتیں مقرر بھلا نہیں پائے گنہگار

وَلَا یُفْلِحُ سَعْدُکَ اللّٰہُ یُفْضِلُ ۚ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہنچا دے ف یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر کہجی

بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض محتاجی وغیرہ مضرت پہنچے فلا کا شفق کہ تو کوئی اس بلا کا اٹھانے والا نہیں۔ لا ہو۔ مگر وہی پاک پروردگار تعالیٰ۔ وَاِنْ یُّمَسِّسْکَ یُخْرِجْکَ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہنچا دے

ف مانند صحت و تو نگر می وغیرہ کے۔ تو وہ قدیر ہے۔ فَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے یعنی کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہنچا دے تو در کر سکے یا وہ شفقت پہنچا دے تو روک سکے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے۔ اللہم لا تعط لی ما اعطیت ولا منعت ولا یفزع الیّ الیحد منک الجداے پروردگار کوئی روکنے والا نہیں جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہیں جو تو نے روکا اور نہیں نافع ہے صاحب شے و کوثر تیری فضا و قدر سے عن ابن عباس۔ میں آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے میں تجھ کو کلمات سکھلا رہا ہوں محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے۔ یاد رکھ اللہ تعالیٰ کو اپنے مواہب میں پاؤں کا جب کچھ مانگ

تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ۔ جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہاں اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہنچا دے تو تجھے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا مگر ہی اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں لکھا ہوا اور اگر سب بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہنچا دے تو نہیں پہنچا سکتی مگر ہی اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھا ہوا۔ قل انما اکتفوا اللہ خیر شک ہو چکے واہ اللہ ہی اور زمین ایک کلمہ زیادہ کیا کہ اسانی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو اللہ تعالیٰ تجھ کو کلفت سختی میں محفوظ فرما دے گا و اللہ واہ احمد۔

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہیں کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ۔ وہی حکیم خبر ہے۔ یعنی مخلوق میں جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہے پس ہر ایک کو اس کے لائق دیا ہو کر سچ سیدو علی نے کہا کہ کافران کہہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپ کی نبوت کی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگلی کتابوں والے انکار کرتے ہیں تب یہ نازل ہوا قل اُمّی شَیْءٌ اَکْبَرُ شَہَادَۃً یعنی ان مشرکوں سے کہہ دے کہ گواہی میں کون چیز سب سے بڑی ہے۔ قُلِ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ تعالیٰ ہے۔ یعنی ہی جواب ہے اور کوئی جواب نہیں صحیح ہے اگر وہ لوگ چاہیں تو تو ہی کہہ دے اور معنی یہ اللہ اکبر شہادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہزارا شاہد ہونے کے اور مراد اُنکے سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ شَہِیْدٌ لِّکَیْنِیْ وَجَہِیْنِکُمُ وہ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہے۔ پس مبتدا و محذوف ہر کلام بیان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر امی شَیْءٌ کے جواب میں جب اللہ کا تو دلالت ہو کہ شَیْءٌ کا اطلاق ذات پاک پر درست ہے اور توجہ کی گئی کہ شَیْءٌ کا اطلاق واجب ممکن سب پر ہے اور اس سے مستکملین عبادہ استدلال لاتے ہیں بعض نے کہا کہ جواب یوں ہو کہ قُلِ اللّٰہُ شَہِیْدٌ لِّکَیْنِیْ وَجَہِیْنِکُمُ۔ تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہے اس سے ثبوت نہیں ہوتا کہ شَیْءٌ کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر ہوتا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تم نے شہادت میں کون چیز سب سے بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہو بلکہ تمہارے میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار کرتا ہو اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل پر شَیْءٌ کا اطلاق کیا جائے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہیں آتا کہ قولہ واللہ علی کل شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں سے ذات باری تعالیٰ کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شَیْءٌ کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے۔ اور جو مترجم نے اختیار کیا اُس پر لازم نہیں ہو کیونکہ شَیْءٌ میں ذات باری تعالیٰ عزوجل اخل ہی نہیں ہے اور ہر ایک کہ لفظ شَیْءٌ موجود ممکن الفاظ مترادف ہیں تو یہ تعبیرات ہیں کہ ذات باری تعالیٰ عزوجل کے۔ میان میں ان الفاظ سے چارہ نہیں جیسے ماومن موصولات میں سے ذات باری تعالیٰ کو من سے تعبیر کرتے ہیں جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب میں قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہوا اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل عقول کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول میں سے نہیں کہہ سکتے ہیں ایسا ہی یہاں ہے فلینال پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے مشرکوں کے درمیان شاہد ٹھہرایا۔ تو اللہ تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر کر دیے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعویٰ پر گواہی لائے اور بالاجماع خالق اشیا و اللہ تعالیٰ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی لفعیل بھی ہوتی ہے بلکہ لفعیل اقویٰ ہے کیونکہ قول کے الفاظ میں احتمالات پیدا ہوتے ہیں بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الہی سے مراد یہ قرآن مجید معجزہ طبع ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمہارے درمیان میں میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے۔ وَاصْحٰحٰتِیْ هٰذَا الْقُرْآنُ لَکُنْ نَبِیًّا وَکُفْرًا وَکَیْنِیْ وَکَیْنِکُمُ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈر سناؤن اور جسکو یہ قرآن ہو سچے۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تاکہ اس سے میں ڈر سناؤن تم کو اس اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن ہو سچا خواہ آدمی ہو یا جن ہو۔ اس میں صریح دلالت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہیں ہے اور مجاہد نے کہا کہ قولہ لا تذکرکم بہ۔ مراد عرب ہیں اور من بلغ یعنی سوائے عرب کے تمام کے ملکوں میں اے ہیں۔ اور انس نے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ روم و بادشاہ بخاشی و ہر سرکش کو خط لکھا اور اُن کو اللہ عزوجل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ بخاشی تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔



رواہ ابن مردودہ۔ اور بخاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جسے کسریٰ قیصر اور نیزامین صریح دلیل ہے کہ جو اس وقت موجود تھے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے  
 حق میں قرآن مجید کی پابندی یکساں ہے اور علماء ارحم اس معنی میں متفق ہیں۔ عن ابن عباسؓ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پورے گویا  
 میں نے اُس سے بالمشافہ انداز کیا پھر یہ آیت پڑھی۔ رواہ ابن الجارود الخطیب ابو نعیم۔ محمد بن کعبؓ نے کہا کہ جب کو قرآن پورے گویا اُس نے  
 نبی صلعم کو دیکھا اور آپؐ باتیں کیں۔ اور ایک روایت میں گویا محمد صلعم نے اس کو ابلاغ کر دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر عن قتادہ مرسلاً آنحضرت  
 صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو۔ اور جس کو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پونجی اُس کو حکم الہی پونجے گیا۔ رواہ عبد الرزاق  
 اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اس پر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُس کی طرف  
 بلائے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف  
 سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگوں کو پونجی دے۔ رواہ البخاری عن ابن مسعودؓ میں نے نبی صلعم سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ترومازہ کرے  
 اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ایسی پونجی دی کیونکہ سننے والے کے نسبت کبھی زیادہ مہر ہوتا ہے جس کو پونجی۔ رواہ الترمذی  
 وغیرہ۔ اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پونجی کتاب ہے۔ پھر اہل مکہ و مشرکون  
 کو فحاشی کی کہ اپنے خیالات و ادہام شرک ترک کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانیں۔ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ  
 مَعَ اللّٰهِ الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ كَاٰثِمُونَ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ  
 کہ میں اس کی شہادت نہیں دیتا ہوں قُلْ اِنَّمَا هُوَ اللّٰهُ وَاحِدٌ لَا تُدْعٰوْنَ اِلَيْهِ اِلَّا اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ  
 اور کہہ دے کہ میں بری ہوں اُس چیز سے جس کو تم شرک لاتے ہو ف یعنی بت و بد اعتقاد یا ان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو میں سب سے  
 بیزار ہوں پھر موافق سبب دل مذکورہ بالا کے مشرکین کہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ اُلکے کہ اُلکی کتابوں والے آپ سے انکار کرتے ہیں اس کا  
 رد فرمایا اور حاصل نکہ اُن کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ ازراہ حسد و عناد کے جان بوجھ کر منکر ہوتے ہیں اور فرمایا۔ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ  
 الکتاب وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے یعنی جن کو توریت و انجیل دی بنا برائیکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل آنکہ  
 علمائے یہود جو توریت جانتے ہیں اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہیں۔ لَعِبْرَةٌ فُتِحَتْ لَهَا سَبْعُ مِائَاتٍ اَلْفَ سَنَةٍ لَّا يَمَسُّهَا شَمْسٌ وَلَا سَافِرٌ وَلَا ظَلُمٌ  
 یعنی محسوس پہچانتے ہیں پھر اس تعریف کے جو اُن کی کتاب میں مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہیں کہ کَمَا كَيْفَ فُتِحَتْ لَهَا سَبْعُ مِائَاتٍ اَلْفَ سَنَةٍ  
 بیٹوں کو پہچانتے ہیں ف اُنکے پاس خبر اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود ہیں کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب سولوں نے  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپ کی صفت اور جہان پیدا ہونے کے اس کی پہچان اور جہان حجت کر کے اُس کی شناخت اور آپ کی امت  
 مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی اسطے بعد اس کے فرمایا۔ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ  
 میں سے اپنی جانوں کو خوار و خراب کیا ہے فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ اَلَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يَتُوبُونَ اِلَيْهِ  
 بات نہیں کہ پہچانتے نہ ہوں بلکہ عمدہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہیں اور فرمایا۔ وَ مَنۢ أَظْلَمُ  
 مِمَّنۢ يٰۤاَتُوْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَاٰتِلٰتٌ كَذٰبًا اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوْا فَهُمْ يَخِشُوْنَ ظُلُمًا وَّ يَخِشُوْنَ اَنۡ يَّخْرُجُوْا مِنْهُ اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوْا فَهُمْ يَخِشُوْنَ ظُلُمًا وَّ يَخِشُوْنَ اَنۡ يَّخْرُجُوْا مِنْهُ  
 باین طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین کہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ ہندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیز علیہ السلام کو  
 بیٹا کہتے ہیں۔ یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو۔ حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر اقرار بانداہا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اعظم کوئی نہیں پھر اگر کوئی ان دونوں کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا کہ ضمیرشان ہر لمحہ <sup>یُحْذِرُ</sup> <sup>الظلم</sup> یعنی جن لوگوں نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا ہو وہ فلاں نہیں پاویں گے۔ فی العرسل قرأ تعالیٰ وان میسک <sup>لقد</sup> <sup>بصر</sup> فلا کاشف لہ الا ہو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندہ مومن کو مضرت پہنچے تو اسکا کھولنے والا کوئی نہیں سوائے اسکے کہ او تعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھول دے۔ جنہیں نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہنچنے پر جو خطرہ اول تیرے دل میں خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجکا واس بلا میں کافی ہے اس مصیبت کے دور کرنے میں کفایت فرما دیگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجکا اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے پھر ڈرے گا یعنی تو جان اور تیرا معبود علیہ جانے حالانکہ اس معبود علیہ سے کچھ نہیں ہو سکتا وہ خود مجبور ہے۔ اُس اور نے فرمایا کہ تجھ بلا سے وہ نجات دیگا جو تجھ بلا میں ڈالے کیونکہ اسجاد کر نیوالا ایک ہی پاک ات ہے اور اغیار تو سب افعال میں و افعال میں سے کوئی یہ لیاقت نہیں رکھتا کہ اسجاد کرے۔ قولہ وہو القاهر فوق عباده حسین نے کہا کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو اور بعض نے کہا کہ جیسے بندوں کو موت فنا پر مقدر کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہیں ویسے ہی ان کو اسجاد و اظہار میں مقدر کیا۔ قال المترجم و فی الحدیث و ما من نسمة کانت الی یوم القیامۃ الا و سو کائن فیہا یعنی جو آدمی ادہ قیامت تک پیدا ہو نیوالا ہے وہ ضرور اس میں پیدا ہو جائیگا۔ قولہ قل ای شیء الکر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود آتی سے ہر ہر کسی چیز میں شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور عظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور ہے اور یہ شہادت ازیں ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہو چکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب ہے کہ امر کا جواب امر سے ہے بقولہ قل اللہ شہید بنی و بنیکم۔ شیخ نے کہا کہ جب شہود آتی سے قوم مشرک اندھی تھی تو انشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی حالت و عبادت سے ان کو کچھ نہیں سوچا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شیء الکر شہادۃ۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح کر دی بقولہ قل اللہ شہید بنی و بنیکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق میں شہادت صغریٰ تھی۔ بالجمہل جس نے شہادت کبریٰ کو نہیں دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھ لینی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل میں اندھا کر دیا گیا ہے وہ ہر شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ حسین نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہے جو ازل میں جن تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل ای شیء الکر شہادۃ قل اللہ۔ قولہ الذین آتینم الکتاب لیرفونہ حضرت حق عزوجل نے فرمادیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن سے جو انھوں نے توحید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت و صفت و سچے معجزات سے مذکور پایا لیکن معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الہی سے محروم اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بے نصیب تھے اسی اسطے اپنی جبلت غضب میں گرفتار ہو کر دنیاوی محبت میں پڑے اور باپ ادوں کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش نور معرفت الہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدموں کی خاک سجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ کو کسی امیر کے وزیر و صاحب سامعی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہیں کہ انھوں نے یہی بات کہ اب ہن مبارک لگو عطر سے افضل و بہتر ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيُنُكُمْ آلُ الَّذِينَ كُنتُمْ

اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے شریک والوں کو کہ ان ہن شریک تمہارے جن کا تم

تَزْمُون ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

دعوے کرتے تھے پھر نہ رہے گی ان کی شرارت مگر یہی کہ کہیں گے قسم اللہ کی ب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

انظر وكيف كذبوا على انفسهم وذل عنهم ما كانوا يفترون \* ومنهم من

اور بعضے اُن میں

اور کہہ دی گئیں اُن سے جو باتیں بناتے تھے

دیکھ تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر

دیکھ لو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور مھوئی سین ان کے بولے میں ہے۔  
تَسْمَعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا هَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَنْ يَفْقَهُوْا وَفِي الْاٰخِرَةِ وُقْرًا وَاِنْ

کے کان رکھتے ہیں تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلوں پر غلاف رکھے ہیں کہ اُس کو نہ سمجھیں اور اُن کے کانوں پر بوجھ اور اُن کے

یٰۤاَکُلَّ اٰیَةٍ لَا یُؤْمِنُوْهَا طَحٰتِیْ اِذَا جَاؤْكَ لِیَجَادِلُوْكَ فِقَوْلٍ لِّلَّذِیْنَ هُمْ وَّرَثٌ  
 دیکھیں، ساری نشانیاں یقین نہ لاویں انہیں جب تک آدین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہیں وہ منکر یہ کچھ نہیں

میرا دل ایسا لایو لایو ہے کہ جس نے اس کو سنا ہے وہ اس کی بات کو سمجھ گیا ہے۔

وَالْأَسَاطِيرُ الْأُولَى ۚ وَهُمْ مِنْهُمْ شَرٌّ ۚ وَإِنْ يَتُوبَ عَنْهُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَتُوبُونَ ۚ وَالْأَسَاطِيرُ الْأُولَى ۚ وَهُمْ مِنْهُمْ شَرٌّ ۚ وَإِنْ يَتُوبَ عَنْهُمْ فَإِنَّهُمْ لَا يَتُوبُونَ ۚ

إِلَّا أَسَاطِيرَ الْأَوَّلِينَ ۚ وَهُمْ يَكْفُرُونَ ۚ وَإِن يَدْعُوا إِلَىٰ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الْفَتَىٰ ۖ أَن يَرْسِلَهُنَّ لَمَكًا يَكُومَنَ فِي الْأَنْفُسِ ۖ هَٰؤُلَاءِ لَمَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ

اور وہ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے نہیں مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ذَكَرَكَ جَدَنَ كَيْفَ انْ مَشْرُونِ وَكَافَرُونَ لَوْ لَمْ يَكُنِ اسْتَوْفَى بِمَرْحَمٍ  
سے فرما دینے یعنی چمشر کر رہے ہیں۔ ایں شر کاؤ کہ الدین کتتہ تزعفون۔ بھلا ہے وہ شر کا کہاں ہیں جن کو تم زعم کرتے

فہم کہ وہ شریک ہیں اللہ تعالیٰ کے اور یہ سوال اسطے ملامت کے ہیں یعنی وہ تمہارے شرکار کہاں ہیں لاؤ جن کو تم شریک بتلاتے ہو

ترجموں کا مفعول محذوف کرنے میں اشارہ ہر کہ جملہ زعم باطل اُس من نکل جاویں گے۔ لَکَمُ لَکُنْ بَارُفُو قَانِیہ قرأۃ ابن لکیر و ابن عامر و عمار

و نافع ہے۔ اور ملکہیں بیاہتھانسیہ باقیوں کی قرآء ہے فتنہ صبر و دلون فرآء ہین پس بیاہتھانسیہ انون کے بسبب پہنچا جیہ کہ ہر ایک سے

اور اسم اسکا ان قابل الخ ہے اور تبار فوایہ پر ہے والون سے برت پر تھا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

صَلَّاتٌ مُّشْكِيَّةٌ میں اکثر کی قراۃ بالبحر ہے بنا بر آنکہ لغت ہوا اسم ذات پاک سے اور بعض کی قراۃ بین نبض ہے بنا بر آنکہ منادی بحروف نادرہ

وان قالوا بقوت صدر اے قولہ ہے اور تفسیر بنا بر قول مفسر کے یہ کہ تم تمکن معذرتہم الا قولہم واقدربنا ما کننا مشرکین یعنی جب ان سے شکرا

جاوینگے کہ لاؤ کمان میں تو باطل کو کمان سے لاوینگے پس گاہ فرمایا کہ بھران کی معذرت چھ نہ ہوئی سوائے اس قول اور دوسرے کہ وہ معذرت

نہ تھے یعنی ہم ان کو تبریک الین بہائے تھے کیونکہ جی معذرت سزا دیا اور یہی سزا دینا ہوتا ہے۔  
کیا اور ضحاک ابن عباس سے روایت کی کہ معذرت تم اے مجاہد - حاصل آنکہ مشرکوں کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھیں۔

وہ یہ دروغ ہو گا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ تم لم یکن قبلہم عذر ففتنا ایامہم اعتذارا عما سلف منهم من الشرب بالحد لا ان قالوا الخ یعنی

یہ فتنہ میں بیٹے الین گئے اُن کو تو اُن کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے چھ ہنوی سوائے اس سے کہ الین سے کہہ دیا کہ ہم سب سے  
 زحاج رحمہ اللہ نے کہا کہ امین ایک لطیف معنی یہ ہیں کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ میں پڑتا ہے پھر اسکو محنت و مشقت لاحق ہوتی ہے بوجہ

نہ جاج رحمہ اللہ نے کہا کہ ایمان ایک لطیف شیء ہے جس کا کبھی پیر نہ ہو اور کبھی کفار کا حال ہو کہ بتوں کی محبت سے ہو جاتا ہے تو اسکے حق میں کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سو اے فلان چیز کی محبت کے پسلیسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتوں کی محبت سے

میں بڑے بھرجب عذاب الیم نظر پڑا تو بتوں سے بیزار ہوئے پس ان کے حق میں صادق ہوا کہ تم لم تکن فتنتم الا ان قالوا انخ۔ اور بعض نے کہا

جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اس کو سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے  
 الا ان قالوا و اللہ ربنا ما کنّا مشرکین اور نیز فرمایا کہ لا یقینون اللہ حدیثاً حالانکہ وہ جھوٹ بول کر چھپا گئے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مشرکین جن

الان قالوا انت ربنا ما لنا سمر من اور سر قربا يا له لا يمينون انت ربنا ما لنا سمر من اور سر قربا يا له لا يمينون (يعني اهل توحيد پابند صوم و صلوٰۃ) کے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ  
دیکھیں گے کہ حیرت میں کوئی نہیں ہے اعلیٰ ہوتا سوائے نمازیوں کے





واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہیں ہرمانند اہابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسر نے قول خفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر ابا طیل و تہات ہیں یعنی بھوئی اور بے سر پیر کی باتیں۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اساطیر الاولین اسے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بتیل بلع دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر التزام دروغ بکتے تھے اور آیت میں دلیل پر کہ یعنی انکوں کے قصے ہیں بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جو شکر تا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَكْفُرُونَ عَنْهُمْ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہیں۔ ف لوگون کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں۔ قال فی الدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن پر یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ وَ يَكْفُرُونَ عَنْهُمْ اور اس سے خود دور بچنے پھرتے ہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وہم ہیون عنہ یعنی لوگون کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہیں و قولہ بناؤن عنہ یعنی چھوڑتے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ لغز قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگون کو اس سے منع کرتے تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثرین کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے قول وہم جو مفسر نے بیان کیا بصیغہ تضرع کہ کہا گیا کہ ابوطالب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگون کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ اور یہی قول قاسم بن خمیرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن ینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسر نے اسکو بصیغہ تضرع اسوئے بیان کیا کہ قول ما بعد یعنی قولہ وان یملکون الا انفسہم۔ سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیون ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہیں اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لئے ہے تو وہ فقط ضمیر شکم میں ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو متعل نہیں۔ قال مترجم جواب یون مکن ہر کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہر کیونکہ ہیون عنہ کے یہ معنی کہ لوگون کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ بناؤن عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیم مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابوطالب و اسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ نبیوا شتم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص ضمیر شکم نہیں کیونکہ قصہ حضرت ابراہیمؑ میں حضرت جبریلؑ نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کہا فی قولہ۔ اجمعین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اهل البیت الایہ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہیں اگرچہ یہاں مقام تعظیم نہیں ہر مگر آنکہ یون کہا جائے کہ جمع باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کہا فی قول امر القیس سے قفانیک من ذکری جبید منزل بہ علاوہ برین حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ اس کا نزول ابوطالب کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبد اللہ زاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن سمع ابن عباسؓ بہ۔ وقد رواہ الحاکم موصولاً وصحہ۔ اسی واسطے مفسر نے ما بعد میں ہلاکت کو فقط نامے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ ہمارے تفسیر اول کے لوگون کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونوں موجب ہلاکت ہیں۔ وَ ان یملکون لَآ اَنْفُسُھُمْ۔ حالانکہ یہ لوگ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف۔ کیونکہ اس کا ضرا بخین پر پڑتا ہو کیونکہ کافر شتم کر کرہم میں جا دینگے وَمَا یَشْعُرُونَ۔ ولیکن اسکا شعور نہیں رکھتے۔ ف۔ باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانورون سے بدتر ہیں ف۔ فی العرسل قولہ وہم من یتبع الیکالی قولہ لا یؤمنوا بہا۔ ان لوگون کے دل بسبب عوارض بشری نفس مارہ کے تاریکی کے دیدار الوار غیبی اندھے تھے اور خطاب حق کو نہیں سمجھتے تھے اور ان کے اسرار باطنی کے کانون میں تھینٹھرتے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھوں پر عشا دت

مذہب جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطار رحم نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنا سنا آتی ہے۔ واسطی نے کہا کہ بعض اُن میں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تارکیوں میں تیرا دھڑکا رہتا ہے اور جو کوئی اُن میں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہو تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لانا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَيْلَيْتُنَا نَزَدًا وَلَا نَكْذَابَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَقُلُوبٌ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہو اگر پوچھتے ہیں اے کاشکے ہم کو بھیجیں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتیں اور یہ ہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَأَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَكُودًا وَعَادُوا

ایمان والوں میں کوئی نہیں بلکہ گھل گیا جو چھپائے تھے پہلے اور اگر چھپاتے تو پھر کریں

لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

دہی جو منع ہوا تھا اُنکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہم کو کچھ

مَحْنٌ يُمَبِّعُونَ ۝ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ط قَالَ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ ۖ

نہیں اُٹھتے اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا أَبَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیون نہیں قسم ہمارے رب کی فرمایا تو کچھ عذاب بدلا اپنے کفر کا

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَيْلَيْتُنَا نَزَدًا وَلَا نَكْذَابَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَقُلُوبٌ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا أَبَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیون نہیں قسم ہمارے رب کی فرمایا تو کچھ عذاب بدلا اپنے کفر کا

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَيْلَيْتُنَا نَزَدًا وَلَا نَكْذَابَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَقُلُوبٌ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا أَبَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیون نہیں قسم ہمارے رب کی فرمایا تو کچھ عذاب بدلا اپنے کفر کا

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَيْلَيْتُنَا نَزَدًا وَلَا نَكْذَابَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَقُلُوبٌ

اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہیں

قَالُوا أَبَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

بولے کیون نہیں قسم ہمارے رب کی فرمایا تو کچھ عذاب بدلا اپنے کفر کا

۳۰۹

نہیں تھے۔ بایں طور کہ زبان بند ہوگئی اور ان کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے۔ قال بن کثیر رحمہ اللہ اور احتمال ہو کہ دنیا میں جو نبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جاننے لگے میاکی سے پرواہ نہیں کرتے اور وعید عذاب کو سچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بمقابلہ فرعون کے قرآن مجید میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا۔ لقد علمت انزل ہذا الارباب السموات والارض بصائر الایۃ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات کو رب السموات والارض ہی بصائر کیلئے بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون واسکی قوم کی خبر دی کہ حجد واپہا و استیقنتہا انفسہم ظلموا علوا الایۃ یعنی جان اچھوکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہوں جو لوگوں پر ایمان ظاہر کرتے اور دل میں کفر چھپاتے تھے اور یہ وار و نہیں ہوتا کہ آیت تک یہ ہو اور منافقین مدینہ میں تھے کیونکہ وقوع کسی اقد نفاق کا اسوقت مذکور نہیں بلکہ قیامت میں ہوگا تو اس درمیان میں خود منافق ہو چکے اور خود سورہ عنکبوت میں جو مکئیہ ہر صاف فرمایا۔ ولعلمن اللہ الذین آمنوا ولعلمن المنافقین الایۃ۔ قال لست جسم یہ توضیح ہو لیکن یہاں انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہے ہر بان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول میں مشرکین قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین کا بھی ہر مکئیہ اس کتاب علیہ دو نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ لکھا قال فی المدرک کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جان کر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ کے حق میں اسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپانا تھا۔ اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس حسن سلیقے ایک آیت میں ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت شہر کو نہیں ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا ان کے حق میں ایک گونہ اظہر ہے کہ پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو انھوں نے دنیا میں لوٹ جانے و عدم تکذیب کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہیں کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہونا تاکہ رو برو کیا تو یہ مکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال میں بندہ کی شان ہو بلکہ اسکی مہمیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اسطریقہ نہ تھے وہ گویا مہمیت ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہیں ہے اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ کذذبوا۔ اور اگر بالفرض وہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو۔ نَعَادُوا إِلَهُهُمُ لَعَنَهُ۔ بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ کذذبوا لکن لئلا یؤمنوا۔ اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہیں و اس دعویٰ میں کہ ہم ایمان لائیں گے اور یہ علم الہی محیط اور صادق ہے۔ عن قتادہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ایک دنیا میں پہنچا دیتا جو مثل دنیا ہے سابق کے ہوئی جس میں پہلے تھے تو بھی اپنے بد اعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے۔ قال بن عباس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے جاویں گے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاویں گے قبل فی قولہ انہم لکاذبون۔ اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ ازل میں بحاریت الہی عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا میں پیدا ہو کر منکر ہو گئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان سامنے ہوتا۔ و قالوا یعنی منکرین بعثت نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہیں کہ قیامت کی واسطے مردے اٹھائے جاویں گے انھوں نے کہا ان جی۔ ما ہی الحیوۃ نہیں ہے یہ زندہ ہونا۔ لَاحِیَاتُ الدُّنْیَا سَوَّاءٌ اس ہماری زندگی دنیاوی کے قَمَاحِیَّو عِبَادُ شَیْئٍ اور ہم مبعوث ہونے والے نہیں ہیں و اور شیخ ابن کثیر نے قالوا عباد پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا۔ الی الشرک لقالوا ابدع البعث یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعثت و حشر کچھ نہیں ہے اور یہی مداکین مستحق نے اختیار کیا ہے۔ کَذَّبُوا تَوَّابًا ذُو قُوَّةٍ اَعْلٰی دَعْوَتِهِمْ لِرَأٰی اَمْرٍ عَظِیْمٍ۔ اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائیں گے مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ ایک امر عظیم دیکھے۔ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ فَمَا دِیْکَ اَلَا تَعَالٰی خَالِیٰ خَطَابٌ نہیں بلکہ ملائکہ کی زبان سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکوں سے کہیں گے ان کو اہمیت کرنے و جھڑکنے کو کہ کیا نہیں ہے یہ بعثت و حساب

جو تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا برحق واقعی پس یہ استفہام تو بھی ہر اور مشرکین کا خارج ہو گا کہ روزِ حشر و مدوے اٹھائے جانے سے منکر ہیں وہ اس تو بیخ کے جواب میں عرض کریں گے۔ قَالُوا بَلَىٰ وَدَعْنَا لِعِزَّتِنَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ كُفْرِهِمْ وَمَنْ يَحْكُم  
فرما دیگا کہ پھر چھو عذاب عوجل پنے انکار کے ف یعنی دنیا میں جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اس میں تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا  
تھا اب اس کا بدلہ لایا کہ عذاب چھو ف فی العرسل قولہ تعالیٰ بل بالہم ما كانوا یخفون من قبل ط مشرکوں نے دنیا میں کفر و شرک کی قبیح حالت کو  
نہیں پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید ایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان توحید فقط اتنی بات ہے کہ اسے بند و تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی  
کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہے جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت  
خالق عوجل ہے کہ اس راہ پر نہیں آتے اور اپنی حرکت کی بُرائی نہیں پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اس وقت کچھ  
بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اُس میں تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے توبت میں سرگرداں پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے  
مقامات کو حقیقت میں پہچانتے تو معارف میں پہنچ جاتے کیونکہ نکت سے سیرازی ہی معرفت ہے اور یہ مقام اُن کے سینوں ہی میں تھا اور وہ  
لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانی کی شہوت میں بغیر اختیار کے سبب بنا دانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہیں ہے کہ جس کو غیبی کھٹکا  
والا الہام الہی کا کھٹکا نہ دیوے جس سے رخصائے الہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہے اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور اُس لیتا ہے لیکن اپنے  
دل میں خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت میں زیادہ گرفتار رہنے سے قلب کو پردہ ظلمت میں ڈھاپنے ہوتا ہے اسی قدر اسکو  
اس لام پر اعتنا کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل میں خفیہ رہ جاتا ہے کیونکہ وہ بال سے ہار یک ہر اور چوٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر  
ہا وجود اس کے وہ اپنے دل ہی میں اسکو جان ضرور جانتا ہے اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہے کہ پردہ انہیں کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے قیامت میں  
وہ اسرا خفیہ ان کو عار دلانے اور اُن پر حجت الہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دئے بعض نے فرمایا کہ اُنکے علم کے قلب جو  
اسرار ان میں خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس بخاری نے کہا کہ مکار صوفی و دعا باز عالم بھی اسکے اشارے میں شامل ہیں کہ لوگوں کو  
اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی اور با خدا دکھلاتے اور دل میں خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو انکے فریب مگر بھی اُس دن ظاہر  
ہوگا پس نیک بنڈن پسمندوں کے مقابلہ میں اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کریں گے۔ قولہ ولوتری اذ تقوا علی ربہم ط ابن عطار نے فرمایا کہ یہاں  
وقوف قمری مراد ہے اور انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق میں کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ اُن کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔  
قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا  
خواب ہوئے جنھوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہنچے اُن پر قیامت بخیر کہنے لگے  
يَحْسَبُوا أَنَّهَا نَارٌ وَمَا يُطْرَقُونَ فِيهَا وَمَا يُجْمَلُونَ أَوْ يَنَارُونَ فِيهَا ظُهُورُهُمْ مَّثَلُ  
اے افسوس کیا ہم نے تصور کیا اُس میں اور وہ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سنتا ہے  
سَاءَ مَا يَزِيدُونَ ۝ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُمْ فِيهَا مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَادِي الْمَلَائِكَةُ سَاقُوا  
بڑے بوجھ میں جو اٹھاتے ہیں اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی ہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سر بہتر ہے

يَتَقَرَّبُونَ ۝ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

ڈر والوں کو کیا تم کو سمجھ نہیں۔





ہماتے ہیں اور چونکہ خود بے ہرہ جاہل پر انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل میں اسکی کچھ بحث گزری ہے فتدکر۔ اور بعض علمائے کہا کہ قولہ وہم یحکمون اور انہم میں اور از جمع و زمر یعنی گناہ ہر اور عرب بولتے ہیں کہ اعمل فزرک یعنی اپنا بوجھ لا دے اور اسی سے وزیر یا خود ہی کیونکہ وہ بار امور سلطنت اٹھائے ہوئے ہیں پس حقیقت یہ کہ وہ بار گناہ اٹھائے ہوں گے اور حاصل آنکہ ان کے گناہ ان کو لازم و چپے رہیں گے نفس دور نہ ہوں گے اور تفصیل علی ظہور ہم کی گناہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی بیچارہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھاتا لیتا ہے پس ان کے شرک انکار بعث و حشر و سپہی دیگر گناہ ایسے شدید ہوں گے کہ بندہ موجد کے اگر گناہ ہوں تو ویسے نہیں ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ لا ساء ما یرد دوت۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہی جو اٹھائے ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے اوپر لا رہے ہیں۔ قیام و نے کہا کہ بس مال یحکمون اور ابن عباس نے کہا کہ بس حمل حملوا۔ یعنی ہری لادمی کو اٹھوں نے لا دا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو فحاش کی جو فقط زندگی اسی بنیادی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان ہی الا حیوننا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ قما الحیون الدنیا یعنی نہیں ہر اشتغال اس حیات میں بلکہ کعبہ دیکھو۔ مگر ابو ولعب فن۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگی دنیا میں اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط ابو ولعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ باطل ہے بنیاد ہے اگر کہا جائے کہ حیات دنیا کا شغل اگر ابو ولعب ہے تو غار روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہیں ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت سے ہیں شغل دنیاوی سے ہاں یہ کہ اگر جو لوگ غار روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت کھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہیں وہ البتہ شغل دنیا کا ہو کر بیکار ہوا۔ اور ابو معروف اور ہر وہ چیز جو حکم و باد آئی اور اس کے تعلقات آخرت سے جہاں تک کہ اس کے تعلقات شرعی ہوں ان سے مشغول کرے وہ ابو ہے۔ ۲۔ لا تدرکوا حنرا۔ لام تاکید ہے اور مرا و جنت ہے اور ابن عامر نے و لدار الاخرة۔ باضافت پڑھا ہے و لدار الحیوة الاخرة بخیر۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگی دنیا سے۔ ۳۔ لا یزین یثقون۔ ان بندوں کے واسطے جو قہمی رکھتے ہیں شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہیں۔ ۴۔ اقلوا تعقلون۔ ذلک فیمنون۔ کیا سمجھتے نہیں شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آدین شرک چھوڑ دیں اور یہ بنا برآں کہ یعقلون بصیرت غائب موافق انفرادیوں کے قرآن کے ہے اور نافع و ابن عامر نے تعقلون بصیرتہ خطاب پڑھا اور اس صورت میں یہ خطاب بیخ کیساتھ غضب کو بھی شریعت۔ فافہم۔

قَدْ عَلِمْنَا أَنتَ الَّذِي يَفْقَهُونَ فَاتَّخَذُوا مِنْ قَبْلِكَ فَصَبْرًا عَلَى

بِأَيِّ اللَّهِ يَجْحَدُونَ وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى

اللَّهِ كَيْفَ هُمْ يَجْحَدُونَ وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى

مَا كُنْزُوا وَآوْذُوا وَاحْتَسِبْنَا أَنَّهُمْ نَصْرَانَا وَلَا مَبْدَلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِينَ وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِينَ وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِينَ وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِينَ وَإِنْ كَانَ كِبْرُكَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ

یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا اور ان کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور بعث و حشر سے منکر ہیں اور خسار ہانا۔ اور وہ تجارت و صفقہ سے یعنی خرید و فروخت میں ہوتا ہے۔ وقد قال فی شان المنافقین فمات بحت تجارتهم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت سے انکار کیا تو اس میں خسارہ سخت اٹھایا اور مراد یہاں خسار سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب عظیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور تقاربات اور اس میں دلالت ہے کہ قیامت میں بیدار باری تعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسر نے کہا کہ تقاربات کی تائید یہ اس طرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ ہوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہو وہ دیدار سے منکر ہے۔ قال تعالیٰ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ جُنْ جُنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ نے تقاربات کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت میں پڑے۔ اور وہ خسارہ دائمی ہے اتنا کہ ہر ایک ان کے جھٹلانے کا ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ النَّارُ مَغْشَاةٌ بَغْشَةً۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آجائیگی۔ ف۔ یا موت آؤ گی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب مرا اسکی قیامت قائم ہوگی اور مراد آثار موت میں جو اچانک طاری ہو جاتے ہیں پس مضاف محذوف ہر اے مقدمات الساعۃ۔ حاصل نہ جھٹلاتے رہے تقاربات کو بطور انکار بعث کے یہاں تک کہ جب موت اچانک آئی ہو مقدمہ قیامت ہر بات قیامت آگئی۔ قَالُوا لَیْسَ شَیْءٌ مِّنَّا عَلَی مَا نَرٰهُ ظَنًّا فِیْهَا۔ تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی ف۔ حسرت و حقیقت منادی نہیں مگر یہ غایت تحسیر ہے اور قبول سبب یہ ایسی ندامتیں مجازاً حسرت کو پکارا بایں معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو۔ والتفریط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا۔ اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے۔ اور ابن جریر نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض فیہا کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے صفقہ میں جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر تفریط میں سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہیں ہوتا پس گو یا وہ مذکور ہے۔ اور ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھ کر بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایت فی قولہ تعالیٰ یا حسرتنا میں مذکور ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردودہ و خطیب بسند صحیح۔ بالجملہ یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر پالان ہونے کے اور حال یہ ہوگا کہ۔ وَهُمْ یَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ و لوگ لاتے ہوں گے اپنے گناہوں کو اپنی پھیٹوں پر۔ بایں طور کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت ان کے یہ اعمال ڈینگے ان کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند بون پس ان پر سوار ہو جائینگے۔ اور یہ معنی جو مفسر نے ذکر کئے ہیں بعض تابعین مثل البوردی و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہیں اور چونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں لہذا مسموع ہون کے اور معنی میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی کی روایت میں ہے کہ اس بد شکل بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے سامنے رہیں گے اور وقت بعث و حشر کے اس پر سوار ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب تمثیل فرمائے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کی اسطرح دنیا میں ایک ہی بات ہے اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہاں صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے یونان اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جلتے اور اس پر ان کی حکمت کے قوانین مبنی ہیں اور شیخ اکبر قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ حجت پیش کی ہے کہ قیامت دوار آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل و اہل علم اس میں اتفاق رکھتے ہیں ہاں اس زمانہ میں بعض ملحد و حال سے ہیں کہ جو کہ ان کی سمجھ ان علوم تک سبب لایا علی کے نہیں پہنچی ہے

ہم کرتے ہیں اور چونکہ خود بے ہرہ جاہل ہر انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل میں اسکی کچھ بحث گزری ہے فقہر۔ اور بعض علمائے کہا کہ قولہ وہم یحکمون اور انہم میں اور از جمع و نہ بمعنی لناہ ہر اور عرب بولتے ہیں کہ اعمل زرک یعنی اپنا بوجھ لا دے اور اسی سے وزیر یا خود ہر کیونکہ وہ بار امور سلطنت اٹھائے ہوتے ہیں معنی آنکہ وہ بار گناہ اٹھائے ہوں گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپے رہیں گے لیسے دور نہ ہوں گے اور شخصیں علی ظہور ہم کی گناہ کثرت و شدت سے ہر کیونکہ آدمی پٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھاتا لیتا ہے لیس اُن کے شرکے انکار بعث و حشر و اسپرینی دیگر گناہ ایسے شدید ہوں گے کہ بندہ موجد کے اگر گناہ ہوں تو ویسے نہیں ہو سکتے ہیں۔ ۱۰۸ ساء ما یرد و ت۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہر جو اٹھائے ہوں گے یا جو دنیا میں اپنے اوپر لا دیتے ہیں۔ قتا دہ نے کہا کہ بس یا یحکمون اور ابن عباس نے کہا کہ بس حمل حملوا یعنی برسی لادھی کو اٹھوں نے لا دا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو فحاش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان ہی الا حیوٰنا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ قما الحیوۃ الدنیا یعنی نہیں ہر اشتغال اس حیات دنیا میں بلا کعب و لکھو۔ مگر ہو و لعب و ف یعنی جو شخص کہ اس زندگی دنیا میں اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا مشغل فقط ہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہر بلکہ وہ باطل ہے بنیاد ہے اگر کہا جائے کہ حیات دنیا کا مشغل اگر ہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہیں ہر بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب امور آخرت سے ہیں مشغل دنیاوی سے ہاں یہ نکال کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہیں وہ البتہ مشغل دنیا کا ہو کر بیکار ہوا۔ اور امور معروف اور معروف چیز جو تجو باد آئی اور اسکے متعلقات آخرت سے جہاں تک کہ اسکے متعلقات شرعی ہوں اُن سے مشغول کرے وہ ہو۔ ۱۰۹ للذہ اور لکھو۔ لام تاکید ہر اور مراد جنت ہر اور ابن عامر نے و لدار الاخرہ۔ باضافت پڑھا ہے و لدار الحیوۃ الاخرہ بخیر۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگی دنیا سے۔ للذہین یتقون۔ ان بندوں کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہیں شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہیں۔ اذلا تعقلون۔ ذلک فیؤمنون۔ کیا سمجھتے نہیں شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آئیں شرک چھوڑیں اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیرت غائب ہوائی اکثر قاریوں کے قراءۃ کے ہر اور نافع و ابن عامر نے تعقلون بصیرتہ خطاب پڑھا اور اس صورت میں یہ خطاب پنج کیساتھ غضب کو بھی شریعت۔ فافہم۔

قَدْ عَلِمْنَاۤ اَنَّ لَّيْجُزُكَ الَّذِي يَقُولُونَۚ وَاَنَّهُمْ لَا يَكْذِبُوْنَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِيْنَ

ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو غم دلائی ہیں اُن کی ہائیں سودہ تجو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۚ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰی

اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں بہت رسولوں کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُنْ بِوَاوَاۤءِۤہِۥمۡ وَاَحْشٰۤی اَنَّهُمْ نَصْرُنَاۥ وَاَمَّاۤیۡلُ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی ہائیں

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَاِیِ الْمُرْسَلِیْنَ ۚ وَاِنَّكَ اَنْتَ اَعْلٰیہُمْ

اور تجھ کو پہنچ چکا ہے کچھ احوال رسولوں کا اور اگر تجھ پر ہماری ہے اُن کا تقاضا کرنا





ابو جہل میں یوں وایت کی کہ رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن سننے کو ابو جہل، ابوسفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہاں سے چل دیئے ولیکن اہل میں آپس میں ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیوں آیا تھا اس نے بیان کر دیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام مجھ نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس میں سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کریں گے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جو انان قریش یہ بات سنیں اور جانیں تو فتنہ میں پڑھا دیں گے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک یا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر ان کو اکٹھا کر دیا تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے پر عہد کر لیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتیٰ عہد باندھا اور متفرق ہو گئے پھر اخنس بن شریق نے دن بھر اپنا عہد اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابو جہل تو نے جو کچھ محمد سے سنا اس میں تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اے ابو جہل میں نے واشدہ ایسی باتیں سنیں کہ میں نے اُن کو پہچان لیا اور جانتا ہوں کہ اُن سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتیں سنیں کہ اُن کے معنی مراد نہیں پہچانتا ہوں پس اخنس نے کہا کہ واشدہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اُس کے پاس سے نکلا کہ ابو جہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو جہل تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبدمناف نے باہم شرف میں مقابلہ کیا پس انھوں نے مسافروں کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا اور انھوں نے بار اٹھایا ہم نے بار اٹھا یا حتیٰ کہ جب ہم برابر ہوئے تو اب ہ کتے ہیں کہ ہم میں بنی سب جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کہاں سے پاویں گے واشدہ میں تو اس پر بھی ایمان نہ لاؤں گا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کروں گا پس اخنس اسکو چھوڑ کر چلا آیا اور ابن جریر نے ساری سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمد تمہاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات میں زیادہ احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ بنی ہر تو آج اُس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم ابھی جلدی مت کرو ورنہ میں ابو جہل سے جا کر ملاقات کروں اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ باجملہ وہ ابو جہل سے ملا اور کہا کہ اس وقت میرے اور تیرے سوائے بیان کوئی نہیں ہے جھٹلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابو جہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری اسے چھوڑ تو واشدہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنو قحطی تمام ابھی بائیں لوار و سقایہ و خانہ کعبہ کی درباری لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی بیجا دین پھر مافی عرب کے واسطے رہ گیا جائے گا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتیٰ کہ ابو جہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہیں جانتے تھے ولیکن آیات الہی سے انکار کرتے تھے اور ترجمہ کرتا ہے کہ پہلے جو آیت گزری یعنی قولہ و ہذا الہم ما کا لو انجنون من قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِّنْ قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہیں ف یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافروں کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگلے بہت رسولوں کو ان کی امت نے جھٹلایا فَصَبْرٌ وَعَدَا مَصْرُوعٌ لِّأُولَئِكَ ان رسولون نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأَوْذُوا اور اُن کے ایذا دینے پر صابر رہے ف حال آنکہ بابر تکذیب ایذا پر صبر کرتے رہے۔ سَتَجِدُنَا أَكْثَرَهُمْ صَبْرًا۔ یہاں تک کہ اُن کو ہماری نصرت پہنچے ف کہ قوم مودعی ہلاک زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہاں تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہوں اور جگہ غلبہ ہو۔ وَكَأَمْبَدَّالَ لِكُلِّضَلَالٍ اللّٰہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے ف یعنی وعدہ فتح و نصرت جو بندگان مومنین کو واسطے عموماً موعود ہے اسکا بدل کوئی نہیں ہے کہ اُن تعالیٰ۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَاتُنَا لِلْمَرْسَلِينَ إِنَّمَا الْمُتَصَوِّرُونَ وَاِنْ جَدْنَا لَمُ الْغَالِبُونَ۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلئے سابق ہے چکا کہ وہی تو متصور ہیں اور ہمارے ہی لشکر غالب ہیں اور فرمایا کہ تبت لا غلبہ لنا ورسولنا ان اللہ قوی

عزیز۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے۔ پس اس میں خبر غیب وعدہ فتح نصرت ہے۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ تَبَاجِ  
الْمُتَكَلِّفِينَ۔ اور البتہ تیرے پاس رسولوں کے اخبار سے آچکا ہے۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجھ کو پہنچ چکے کہ آپ کو وہ مظہر منصوص ہوئے  
پس ہی سنت آئی جاری ہر تجھ کو صبر و اطمینان کھنا چاہیے اور میں تعین ہے کہ چونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہنچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و  
نصرت سے عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالیں پہنچ چکیں تو اطمینان کیواسطے کافی ہے کہ عجم نصرت مراد ہے۔ فانہم۔ کہ ان کا کہنا کہ عجم نصرت  
اعتراف ہے۔ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین ان کو  
دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہو کر ایمان لا دینگے اور وہ بھی کہتے کہ مکہ چڑھو اور وسیع ہو جاوے اور کہہ صفا سونے کا ہو جائے باجملہ عناد  
وہٹ دھرمی کی سی باتیں مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر کتفا نہیں کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عزوجل نے فرمایا و ان کان  
کبر علیک اعراضہم۔ اگر تجھ پر ان کا منہ موڑنا گراں گزرتا ہو۔ پس۔ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ۔ الاستطاعت ہر تجھ کو کہ  
سحاب میں ہیں ڈھونڈھے۔ تاکہ تحت الثریٰ کی طرف پہنچ کر کوئی آیت لاوے جو مانگیں اَوْ سُلَامًا فِي السَّمَاءِ یا میری کہ آسمان میں  
لگا دے۔ فَمَا تَبْتَغِيهِمْ يَاسِيَتِ۔ پھر ان کے پاس معجزہ و آیت لاوے۔ جس کو مانگتے ہیں تو ایسا کر۔ اس سے تعلیق محال مقصود ہے  
اور معلوم ہوا کہ یہ دونوں باتیں ازراہ عادت و قوع کے محال ہیں اور اسی قدر کفایت ہے حال یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا  
یہ سابقہ علم اونی ہے کہ ان میں سے بعض کے حق میں کفر مقدر ہے اور وہ ضرور ہونے والا ہے اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت میں اس کی  
اصلاح ممکن نہیں ہے بدون ارادہ الہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس محال کی قدرت ہو تو کر۔ اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے  
امکان میں نہیں ہے پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر الہی پر ثابت صابر ہو کیونکہ حکمت الہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے۔ اور  
اس میں بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اس وقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہیں سب  
مسلمان ہو جائیں گے یا نہ ہوں گے لیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدوون وحی غیب کی خبر کے کوئی نہیں ایسا کر سکتا کہ  
چند محدود کے حق میں کہہ دے کہ یہ سب مسلمان بن جائیں گے یا نہ ہوں گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن امت والوں کو بھی  
اس پر عمل واجب ہے کہ کافروں کے کفر پر اور ان کے حق وادے پہنے پر تعجب سے نہ دیکھیں الا انکے قدرت الہی کا مشاہدہ کریں اور غم  
نہ کھاوین کیونکہ اس میں حکمت الہی ہے کہ سب مسلمان نہ ہوں اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز اور اک نہیں کر سکتی ہے  
اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب آخری حالت میں متعلق نہ ہو ایسا واسطے فرمایا۔ وَكَوْشَاءَ اللَّهُ لِمَجْمَعِهِمْ عَلَى الْهَدْيِ  
اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ ان کو ہدایت پر جمع کرے۔ تو وہ سب بات پر قادر ہو لیکن اس سے نہیں چاہا کیونکہ اس میں اسکی حکمت و مصلحت ہے  
اور یہی خوب نام و حکمت الہی۔ فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْجَاهِلِينَ۔ سو تو جاہلون میں سے مت ہو کہ چونکہ کافروں کے انکار و اعراض  
پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہے اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا  
کہ تو جان بوجھ کر اس حرص میں مت پڑ اور ان باتوں کو حضرت حق عزوجل عالم الغیب و الشہادۃ کی حکمت پر چھوڑ دے اور چونکہ آنحضرت صلعم  
کافروں کے حال پر شفقت کر کے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آہ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلیں اور اس پر نہایت حریص  
تھے لہذا خطاب میں ایک گونہ سختی فرمائی ہے تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہوں اور حدیث شریف میں ایسے بہت بیانات آئے  
ہیں کہ آپ نے نفل بیان کی کہ کسی نے آگ دشن کی اندھیری رات میں دران کپڑے پتنگوں نے آہن گزنا شروع کیا اور کہتے ہی روکے جاتے ہیں

نہیں مانتے ہیں یہی لوگوں کا حال ہے کہ میں انکو بچ کر گھسیٹتا ہوں اور یہ لوگ مجھ پر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ میں گھسے جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اس قدر ہے کہ فرمایا - اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِي يَنْفَعُكَ - یعنی تیری بکار و ڈراوے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں - وَالَّذِي يَنْفَعُكَ اللَّهُ اور مردوں یعنی کافروں کو تو اللہ تعالیٰ قبروں سے اٹھا دینگا - ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُونَ - پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرے جائینگے وہ ان کو ان کی بدکاریوں کی سزا دینگا - اور شاید کہ الہی کی ضمیر ہر دو فریق میں سے ہر ایک کی طرف اُجھ ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلہ دینگا پس زندوں یعنی مومنوں کو ثواب دینگا اور مردے کافروں کو عذاب دینگا اور کلام میں حسن بلاغت ہے کہ کافروں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھا دینگا حالانکہ وہ مردے ہوئے جیسے اب ہیں - اس میں دلیل ہے کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو - اس کی شہادت نے ذکر فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ لو شار اللہ لعلم علی الہدیٰ میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر جس کرتے تھے کہ سب لوگ ایمان لاویں اور ہدایت پر ہو جائیں پس حق تعالیٰ نے خبر دی کہ نہیں ایمان لا دینگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول میں سعادت سابق ہو چکی ہو اور واضح ہو کہ ہدایت میں عبارت کو دخل نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت سچو امم الکلم و انا فصح العرب العجم یعنی میں بعثت ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہیں اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجہ متعدد و امور متنوعہ ظاہر ہوجاتے ہیں - قال لست ارجم اگر کہا جائے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی غیبی ہیں کما استدلل بقولہ تعالیٰ ما یطق عن الہوی ان ہو الا وحیؑ یوحی - اور یہی تحقیق ہے جو اب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات اردین حقائق معرفت میں آپ فرماتے تھے وہ مضمون برجی خفی آپ کو انکار ہوتا تھا اور یہ صحیح ہے کہ کلام بیان اس مضمون کو عبارت میں ادا کرنے میں ہر پس آپ کمال علی نبوت میں تھے کہ اسکو اپنے کلام میں ادا کر سکتے تھے اور علماء اس بات میں متفق ہیں کہ وحی خفی کسی خاص عبارت میں نہ تھی پس اسکو ادا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آتی تھے بخلاف وحی علی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم الہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قرات مختلفہ و خود مختلف نزول ہیں و اسلئے اسلئے جن قرات سے احکام مختلف نکلتے ہیں ان کو علماء ربانی نے ہر لہ و آیت کے قرائد یا ہر اور یہ صحیح ہوا کہ اپنے فرمایا کہ میں دیا گیا ہوں قرآن اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی غیبی ہیں اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہیں - اور یہ خود دلیل ہے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی غیبی ہیں تاکہ صادق ہو کہ آپ کو وہ عطا ہوئے ہیں گو نظم کلام میں اسکو ادا کرنے میں آپ میں آتی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل کھنے والوں کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں صحیح ہوا کہ کان جلابکار لایملک عینیدہ اقرار القرآن - یعنی جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھوں کو نہیں مخام سکتے تھے - بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپ کا سینہ مبارک مثل دیگے جوش کرتا تھا یعنی ایسی داڑ آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ و الطور پڑھی گویا میرا قلب اڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی شمار و صفات فہم الخطاب تھوڑے سے بیان میں نہیں آسکتی بلکہ بیان اسکو تحمل نہیں کیونکہ بیان حال ایک بتا ہے کہ اسکو عارف بالکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفانؓ سے ثابت ہوا کہ رات میں قرآن مجید ختم کرتے اور مابعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہیں اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رحم سے بھی رات میں ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہیں ہے کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تشع و ترہیب نہیں تھا بلکہ انکشاف خاص تھا - اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہوں تو نہیں دیکھتا کہ



ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک ان تعذبہم فانک انت العزیز الحکیم۔ پر تمام رات گزار دی حتی کہ صبح ہو گئی اور یہ بات اور دن کو حاصل تھی پس ان کو بعض میں بغض سے موافق نہم خطاب کے ایک دوسرے سے مریدانکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھاتے جاتا تھا اور چونکہ ہم اصل پر لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ہم تیزی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اُسے کچھ نہ پڑھا اور جو گول ہے آپ میں قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہر اسوہ سطر کہ وہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت و حقیقت کو پہنچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہوا اور حیرت منانہ میں سوائے جہنم حیران و دیدہ گریبان کے کچھ نہیں دیکھتا نہ ہم پر معرفت نہ دل نہ سماع خطاب پس ہی نظر آتا ہے کہ یہ دو نصاریٰ مشرک ہو کر بلا غت کلام اللہ پڑھتے اور پڑھتے ہیں اور بہت سے ملحد اُنکے پیچھے ہیں اور بچا پڑے سلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید و تقویٰ اسرا سنت سے بچنے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالایمان و تقنا وانت ارحم الراحمین اہل معرفت علماء جو محض ظاہر یہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد و دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی جہاں ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ حواس کے قانون سے نہیں سننے کیونکہ وہ ہرے نہیں تھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ و معرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے۔ ابن عطار نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب قبولیت ہیں اور قولہ الموتی سیمٹھم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں۔ قال المترجم آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریف میں صحیح ہوا کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہو اسکو سوائے جن و انسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ و فزائی سنتی ہیں اور ان دونوں جن انسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ

آيَةً وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا مِنْ كَلَامٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ

يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلَّا أَمَّهُمْ مِمَّا قَرَّبْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ

إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَوْنَ ۝ وَالَّذِينَ يُبْذَلُونَ كَذَبًا لَا يُنَبِّئُكُمْ فِي الظَّلَامَةِ

مَنْ يُشِئِ اللَّهُ يُضِلَّهُ ۝ وَمَنْ يُشِئِ اللَّهُ يَهْدِهِ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر  
وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ۔ کیونکہ انہیں اتاری گئی محمد پر کوئی آیت  
یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے نہ یعنی مانند ناقہ صراح علیہ السلام و عصائے موسیٰ و مائدہ عیسیٰ



انکہ آئین ڈرنے والا گدرا ہے اور یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانو بھی اُمت میں پس ثابت ہوا کہ ان میں بھی پیغمبر ہوئے ہیں اور قولہ ان من  
شی الا یسجد سجده و لکن لا یفقیہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح لہما فی السموات و ما فی الارض - و دیگر آیات سے بھی ثابت ہوا اور  
احادیث بھی کثرت سے ہیں - اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال السجین والطیر - اور دیگر آیات و احادیث میں پتھروں وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور  
اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جس میں ہر تھا اکو آگاہ کرنا اور دیگر قصوں اس منہر کے پوری تقویت کرتے ہیں لیکن عوام  
اور بے معرفت لوگوں کی سمجھ سے باہر ہر لہذا تاویل کرنا چاہیے اور حدیث خمس فوسیقہ یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام میں اور مقام حرم  
میں پانچ جاؤں فاسق کا قتل ہوا ہونا اور پرندہ کو رہ چکا - بالحدہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان منہا لما یسبط من خشیتہ  
اللہ الایتہ - بارہ الم سورہ بقرہ کی تحت میں ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کر دیا ہے جو ع کرنا چاہیے - بھاس مقام پر کہا گیا کہ قولہ ام مثاکم  
سے جملہ وجہ جنین مائت ہر عموماً لینا چاہیے - مافترطاً فی الکتاب میں شتی بن زائد لغرض تاکید استغراق ہے اسے مائت کنا  
فی اللوح المحفوظ شتاً - ہم نے لوح محفوظ میں کوئی بات چھوڑی نہیں ف یعنی سب کو رہا اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید میں ہر چیز مذکور  
ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء ہم نے تبیہ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح  
بیان ہوا اور علمائے کما کہ سب کو رہا لیکن معرفت ہم پر اسکا ظہور ہر چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب صروح تھا اسی واسطے آپ کی نسبت تبیان فرمایا  
اور وہ واضح بیان کو کہتے - اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہیں پس ہر ایک کی واسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہیں - ثم  
الی ربہم یحشرون - پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائیں گے - ف بعض نے کہا کہ ضمیر عقلاً روہی آدم کی دلالت  
کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہوا اور پنج میں جملہ معترضہ ہوا اور نیز محشور ہونا دواب ہائے جادات کا اسلئے نہیں کہ وہ خطاب ثواب  
عقاب کی فہم نہیں رکھتے اور مکلف نہیں ہیں - وقال مجہور بلکہ یہ سب متعلق ہر یعنی جملہ ام مذکورہ ازہنی آدم و جن و طیور و دواب سب  
محشور ہوں گے اور ضمیر عقلاً اس اعتبار سے ام غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے کے ام عاقلہ کے مانند جاری کیا - اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب  
و طیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن انسان کے - قال المفسر فی فیض بنیم یقین الجار من القرآن ثم یقال لہم کو نوازا ہا - بھران میں فیصلہ  
الانصاف کر دیا جائے گا اور سینگون اے سے بے سینگون اے کا قصاص لیا جائے گا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک  
ہو جاؤ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنین حضرت ابوہریرہؓ والوذہبیؓ ہیں مروی ہوا اور ابن عباسؓ ضحاکؓ مجاہدؓ سے مروی ہوا کہ ہائے  
کا حشر یہ کہ مجاہدین - اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریوں کو  
رٹے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات میں لڑتی ہیں - میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے  
اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف فرمادے گا اور عبد اللہ بن الزبیرؓ نے اسکو ابوذرؓ سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی  
آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیوں لڑتی ہیں الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت میں اسقدر زیادہ ہے  
کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑتیوالی چڑیا بھی ہر اسکا بھی ہم سے علم بیان  
فرمایا - اور عثمانؓ سے ہر کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے سے بے سینگون والے کا بھی قصاص لیا جائے گا -  
رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ - اور حدیث صحیح مسلم میں وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطیؒ نے بیان کیا اور عبد الرزاقؒ نے ابوہریرہؓ  
سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب ہائے پرندہ ہر شے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اس دن اللہ تعالیٰ عزوجل





کیونکہ انہیں کہہ دیا تو تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا۔ ما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجا حیة الا ام مثاکلم یعنی تمہارے مثل میں اس بات میں کہ وہ مخلوق  
ہیں اور حق عروج و جل کے طلب میں سرگرم ہیں اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہیں اور اسکے قدیم ہونے کو یقین میں لاتے اور حدوت کے صفات  
سے اسکی باکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہیں اور اس کی صفت لطیف میں اعتبار کرتے ہیں جس سے انوار صفات کا عالم میں ظہور ہو۔ قال المترجم  
و تحقیق ثابت ہو کہ ان میں بھی طبع و عاقلی ہیں اور مری ہو کہ اگر کث بھی کافرون کے ساتھ اس گ کو پھونکنے میں شریک تھا جو خود مردود نے  
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجہ سے ثابت ہو لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد  
معرفت کی ایسی نہیں جو جن کو حاصل ہو تو انسان جو استعداد میں نہایت اعلیٰ المعرفہ پر اسکے برابر کمان سے ہوگی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانوروں  
وغیرہ کا مثل ہونا اس بات میں ہو کہ ان کی خلقت عالم ملک شہادت کر ہے جو منور بالانوار افعال ہیں اور آدمی ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال  
سے مخلوق ہیں لیکن ان کی روحیں عالم ملکوت سے پیدا ہیں اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی ملائکہ کو فضیلت ہے۔ وقد قال تعالیٰ ولقد کرمنا  
بنی آدم الایۃ۔ مستحکم کہتا ہے کہ بعض علماء نے فرید تو صیغ سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ والکل ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر  
یطیر بجا حیة۔ میں دونوں بار و سے میں یہ اشارہ سمجھتا ہوں کہ ان اخلاق جمیدہ کے بازو میں جو آدمیت کی واسطے لازم ہیں اور جن کی نسبت حیث  
میں فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہیں کہ جنکے اخلاق اچھے ہوں اور انھیں کی درستی ابتدائی معرفت سے انہما معرفت پر ہو سچائی ہے۔ مانند تو کل رضار  
اور آئندہ بعض آیات میں آدینکا کہ کائن میں ابہ لا تحل ہذا قما اللہ یرزقہا دایا کم الایۃ۔ یعنی بہتیرے دو اب ہیں کہ اپنا رزق اٹھاتے نہیں۔  
یعنی لادے نہیں پھرتے اور اللہ تعالیٰ ان کو اور نعم کو رزق دیتا ہے یعنی وہ تو کل رضار میں ثابت قدم ہیں۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بار دوسے  
خوف و امید۔ اور فناء و بقا اور ایمان و تقویٰ اور نعمت و بلا اور عیبت و صفا اور عبودیت و ربوبیت۔ اور معرفت و محبت۔ ہیں ان باروں  
میں ان کو ہر طرف رشوق و طلب میں پرواز ہے۔ اور ظاہری اشارہ مشیت میں یہ ہو کہ جملہ اُم کی جبلت چار عناصر سے ہے اور جبلت و صفا  
و عیانہ کر ان کی انشاء ہے اور کھلنے پینے و حرکت و جملہ عین اور صفات نفسانیہ میں مانند حرم و غضب و نعمتوں کیساتھ بھڑھڑنے میں مساوی  
ہیں اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہے جس سے پیدا ہوئے ہیں یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین میں مرکب جادوینکے اور اسی سے دوبارہ  
قیامت میں اٹھائے جادوینکے تفسیر ظاہر کے امامون میں سے حضرت عطار رح کا قول ہے کہ انشا کم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت میں تمہارے مثل میں  
اور جن نے کہا کہ خلق میں تمہارے مثل میں کیونکہ تمام مخلوقات ان امتوں میں سے جب قدر ہو سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا  
ہوئی ہیں اور ہر ایک کیساتھ جیسے خطاب الہی انہی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہیں پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیوں کی معرفت کی واسطے  
انبیاء و رسول علیہم السلام سے طریقہ ہر ادویات دیگر مانند چرند و پرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بہ معرفت ہے کہ ان کو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل  
ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فضل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے۔ قال المترجم قول قویٰ جمید یہ ہے کہ رسول علیہم السلام  
اور ملائکہ الہی ان مخلوقات کے ہادی ہیں اور ان رسولوں علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی  
انکا رسول نبی ہوتا ہے اور یہیں سے کہا گیا کہ بعثت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہر میان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہے و ہستال  
اس قول کا سابق سے واضح ہو گا فہم۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج در بارہ عبودیت و معرفت و ربوبیت  
کے ہر وہ سبب ہم نے اپنی کتاب پاک میں بیان کر دی۔ کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجہ ان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار  
و مشاہدہ نہیں جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاقہ ہے جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات

ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا۔ اس سے اول تعالیٰ نے اگلون و پھلون جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہیں چھوڑ رہے ہیں کتاب میں کسی مخلوق کا ذکر۔ لیکن کتاب میں اسکے ذکر کو دیکھتا نہیں کوئی شخص سوائے ان بندوں کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل ہے۔ قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صم وکم فی الظلمات۔ آمین اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنکے غیب سے ان کے دلوں پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اسکے مقابلہ میں اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہیں اور باطل خطرات سے بچنے کی خاطر کور د کرتے اور جھٹلاتے ہیں کیونکہ ان کو حق و باطل میں تمیز نہیں ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھنڈے کان کے کان میں بھرے ہیں کہ مقام شہود میں اٹھنے والے اپنے کاذب کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ ان کے اسرار باطن کی زبان پر کبھی نام الہی نہیں آیا اور سبب سکا یہ ہو کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خود ہشون کے اندھیرے میں مایوس رہتے ہیں اور حاصل آنکھ جس شخص نے جو احوال کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت آئے تھے کہ توحید و خلوص ایمان کا الہام بروقت دیدار معجزات انبیاء و کرامات اولیا راہ پر ہو پس اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھوں کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیبی نہ سنے اور برقی انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس مارہ کی تارکیوں و شیطان کافر کی گمراہیوں میں پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت میں پہنچے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں پر معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتوں میں پڑے رہے۔ قولہ من یشاہد اللہ یصلہ من یشاہد علی صراط مستقیم مشیت و دو طرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندوں پر قبول کی اور مردود بندوں پر دور کرنے کی اور اول سے رضا مندی کی اور دوم سے نارضا مندی و خشم و غضب کی۔ موافق اسکے ازل میں سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ میں صادق نہ ہو اس کو حق تعالیٰ ظلمات قہر میں گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت و صل ہر تاکہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق نہیں ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت میں صادق تھا اور اس نے دنیا میں اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہیں توڑا اور تقسیم اسکو نہیں ہوئی اگرچہ مقام التباس میں خواب غفلت میں چندے پڑا رہا ہوگا پس الہام و انداز سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور ہادی خیر کی متابعت کر لی تو حق تعالیٰ خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت و طاعت میں اسکو مستقیم کر دیتا ہے۔ پھر عقول و دہانی کی واسطے طریق مستقیم یوں حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب کی واسطے محبت کیساتھ صفات کی راہیں ہیں اور معرفت کیساتھ رجحان کے لئے ذات کی طرف راہیں ہیں۔ قال المتوسم اور بہت سے اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جا بجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف حقیقی اور فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہر جہان تک کہ کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عینی ہے مثلاً جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکے فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف ہوا و حقیقت اسوقت حاصل واضح ہوگی کہ جب جنت میں بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفت و ذات قیامت پر وعود ہو وہ دنیا میں حاصل نہیں ہو سکتا ہو مگر بعد کشف تحقیقی یہاں ہوگا اسقدر قیامت میں فضل الہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق ہوگا۔ اور جہان تک کشف ہوئی کی قید واسطے ہے کہ اگر اک ذات و صفات باری تعالیٰ باین طرکہ احاطہ ہو جائے مگر نہیں ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے و بعض محققین نے اس بحث کو سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی میں احاطہ و عدم احاطہ سے سکوت نہیں ہم اسکو قطعاً یقین کرتے ہیں کہ دیدار حاصل ہوگا اور ہا یہ کہ احاطہ ہو گا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہیں کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہر فہم۔ قال الشیخ ابو بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق میں اللہ تعالیٰ







جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ میں فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ بکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یوں نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہو وہ مجھے دیکھتا ہو کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر یہ نہیں سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکرناہ ففتحنا علیہم الآتۃ پھر حسن نے کہا کہ قسم ہے رب الکتب کی کہ مکر میں ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر بکر کرنا دینے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ قال المترجم اس میں حکمت عجیب ہو کہ سختی و مصیبت میں خالق و معبود و عزوجل کو نہ یاد کیا اور فراخی میں بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا میں ان کو بھردیا اور شہوت جن سے دوزخ محفوظ ہو انھوں نے جلدی کر لیں پس استدراج و کفر میں اور شرک و بد اعتقادی میں خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر چڑھے اٹھاڑ پھینکے گئے۔ فافهم۔ قال قتادہؒ اس قوم نے امر الہی سے تجاوز و کسر کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب میں گرفتار کیا اسکو سبکی مستی و غرور و اترا نے میں پکڑا پس اسے لوگوں کبھی اللہ تعالیٰ پر عز و زست ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور ہوئے پھر وہ تیسرے میں جو فاسق و کافر ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد میں قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و امید کے ہے جو بخوف ہو اوہ کافر اور جو نا امید ہو اوہ کافر اور یہ قطعی و آیتوں سے ثابت اور محروم ہے۔ قال الزہریؒ قولہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء۔ کہا کہ دنیا کی چیزوں میں سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی عقیقہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہوں پر دنیا کی نعمتیں جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ اسے استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکرناہ ففتحنا علیہم ابواب کل شیء الآتۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق میں عذاب کا ارادہ کرتا ہو تو ان کے واسطے بدکار یوں کا دروازہ کھول دیتا ہے کہ وہاں تک کہ جب تک کہ ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو مانع و ذکر لیتا ہے پس اچانک وہ مالوس ہو جاتے ہیں رواہ ابن ابی حاتم و الامام احمد وغیرہ۔ عالس میں کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تعالیٰ ان کنتم صادقین بل یاہ تدعون۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلا کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہیں اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعویٰ معرفت میں اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال میں فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اگرچہ جمہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اسے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اس میں تو بیخ ہے کہ حالت عیش میں درگاہ خالق سے رجوع کر کے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہیں اور سختی و مصیبت میں او تعالیٰ کی طرف دعاؤں کے ہاتھ بڑھاتے ہیں مگر عیش میں تو حلاوت یا واکسی سے خطوط نفس کی طرف دے تھے اور مصیبت میں جو پھر آئے تو قرب مشاہدہ کے واسطے نہیں بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی مکاشفہ و صوفیہ کا حال ہے بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مقام صادقین میں رکھا ہے۔ قال البحریری نیک غیبتا بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال میں رجوع رکھتے ہیں اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہیں۔ قال جندی۔ جو حق تعالیٰ کو یاد کرے و پکارے تو اسی سے اسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اس میں اسکو کوئی فرق ہو یا نفس کو اس پکار میں دخل ہو۔ قال المترجم یہ قول کمال عرفان سے ہے اور تو صیح اسکی سابق میں گذری ہے فتذکر بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذناہم بالبأس السارخ۔ یہ حال نفس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہرے کو ڈبے سے اپنی محبت سے تو نگر کرنے کو پھیرا اور نہ محبت والا ایک دم غافل نہیں ہے۔ او تعالیٰ جس قوم کو حفظ میں لیتا ہے ان کو بلا و محنت میں ڈالکر اپنی ہی طرف اڑا کر لٹاتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہوں۔ اور نیز

یعنی درجہ بدو  
بلکہ ابتدا کے کفر  
و عذاب میں غیبتا  
جہ۔ ۳

جو مرید کہ ذکر کے مرتبے میں پڑتے ہیں اُن کو مضرتوں پہلاؤں سے اس مرتبے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہیں اس عطارِ رحمت نے کہا کہ سب میں اُن کی رو کی گئیں کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ فلما نسوا ما ذکرنا بہ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگوں کے نصائح سے غفلت کرتے ہیں حتیٰ کہ بہتوں کو ظہورِ کرامات سے اپنے نفوس کی طرف سیلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہیں اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب سوخ پیدا کرتے ہیں اور آخر میں وہ نصیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہیں اور آخر حسرت و مذمت پر مرتے ہیں یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہیں پاتے ہیں کیونکہ انھوں نے طریقہ ہدایت و توحید اسلام میں خیانت کی پھر نیک بندوں سے جو انکی مصرت و ایذا اسلام سے دور ہوئے اور انکے عدم وجود سے کوئی پروا نہ ہوئی تو او تعالیٰ نے نیک بندوں کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار میں الحمد للہ رب العالمین جو حمد شافی ہے قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لادے دیکھ تم کسے پھرتے ہیں باتیں پھر وہ کنوارہ کرتے ہیں قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو اگر تمہارے کان اور آنکھیں اور ہر کر دے تمہارے دل پر کون قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

وہی لوگ جو گنہگار ہیں اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں نہیں مگر خوشی اور ڈر سنانے کو قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر غم کھا دین قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

اور جنھوں نے جھٹلائی ہماری آیتیں اُن کو لیکھا عذاب اس پر کہ بے حکمی کرتے تھے قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

قُلْ اٰہل مکہ سے کہدے۔ اَسْرَعُیْتُمْ اٰخِرُوْنِی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ۔ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

لے لے ف یعنی ہر اکروے یعنی جو قوت کان میں رکھی ہے اسکو گرفتہ کرے یا خود کان ناپید کر دے وَاَبْصَارَكُمْ اور تمہاری بینائی لے لے وَاَبْصَارَكُمْ اور تمہاری بینائی لے لے قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ مِّنْ تُوَكَّلُوْا اِلَّا اللّٰهَ غَيْرَ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ كِتٰبُہٗ ط اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْطَدِفُوْنَ

تو بھلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون کہ ہے کہ تم کو یہ چیزیں لادے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لیں یعنی تمہارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لادے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکر یہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم میں سے ہرے اندھے باطل میں حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت الہی عزوجل سے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لادے پس معبود خالق عزوجل کا شکر یہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر یہ ایمان اور توحید لایا اور جن کی نظر میں وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُن کو یقین دلا یا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا۔



حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دونوں سے معرفت نیست کر دی تو بھلا کوئی شخص یہ کہ ان ابواب میں سے کوئی دروازہ کھولے سوائے اسی پاک پروردگار ذوالجلال الاکرام کے۔ کلام گز کوئی نہیں ہو بلکہ وہی پاک تعالیٰ افضل سے ابتدا میں نعمت دیتا ہے اور وہی انتہا میں فضل سے اسکو تمام کر دیتا ہے۔ قولہ امن و اصلح الایۃ جس نے تبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یقین طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو درگاہ آبی میں پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھ کر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و توفیق سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے مواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الہی حاصل ہونے کے بعد پھر مجرب و منقطع ہونے کا در دو غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کر کے بیان کیا کہ جس نے ظاہر کو امور شرعی کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا ان کو کچھ خوف و ملال نہیں ہوگا نہ خوف القطار بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافهم قال المرحوم بھلا تعالیٰ نے کافروں کے مکابرات و یہود ہ

نہ خواہشوں کا دروازہ بند کر دیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں کو کہے۔  
قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَتْلُو مَا يَكُونُ الْغَيْبُ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ رَاسُ

تو کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہیں خزانے اللہ کے نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں  
مَدَنِيٌّ إِنِّي أُنَبِّئُكُمْ بِالْمَأْمُورِ إِلَىٰ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ  
فرشتہ ہوں اُسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو حکم آتا ہے تو کہ کب برابر ہو سکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہیں کرتے  
وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ سَاءِ حِمْلٍ لَّهُمْ مِّنْ دُونِہِ  
اور خبر دار کر دے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس ان کا کوئی نہیں اس سے سوائے  
وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ تَعْلَمُ مَقُومُونَ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ

حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہیں اور نہ ہانک ان کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو  
بِالْعَدَاوَةِ وَالْعِشْيَةِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابٍ مِّمَّنْ شَيْءٍ

صبح اور شام چاہتے ہیں اس کا منہ تجھ پر نہیں ان کے حساب میں سے کچھ  
وَمَا مِنْ حِسَابٍ عَلَيْكَ مِمَّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ

اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر سے کچھ کہ تو ان کو ایک دے پھر دوسرے بے انصافوں میں سے  
وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِن مِّنْ

اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہیں کیا ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب  
بَيْنَٰنًا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

میں کیا تو معلوم نہیں ہے حق ماننے والے اور جب آدین تیرے پاس ہمارے  
بِأَيِّتِنَا قُلْ سَلِّمْ عَلَيْكُمْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ اتَّقِيَ اللَّهَ الرَّحْمَةَ رَأَيْتُمْ  
آمین! منے دے تو کہ سلام ہے تم پر کھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر ہر کوئی کہ جو کوئی





کو دیدار فیض ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھوں پر جا کر ڈالو ان کی آنکھیں روشن ہو جاؤ گی تو سیکڑوں کو جس کے  
فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک میں پہنچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اس میں سعادی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا  
ہے کہ پیراہن گم کردہ فرزند ہرگز اسے روشن گہر پر خردمند نہ دیکھتا نہ صرف پیراہن شنیدی پر چرا اور چادہ کنشاندیش ندیدی پیچفت  
احوال مابرق جہان بہت ہوتی پیراہن دیگر دم نہان ست بہتر جسم کو بہ گفتگو تو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگوں  
نے افراط و تفریط کرنی شروع کر دی ہے اور بدتر حالت یہ ہے کہ بعض جوگی اور گوشائین اور رندے فقیروں سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان  
سے بھی نصیب نہیں ہوا ان سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور  
غیبی ان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب انہی اس رندے جوگی میں رہ  
وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہو گا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہو گا سوائے اسکے کہ ایمان برپا ہو  
اور خاتمہ بخیر ہو لیکن انہی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو وہ  
ہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتوں سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ  
بات درحقیقت سچی ہوتی ہو پس وہ جوگی یا گوشائین یا رندے فقیر یا رمال غیرہ کو وہ بات القار کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلاتے  
ہیں کہ ایسا ہو گا پھر جہان وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیبی ان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے  
جو سن بھاگا اور سیکڑا بھرا باتیں جھوٹی شکل کی ہوتی ہیں اس میں کوئی سچی پڑ جاتی ہے اور کوئی جھوٹی پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ  
سے بیان ایک بھید ضرورت ظاہر کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں خواہ وہ حق طور پر یعنی  
شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو ہر حال جب جسم کیفیت اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہے تو روح حیوانی  
جو اس جسم کے متعلق ہے وہ ٹھل جاتی ہے اور بہا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ  
کچھ ایمان و کمال نہیں ہے بلکہ ایک غل ہے حتیٰ کہ انگریزوں میں سمرنیم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دوسری باتیں اور  
لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمادے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر  
معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ فقط استدراج ہے جو کما یان بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے بلکہ بزرگان دین اسکو بہت بُرا جانتے  
ہیں کیونکہ جسم کے متعلق ہے اور فصیح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل تمام لاہوت کی منزلوں میں سے ہے گزر جاتا  
ہے تاکہ ناسوت کی طرف توجہ نہ ہو جائے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاوے اور یہ بات شیخ شہداء اللہ قدس سرہ پانی پتی  
نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے مصرح بیان کر دی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں رُنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان  
گمراہ استدراج والوں کی نقل کر دی ہیں تاکہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دے والے اور اُسی کی  
ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسکی توحید نہ ہو تو کچھ ایمان نہیں ہے۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس مفسر حمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ  
جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ اعلم الغیب کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہاں تک مجھے مشاہدہ ہو وہ تو معلوم ہے پھر جو مجھ سے غائب ہے اگر  
وہی آسمانی سے بتلایا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں

اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اور پھر گزر چکی ہو اور بعد اس تو بھیج کے اہل فراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتوں سے باز رہیں اور راہ راست سے تجاوز نہ کریں اللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ امد کے اے محمد مشرکوں سے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانہ اتنی ہیں تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ میں تمہیں دیدن حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خواہ ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے یا شہادت سے غائب ہے اور مجھے بھی بھی اس کی بابت نہیں کی گئی اس کو میں جانتا ہوں وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ۔ اور یہ بھی میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ہوں۔ جسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح میں محبوب و مطیع ہوں اور عالم کی خدمت پر آماد ہوں کہ آسمانوں کو چڑھتا اترتا ہوں۔ اِنْ تَتَّبِعُوا مَا يَؤْتِيْهِ الْاِلٰهَ۔ تم کو میں نہیں آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھ پر نازل کی گئی۔ یعنی میں تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ اِنِّی الْمَدَارِكُ۔ بالجلہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتیں میں نہ کرؤں مثلاً کہ وہ صفا کو سونے کا نہ کروں یا مکہ کو چڑھنے کے لئے نہ دوں یا اس میں ہنر میں چشمہ جاری کروں یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤں اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤں جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی میں کیوں فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتوں کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہو اس لئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو مقرر کر کے اس پر وحی بھیجی اور اس کو اس استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندوں کو پونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہاں سے جو بعض لوگوں نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہیں تو یہ محض بے بنیاد بات ہو اس آیت سے یہ کچھ بھی نہیں نکلتا ہو بلکہ آنحضرت صلیم کو یہ حکم دیا کہ امد کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اس سے یہ مطلب نہیں کہ میں ایسا بزرگ نہیں ہوں جسے فرشتہ ہوتا ہو بلکہ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اے مشرک تو مجھ سے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کاموں کے کرنے کی استعداد فرشتوں میں رکھی گئی ہو تو میں فرشتہ نہیں جو ایسے کام کروں پس میں ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہیں ہو ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بناتے ہیں اور پھر ہوا کے مانند نظر نہیں آتے یہ تو آدمی سے افضل ہو جاوین جو ایسا نہیں کر سکتا ہو فافہم۔ اور تر جسم نے پارہ اول میں فی الجملہ بیان کر دیا ہو اور زیادہ اسکی حاجت نہیں کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ دروافع انبیاء افضل میں ملائکہ سے کیونکہ میں میں اسکا کوئی فائدہ متعلق نہیں ہو پس اس بحث میں پڑنا بیفائدہ ہے۔ قُلْ مَهْلُ لَيْسَتْ لِيْ اَعْمٰلِيْ اَنْدھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے۔ وَالْبَصِيْرُ لِيْ مَوْنٌ۔ اور یہ استغنام انکاری ہے یعنی امد کے کہ بھلا کہیں اندھا اور بنا برا ہو تے ہیں و لون یکسان نہیں۔ اَخْلَا تَفْكَرُوْنَ کیا تم اس میں فکر و غور نہیں کرتے تاکہ سمجھ کر تم بھی مومن ہو جاؤ پھر آنحضرت صلیم کو حکم دیا کہ قَدْ اَنْذَرْتُمْ اس قرآن سے۔ ف۔ اور اندازہ ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں جسکے ساتھ ڈرانا بھی ہو۔ اَلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَنْ يَّشْخَرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ۔ ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں کہ محصور کے بھادیں اپنے پروردگار کی طرف ایسے حاز ہیں کہ یس لہم مرقع حذوہم۔ نہیں ہو ان کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ قُلْ اَنْتُمْ شَفِيعٌ۔ کوئی ولی جو ان کی یاری کرے اور نہ سفارشی کہ ان کی شفاعت کرے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تقویٰ کریں۔ یعنی اس ڈرسانے سے ان کے

حق میں امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کر لین باطن طور کہ جس حال معاصی میں ہیں ان گناہوں سے الگ ہو جاویں اور فرمانبرداری کرنے لگیں مفسر نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہیں جو گناہ گار ہوں حاصل آنکہ ابتدائی حالت میں بسبب اس کے کہ خیالات افعال مانہ جاہلیت سے نفوس کو مشتق ہو گئی تھی تو دل میں ایمان آجائیکے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتوں کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب و مفلس مسلمانوں سے پرہیز کرنا اور ان کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقویٰ ہیں پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتوں سے تقویٰ کریں اور اس صورت میں سچا فہم کے معنی یہ ہیں کہ حشر کا یقین کر کے خوفناک ہیں پس انذار کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ عموماً ہے لیکن ان لوگوں کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہو بخلاف ان لوگوں کے جو حشر کے منکر و کافر ہیں کہ ان کو واقعات حشر سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انذار میں بعضے وہ مشرک بھی داخل ہوں گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہیں لائے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اعلام عام ہے یعنی آپ کا انذار ان لوگوں کے واسطے نافع ہو جو اذلی فہم سے سرفراز ہوئے ہیں کہ وہ سمجھ جاویں گے جیسے کہتے ہیں کہ تم ان کو یہ نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہیں۔ قال فی الدارک جب غیر متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاویں تو پھر متقیوں کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی سے دور نہ کیا جائے بقولہ۔ وَكَانَ تَطَرُّفُ الَّذِينَ يَدْعُوْنَ كَذِبُهُمْ۔ دعا معنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر سخی فطرت۔ قال بن عباس مجاہد حسن قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد ر سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرینہ قولہ جَانَفَا اخْرَجُوْهُم مِّنَ الْغَنَاشِیْ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہو اور غشی تیسرے پہر سے۔ سفیان سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہیں اور قریب آنکہ دوام ذکر و یاد الہی کو شامل ہو باوجود ان کے ضعف و مناجی کے محض تقار و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مت ہانکیو ان بنڈن کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرنے میں صبح و شام۔ یُوحِیْدُ ذَنْ وَجْہَہُ اُسی کے وجہ پاک کو چاہتے ہیں و۔ یعنی اس عبادت دعا سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اُسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہیں اور تمام مراد ان کی رضا راہی ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہیں رکھتے ہیں۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہیں ان کو اپنے پاس سے دور مت رکھو بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہم نشین بنائے بمانند قولہ اَصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُم بِالْغَدَاوۃِ وَالْعِشَیْرِ یَدْعُوْنَ جہ و لا تعد عیناک عنهم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیاء ولا تطع من اعفلنا قلبہ عن ذکرنا و اشیع ہو وہ و کان امرہ فرطاً۔ یعنی روک کہ اپنے نفس کو ان بنڈن کیساتھ میں جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہیں اُسی کی پالنائے کہ اور امت تجاوز کرنے کے اپنی آنکھوں کو ان بنڈن سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور امت پر روی کر ایسے آدمی کی جس کا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اس کا کام تفریط ہے۔ قال المفسر۔ یہ لوگ مسلمانوں میں سے محتاج فقیر تھے اور مشرکوں نے ان کے حق میں طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ ان کو اپنی مجلس سے دور رکھیں تاکہ مذہم مشرکین آپ کے ساتھ بیٹھیں اور حضرت صلعم نے ان مشرکوں کے مسلمان ہو جانے کی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکوں کے آئینکے وقت میں ان کو مٹا دیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا مگر جسم کہتا ہے کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بنڈن توبہ تکلف کے انجام کر دینا لازم ہے لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہیں تو ایسا کر دیا جائے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبوں کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث مشرکوں کی خاطر کو واسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا کہ ان کو مت طرد کرو۔ مَا عَلَیْکُمْ مِنْ حِسَابٍ مِّنْ شَیْءٍ تَجِدُہُمْ پُرَّان کے حساب میں سے



کچھ بھی نہیں ہوتے اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن میں پسندیدگی نہیں ہو۔ وَمَا مِنْ حَسَابَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَنْ  
شَيْءٌ تَبْرَأُ مِنْهُ يَتَّبِعُهَا مِنْ فَتْنَةٍ أَلَا يَذَّكَّرُ فَهُم مِّنَ الْغَافِلِينَ۔ سو تو ظالمین سے ہو جاوے  
ف اگر ایسا کرے وہی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گدڑی اور آپ کے پاس صیب  
و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکور نے ان میں طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم میں سے  
ان لوگوں سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بچہ میں سے اور ہم انھیں کے پیچھے ہو جائیں  
تم ان کو دودھ کو تو شاید ہم تمھاری پیروی کریں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ وَاَنْذِرْهُمُ الذِّينَ يَخْفَوْنَ اَنْ يَّخْشَوْا اِلٰهَ رَبِّهِمْ تَقُوْلَ بَاسًا كَرِيْمًا  
رواہ ابن جریر احمد اور روایت احمد بن حنبل و ابن مسعود سے روایت ابن جریر میں نزول آیت۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ بِدْعُوْنَ اِلٰهَ رَبِّكَ۔ مذکور ہے اور ابن  
ابی حاتم کی روایت خباب بن ارقم بن جابس بن عیینہ بن حصین فزاری کا بعد دونوں کے مسلمان ہونے کے انھیں صیب و بلال وغیرہ رضی اللہ  
عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تفسیر کی کہ سورہ مکیہ ہے اور یہ دونوں ہجرت کے ایک وقت بعد مسلمان ہوئے  
پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوری نے بواسطہ مقدم بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول صلی اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئے جن میں ابن مسعود بھی ہیں کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سبقت کرتے اور آپ کے قریب ہو کر آپ کا  
ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ بِدْعُوْنَ رَبَّكَ۔ رواہ  
الحاکم و قال صحیح علی شرط الشیخین۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلی اللہ  
کو انداز کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکوں مغروروں کو انداز فرما دین اور ان پاک غریبوں کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادان  
ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سمجھیں فافہم واللہ اعلم۔ پھر واضح ہے کہ حدیث عائشہ میں صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہے کہ ہر آدمی کو اسکے درجہ پر رکھیں  
اور معنی یہ ہیں کہ شرع میں جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کریں اور اس زمانہ میں لوگوں نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری  
تکرم و تعظیم دنیا کے لحاظ سے ہے۔ جیسے خادموں کے دیوان میں مخدوموں کی اور اولیاء و نیک بندوں کی تعظیم میں بعض تو افراط کرتے  
ہیں اور بعض تفریط کرتے ہیں اور یہ سب باتیں مشعر ہیں کہ نور ایمان سے بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ادب و مہارت تو فین عطا فرماوے اور واضح  
ہے کہ اسلام جو کمال بزرگی و سجاد میں غریبوں کو نصیب تھا اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ آخر زمانہ میں پھر غریبوں ہی میں رہا و یگانہ اغنیاء مسلمانوں  
کو مبارکباد ہے اور غریب ہیں جو فساد و بگاڑ کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہوں چنانچہ حدیث میں خود تفسیر آئی ہے واضح  
ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبوں کو پاس نہ بٹھلاوے جیسے ہمارے زمانہ میں مغرور مالداروں کو یہ  
عار ہے کہ غریب فقیروں پیشہ و زون کے برابر کھڑے ہو کر مسجد میں نماز پڑھیں اور نہ وعظ سنیں۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے دل میں رانی برابر  
غور و فکر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا علماء نے کہا کہ یہ معنی ہیں کہ بدون دوزخ میں خود فی عذاب پائے ہوئے جنت میں داخل نہ ہوگا  
بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تبرک کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب  
باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ۔ اور یوں ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ میں ڈالا ہر طرف  
یعنی جیسے یہاں یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان میں ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو رذیل قوم کہلائیواں  
سے اور جن کو تو نگہ کیا انکو فقیر لوگوں سے مقابلہ کر کے امتحان کیا اس طرح ہم نے گمراہ قوم کہلانے والوں اور فقیروں کو ایمان لانے کی



مفصل بیان کرتے ہیں آیات کثرت یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اس پر عمل کیا جاوے۔ وَلَدَسْتُمْ لَهَا سَبِيلٌ الْحَمْدُ صِدْقٌ۔ اور تاکہ کھل جائے راہ مجرموں کی فس جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تسمین کے اول تا ر فو فانید اور سبیل کو دفع ہے بنا بر آئکہ مؤث معنی ہی ہر اور جزوہ و کسانی کی قرأۃ میں تسمین بیائے تحتانیہ ہر بنا بر آئکہ سبیل مذکور ہے اور دو وزن طرح مستعمل ہیں اور نافع کی قرأۃ میں تسمین بالتار الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہو پس خطاب حضرت صلعم کو ہے معنی آئکہ کھلا جان لے تو مجرموں کی راہ کو فس فی العرائس قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تشریح نبوت ہو کہ علم غیب کھلنے میں تکلف نہیں کیا۔ قولہ۔ ولا اعلم الغیب۔ اس میں اظہار تواضع ہے کہ میں انسان ہوں اگرچہ تمام مخلوق الہی سے خواہ فرشتہ ہوں یا کوئی اور ہو سبب اشرف و افضل محمد صلعم ہیں لیکن بارگاہ الہی کی عظمت و جبروت کے سامنے ہوں ہی حضور و خضوع میں ہیں قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔ اور محکوم اپنے نبوت میں اختیار نہیں ہو۔ قولہ ان اشیاء الامایوسی الی۔ جو حکم ہو اسی کا عامل ہوں۔ قولہ قل ہل یستوی الاعمی البصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہو اور مجھ میں فانی ہو کر میری ہی آنکھوں سے بینا ہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے تم کو کچھ غور و فکر نہیں ہو اور اس میں مصطفیٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہو کہ عین تجرید و تفرید میں انانیت سے کچھ بھی نہ جھکی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہو کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بنیاد سے اور کیا اشارہ ہو کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ نہ بجا بلکہ جو نور قدم سے بنیاد پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہیں مگر بقا قدم سے انانیت کا وجود نہیں ہو۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہو جسکو راہ ہدایت نہ سوجھے اور بینا وہ ہو جو خالق عزوجل کی منت دیکھے اور عبادت میں قائم ہو پھر ملاست کی کہ اندھے ان دونوں باتوں کے فرق کو نہیں دیکھتے۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکساں نہیں اور کفر و توحید ہرگز یکساں نہیں ہیں قولہ۔ وانذرہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہو اور راہ شرع کمال لطافت و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہنچنا ہے اور باریکی راہ معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہو اور مساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہو پس یہ تو ممکن نہیں کہ حدیث کو اسکے کہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدیث کو اس سے وصول ہی نہیں جب تک کہ راہ قدیم میں حدیث کو فنا نہ ہو اور یہ اپنے کلام قدیم میں بیان کر دیا اور اشارہ ہو کہ میں نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کوئی مطالعہ کی مجال نہیں رکھتی اور بفضل ہو کہ فنا ہونے کی او کو میری کتاب خطاب سے حاصل کریں اگرچہ وجود کی حقیقت و مجید کو نہیں پہنچ سکتے ہیں مگر انھیں کو کار آمد ہو جو اس امر سے خوف کریں کہ قطع کر کے مطرود نہ کئے جاویں اور میری تشریح جلال کو یقین کرتے ہیں کہ کوئی اپنی طاعت سے وصل نہیں ہو سکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے محذور ہو وہ جانتے ہیں کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تشریح کی انتہا نہیں اگر تمام غلصوں کو بعد اقرب ہو سکے مردود کر دے تو پاک بے پرواہی اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لادین تو بھی محاسبہ سے پاک ہوں گے کہ حساب میں دقائق ہیں اور نظر ہائے اسرار کماں تک غیر پر پڑی ہیں اور قولہ لیس ام من ذونہ من لی ولا شفیع۔ اگر میں انکو اپنی درگاہ سے رد کون تو واپس لائے گا کوئی ستوی نہیں ہو سکتا۔ قولہ العلم یتقون۔ اپنے نفس سے پاک ہوں باین طور کہ میری یاد و فکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کریں۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ اس بارہ میں ارباب معاملات و صحابہ صدق سب خوف ہوتا ہو اس جہیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین وغیرہ الذراع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے وہ اپنے افعال کو نہیں دیکھتے اور نہ ان سے لذت اٹھاتے اور نہ ان پر اعتماد کرتے ہیں اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذرہ الذین یخافون الخ ان یحشروا الی ربہم الایۃ سے البوسعید خزاز نے فرمایا کہ ان کو خوف ہو کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاویں قال لمرجم

توجہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہیں کہ محصور رہوں اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ اسکا کوئی ولی و شفیع  
 نہیں ہو اور ظاہر ہے کہ من ذالذی لشفیع عنده الا یہ سے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص اکابر بندگان  
 حق عزوجل کا یہ حال کہ لایکلون الا من اذن له الرحمن و قال صواباً یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے پس  
 ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہو اسی واسطے دعائے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزنا شفاعتہ یوم القیامۃ  
 یعنی محمد صلیم کی شفاعت ہر روز قیامت ہم کو روزی کر دے۔ شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ میں نے استاد ابوہل محمد بن سلیمان سے سنا کہ  
 کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب سبحان قرآن ہیں اور اس سے مخاطب ہی لوگ تھے جن کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و انذرہ الذین  
 یخافون الا یہ راہ فرمایا۔ ان فی ذلک لذکر لکن کان لہ قلب لای فہم۔ واسطی ہم نے قولہ لیس ہم من ذلک من فی الا یہ کے اشارہ میں کہا کہ حکم  
 بادشاہت نے قطع کر دیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہو اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف  
 راہ پاتا ہے اور قولہ لعلم یتقون۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقویٰ دہیز کریں کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بناوین۔ اور کہا گیا کہ خوف یہاں  
 علم ہے اور قولہ انما یحیی اللہ من عباده العلماء۔ وہی خوف کرتا ہو جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جہل میں لپٹے ہوئے غافل ہیں وہ خوف  
 نہیں کرتے ہیں قولہ ولا تظروا الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشیٰ نبوت رسالت کی تخصیص کے بعد اسمین ولایت کی تخصیص ہو اور تصریح  
 فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہو ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہو کہ بندہ کو برگزیدہ کر لیا کسی سبب سے اسکا تعلق  
 نہیں ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کے محبوب بنیاد رسول علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے۔ اور  
 جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفیٰ رسول کر لیا بدون اسکے کہ آپ کے اصحاب یا جن انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ  
 دخل ہو اسی طرح آپ کے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون شک کہ آنحضرت صلیم کی طرف سے اس مصطفائیت میں کوئی  
 علت ہو کہا بدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شیء و ما من حسابک علیہم من شیء۔ جیسے اہل میں آنحضرت صلیم کے حق میں سبقت اخصاص  
 نبوت رسالت ہو اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت ولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ الہیت و صلاحیت  
 حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلیم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلیم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور  
 اگر یہ عنایت الہی نہ ہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا۔ لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں  
 ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کہا قال تعالیٰ۔ ہواذی ایدک بنصرہ  
 و ہا المؤمنین اور جب المؤمنون کا شرف اس مرتبہ کو پہنچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات کھیں  
 اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انھیں کے واسطے ایک گونہ تعلیم سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تظروا الذین یدعون ربہم الا یہ  
 اے امت منع کر ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی سبب اپنی حرص کے یہود و ناکاروں کے مسلمان ہو جانے کی طرف کیونکہ  
 ہدایت تو میری مشیت پر ہے اور تو نہیں یہ کر سکتا کہ چکو چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کر دے انک لا ہدی من احببت  
 و لکن اللہ ہدی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے از انجملہ یہ محتاج فقیر ناہل لال و صبیٹ سلمان عمار و خدیفہ و مقداد وغیرہ  
 کے ہیں جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال اور شوق لقاء میں اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ۔ کے  
 ہیں۔ اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہو



اور وہاں ظہور تجلی قدرت و جلال عظمت ہو اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی اس کے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال میں فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہیں اور یہ تجلی ہر سالش کے وقت عارف کو ہوتی ہے کہ ہر سالش پر صبح مشاہدہ و ظہور برکت ہو اور دعا سے زیادت محبت و شوق و قرب مشاہدہ چاہتے ہیں اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہے تو دعا کرتے ہیں کیونکہ ظہور عظمت و کبریا میں فنا ہے اور ہر نفس عارف میں ایک حال ایسا اور شبہ صاف ہے۔ گویا ہر دم میں وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد ان کی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال الاکرام میں فنا ہو جاویں اور نیز ان دونوں مقنون میں دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اس وجہ سے کہ واردات و حالات سے ان کو ان دونوں مقنون میں سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہیں اور اس بیداری سے جو غیبت ہی چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہی پھیرے جاویں۔ تو نہیں دیکھتا کہ پریدون وجہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہیں اس واسطے کہ کامل تو ہر نفس میں مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ وہاں ظہور انوار آفاق قدم اور برق بطون ازل سے اور کشف غیوب ہد سے ایک مقام نکرت کا ہر جس کے تحمل سے وہ عاجز ہیں پس حقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف قرار کرتے ہیں اور سطوات و مسجات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہیں کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکرت ہی تو نہیں دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہر وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں دی سوائے اسکے کہ اس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعض عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا یہی کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگوں کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن میں نشایہ ہو اور وہ اسکے جلال و جمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون مشاقون و مجنون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہے مگر ہم کہتا ہے کہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور جو اولیاء کہ مرتبہ عشق میں ہیں وہ عارفین و موحیدین کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سندر میں چند قطرات ہوتے ہیں۔ قال المرحوم آداب اذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت میں کیونکہ بندہ کی عبادت کرنا ہی اسکا عارف نہیں پس حقیقت اب پاک کی عبادت نہیں فرماتی مگر اس وقت کہ قوت ربوبیت بقرب اہل محل ہوئے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملة عبادت ہو اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص یہاں گویا محال ہو اور اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی پریدون چہ فرمایا یعنی پریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل دین جامع ہے اور نیز ان کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اللہ تعالیٰ پاک ہو اشارہ تشبیہ و تعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں اور نہ معنی اس کے خلاف زبان ہیں بلکہ صفت خاصہ ہو اور اسم پاک کے تحت میں سمیع و بصیر و کلام و جملہ صفات مندرج ہیں اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک صفات پاکیزہ سب مراد ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ قولہ کل شیء ہالک لا وجہ کے معنی یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویبقی وجہ ربک فی الجلال الاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات و صفات باقی ہیں جیسی ہیں ویسی ہی رہیں گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والوں کا ہے پس جب یہ بات ہو تو یہ لوگ جن کا آیت میں ذکر ہے پریدون چہ سے وہ جمیع ذات صفات کو بصفت محبت و شوق چاہتے و ارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اس طرح عطا کرے کہ ان کے دلوں کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقط اپنے خالص ہی بندوں کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا ارادت

کیونکہ ہے پس بولے یقوب نہر جو رہی اسے پوچھا گیا کہ مریہ کون ہے فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی۔ بقولہ۔  
 ولا تطروا الذين يبدعون ربهم۔ یعنی ہمیشہ یاد میں رہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کریں ایسے مریہوں کے حق میں مشائخ کو  
 چاہیے کہ ان پر مہربانی رکھیں اور جو لغزش ان سے سرزد ہوا اسکو عفو کریں۔ بعض نے کہا کہ قولہ یبدعون ربہم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اور اعتراف  
 کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز ان کو مشغول نہیں کرتی ہے کوئی روکنے والا نہیں۔ وگناہ ہر حال میں اس کی خدمت کے  
 دروازہ پر بندگی سے قائم ہیں اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہیں۔ ثم قال الشيخ اور مجھے یہاں ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح و شام سے یہ اشارہ  
 کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہیں یعنی ہر وقت یاد میں بدون فتور ہیں اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور ہے  
 تو دلائلہ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا میں کبھی مشغول نہیں۔ لکن قال رجال لا تلہم تجارتہ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلوۃ الا یہ۔ مترجم  
 کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ امور و معاش و کسب حلال بجالاتے ہیں مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشيخ اور اس میں ایک  
 اور لطیفہ ہے کہ ان کو دو امی حضور سے وصف کیا مگر صبح و شام کا ذکر کیا تاکہ جواز و کفایت اربعین احکام شرعی ظاہری پر ہے کہ فی الجملہ  
 راحت نفس حاصل کریں اور یہ کمال شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت میں حل نہ ہاویں اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاویں۔ بعض نے  
 کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عفتی کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی توجہ ہو گئی اس طرح اللہ تعالیٰ کی واسطے  
 تجرید و تفرید میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پرداخت میں خود کلام فرمایا یعنی مت مسرود و کراہی آخرہ۔ قولہ و کذلک فتننا بعضهم بعض  
 فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور ہو کر جلال و معرفت و ہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے  
 کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اس کے پاس آتا ہے اور آیات الہی اس پر جاری ہوتے ہیں  
 پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار ان سے جلتے ہیں کچھ نظر حقاہت سے دیکھتے اور کچھ  
 ان کی بدی و برائی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لادیں چنانچہ ان پاک بندوں سے مغرورون نے غمگین  
 و مذاق کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہیں۔ اہولار من اللہ من بنینا۔ یعنی ہم اسے اور اسے ہیں اور یہ کیا چیز ہیں پس اللہ تعالیٰ  
 نے ان کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو الغام معرفت و درجات کا ان پر  
 کیا اسکے شکر میں وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ  
 کے ناشکرے مشرک کا فراسق فاجر ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں چند نکات ہیں اذ الجملہ آنکہ فقیر کا  
 فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تو نگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور اذ الجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بغض کو بعض سے مشغول  
 کیا تاکہ کوئی غیر اس پر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندوں کو جو راہ حق میں اپنے نفس کی طرف اور غیر  
 حق کی طرف ایک دم نہیں دیکھتے ہیں۔ محمد بن حاتم نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا و نہ دنیا غنی کی طرف سے تصور کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور  
 فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہوا اسکو ادا نہ کرے یا دیوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ ہیں جن  
 میں اللہ کی طرف اسج ہوں۔ قولہ تعالیٰ و اذا جازک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ میں آنحضرت صلیم کے حوالہ کیا اور اگر مقام  
 مشاہدہ ہوتا تو قولہ سلام قولاً من رب رحیم۔ ہر عجز سے دیکھ کر کہ کیونکہ گنہگاروں کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاویں کیونکہ انھوں نے میدان قہر میں ایمان کی شفقت اٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد ان کو اپنی درگاہ میں

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے ان کو سلام ہو چلا اور خود ان کی مواسات کی۔ قال کتب بکم علی أنفسہم لرحمۃ۔ ازل میں ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ ان سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازل سے اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی طوفانِ قمر سے اسکے اقبال کی راہ میں سارے ہر بھر جہ سے اپنے معدن کی طرف ہونے لگے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ ان کو غربت ازل سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندوں کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو رحمت کبریٰ ہے ہونچا دے اور غبارِ طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور بھی فرمایا۔ انہ من عمل منکم سوء بجهالة یسببنا دانی کے عرفانِ جلال و جمال قدم سے قولہ ثم ناسب من بعدہ۔ اپنے نفس سے او تعالیٰ عزوجل کی طرف رجوع کر لایا۔ واصل قلب کو میل کچیل شہواتِ طبیعت و نفس سے پاک کیا۔ فارغ عفو رحیم۔ یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوتِ ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے ہر مشاہدہ کو برداشت کر لیں اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نوعیت و جلالِ کبریائی میں فنا ہو جاویں بعض نے قول سلام علیکم کے معنی میں کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہو تو سلام فرما اور حق تعالیٰ بلا واسطہ مومنوں پر سلام فرماتا کہ ابراہیم بن الولید نے کہا کہ واللہ اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اس میں واسطہ ہیں۔ واسطی نے قولہ کتب بکم علی أنفسہم لرحمۃ کے معنی میں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہو کہ بندے اسکی عبادت کو ہونچے اور یہ نہیں کہ اپنی عبادت سے اس کی رحمت کو پہنچے ہوں اور اسی کی رحمت ہی سے جو طفل و انعام و انجملہ جنت ہے۔ بندوں نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہیں پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی نہیں اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں جاسکتا مگر اسی طور سے جنت میں جاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیگا۔ اور ابن عطاء نے کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کی ہر حالت سے ہے اور جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسا تم علم و معرفت سے ہو اور بعض نے قولہ نقل سلام علیکم میں کہا کہ تو پہلے انکی فذر و منزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کر دے قبل اس کے کہ تجھ کو سلام کریں۔ قال المترجم۔ یہ حکم نفسِ آیت سے نکلتا ہے اور مروی ہو کہ آنحضرت صلعم ہی کرتے تھے کہ مومنوں کو سلام کرنے میں پیشقدمی کرتے۔ مگر آنکہ مومن ہی پیشقدمی کر جاویں بعض نے فرمایا کہ جب پر ازل میں رحمت ہو چکی اب نیا میں اور آئندہ اُس پر رحمت رہی۔ ابو عثمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے غافل بندوں کے حق میں ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہو۔ بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی صفت ہر حال میں تجلی کئے ہوئے ہیں پس بتدائے رحمت و انتہائے رحمت سے سزا و اسلام میں۔ یعنی جو لغزش و گناہ درمیان میں ہوئے وہ رحمت سے عفو ہوں یا کو نہ عذاب سے بہر حال آخر ان پر رحمت و سلام ہے۔

مَثَلُ اِنِّیْ نَهَیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَا اَتَّبِعُ اَهْوَاَءَ کُمْ

تو کہ مجھ کو منع ہوا ہے کہ بوجہ بنکوں پکارتے ہو اللہ کے سوائے تو کہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر  
مَنْ ضَلَّکُمْ اِذَا قُمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ ۝ و

تو کہ میں ہر گز چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا  
تو کہ مجھ کو شہادت ہو چکی میرے رب کی اور  
کَذِبْتُمْ بِہٖ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ بِہٖ طَارَ اِنْ کُمْ اِلَّا یَلٰہُ ۝ لَیْقُصَّ الْحَقَّ  
تم نے اس کو جھٹلایا ہے میرے پاس نہیں جسکی شہادت کرتے ہو۔ حکم کسی کا نہیں ہوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۚ قُلْ لَّوْ أَتَيْتُمْ عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہ اگر میرے پاس ہو جس کی کتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

أَلَا مُرَبِّنِي وَبُيِّنْتُ لَكُمْ بِالظُّلُمِ ۚ وَعِنْدَ كَافَّةٍ الْغَيْبِ

اور تمھارے بچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیان ہیں غیب کی

لَا يَعْلَمُ إِلَّا هُوَ ۚ وَاعْلَمُوا مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ رَوْسِهِ إِلَّا

ان کو نہیں جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں بھرتا کوئی بات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَكَاحِبَةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَاسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہیں لکھی کتاب میں

قُلْ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۚ إِنَّ دُعَايَ اللَّهِ كَبَدٌ ۚ سَوَاءٌ لَّيْسَ اللَّهُ تَعَالَى كَيْفَ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ

جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں ۚ یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اس میں دلالت ہے کہ دعا عبادت ہے پس

سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا ۚ قُلْ لَا آتِيْعُ

أَهْوَاؤَكُمْ ۚ کہہ دے میں نہیں پیروی کروں گا تمھارے کفر یہ خواہشوں کی ۚ ان چیزوں کی عبادت کرنے میں

قَدْ ضَلَلْتُمْ إِذًا ۚ میں ایسی صورت میں گمراہ ہوا ۚ یعنی اگر تمھاری خواہشوں کی پیروی کروں یا ان چیزوں کی عبادت کروں

وَمَا آتَايَتِ الْمُتَعَذِّبِينَ ۚ اور میں اہ یافتہ لوگوں میں نہ رہا ۚ حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کہ میں تمھارے گڑھے ہوئے معبودوں

کی پیش کردہ اس جلد اسمیہ سے اشارہ ہو کہ مجھ کو اس پر ثبات و استمرار ہے اور اہل تحقیق بخوشی بیانی علماء کے نزدیک حلالہ فعلیہ پر تمہیک

عطف لغز پس زندہ جائز ہر بلکہ مستحسن ہر قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي ۚ کہہ دے میں اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہوں ۚ تفسیر

بینہ میں بعض نے کہا کہ بینہ یعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہوں تو لہ البوکران الجونی ۴ اور بعض نے کہا کہ معنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے

برہان واضح پر ہوں جس سے یقین توحید حاصل ہو اور معنی میں دونوں قبل متحد ہیں اور مفسر سیوطی ۲ نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ معنی وضوح

وظہر ہے پس شاید کہ جو یہ کہ برہان و دلیل کے مقابلہ میں تکیب نہیں آتی اور شاید کہ معنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے

بصیرت و یقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہوئے انسانی و شک میں نہیں ہوں وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ۚ حالانکہ تم نے رب عزوجل کو جھٹلایا ہر طرف

معنی یہ ہیں کہ تو کہہ دے کہ میں یقین پر ہوں اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہو کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت

سے کہ تم نے اُس سے شک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب ثواب نہیں مانتے ہو۔

مَا عِندِي مَّا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ ۚ میں نہیں ہوں اس میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے ڈرنا نہ الا ہوں اور عذاب غیرہ لانے کا مختار نہیں ہوں یہ بھی مشرکوں کی ہالت تھی اور قولہ تعالیٰ وَلِلَّهِ يَوْمَئِذٍ الْعَذَابُ

الْآخِرُ ۚ العذاب الابر۔ سے ثابت ہو کہ عذاب کبر تو آخر میں حسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط

وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً بیان مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت میں حضرت

باری تعالیٰ عزوجل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی دگاہ کبریائی میں دم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہو تا ہے۔



اِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ - ہنیں حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لا شریک کا حکم ہے  
 یَقِضُ الْقَضَاءَ الْحَقَّ - وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ - یعنی حق و باطل میں جدائی کرتا خواہ ہر امت میں ہو یا بعد از ہلاک  
 کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے - وَهُوَ خَيْرُ الْقَاضِيَيْنِ - اور وہی بہتر حاکمین ہے حق اور غیر  
 نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرآن میں لقیض بتشدد صادم ہے اور معنی لقیض الحق اسے بقول الحق - حق بات کو فرمانا  
 ہے یعنی سچا حکم دینا ہے - اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع  
 میں ہر وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم الہی ہے پس اجماع تو حکم الہی سے محبت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ  
 انکو اپنے حکم میں متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام  
 بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحكم الا الله ان لا تعبدوا الا اياه لآیہ کے تحت میں انشاء اللہ بیان ہوگی - پھر حکم دیا کہ - قُلْ لَوْ اَنَّ عِثْرِي  
 مَا تَشْتَعِلْ لَوْنٍ بِهٖ لَقَضَيْتُ الْاَكْثَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ - کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے  
 تمھارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا - ہاں طوفیصلہ پورا ہو جاتا کہ میں تمھاری درخواست پر وہ عذاب جلدیچہ پر نازل کر دیتا اور آرام میں ہو جاتا  
 لیکن چونکہ میرے پاس میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں تو واللہ اعلم بالظلمات اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہے  
 حق یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کرے گا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون و مشرکون کا  
 عذاب بنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم  
 نے اختیار پاکر عذاب میں تعمیل نہیں فرمائی چنانچہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی  
 اور ایسا روز بھی گذر اچھا روز احد سے سخت ہوا ہے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی ہو چکی اور بہت زیادہ سختی یوم العقبہ کی جھکو ہو چکی جبکہ  
 میں نے عمید یا لیل بن عبد کلل پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس میں غمناک چلا اور راہ  
 میں مشرکون کے اشارہ سے غلاموں و لڑکوں نے تھمارے اور سرخہ پن کیا یہاں تک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے - پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا  
 یہاں تک کہ میں قرن الثالب میں پہنچا پھر میں نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابرمجہ پر سایہ کے سر میں نے دیکھا تو اس میں جبریل نظر  
 آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑوں کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہوئے کا حکم ہوا  
 ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق میں چاہیے اسکو حکم دیجئے پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم  
 نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق میں چاہیں مجھے حکم کریں پس  
 اگر آپ چاہیں تو اخیسین یعنی مکہ کے دونوں جانب کے دونوں پہاڑ میں ان پر گردون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مجھے اُمید ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجیں اور اس کے ساتھ کچھ شریک کریں رواہ مسلم والبخاری -  
 پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہیں تو یہ لوگ جڑ سے نہایت کر دیئے جائیں مگر آپ نے درنگی فرمائی - یہ ترسبم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر  
 نے یہ سوال کر کے جواب دیا کہ آیت فلا تکرہی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت میں آپ کے اختیار میں  
 ہوتا تو آپ ان پر واقع کر دیتے اور حدیث میں یہ نہیں ہے بلکہ پہاڑوں کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس طرح ان کو نیست  
 کر دوں پس آپ نے ان کے حق میں درنگی چاہی - واللہ اعلم - وَعِنْدَ كَا مَفَاجِ الْعِیْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں مفاتیح الغیب -

ف یعنی خزان غیب یا وہ زائین جسے غیب تک پہنچ ہو۔ پس اگر مفتح جمع مفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور  
غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کجی ہے  
یعنی غیب کی کجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول ہا مور غیب ہوا ان کو کجیاں اور امور غیب کو مخزن قرار دیا۔ لا یَعْلَمُہَا  
الْاَھْوٰی۔ ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہر فن وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالیٰ ان اللہ عنہ علم الساعۃ الا یہ بین مذکور  
ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ  
کے کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور منہ وہی نازل کرتا ہے اور مؤنث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو رہی جانتا  
ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مرے گا کما فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عنہ علم الساعۃ ویرث  
الغیث وعلیم ما فی الارحام واما تدری نفس ما ذاکسب غذا واما تدری نفس با می ارض موت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمرہ جبین جبریل  
نے بصورت آدمی آکر بضرع تعلیم کو گون کے اسلام دیا ان احسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے یہی  
آیت مصلوہ پر مبنی ہے اور حدیث صحیح میں ہیں واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہر باقران اکل علامات سے جاننے کو  
علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکور در واقع سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہر ان اکل و قیاس علامات تو اور لگ بھی کیا  
کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحاح میں قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ بیان تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جس دن قیامت آوے گی  
پس ان امور مذکورہ کے مانند امور میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی در واقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی  
ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا و کاذب و مردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجھ کو اکل و قیاس علامات  
سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کافرون پر عذاب  
آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی دانا تر ہے کہ آدھیا نہیں یا کلب و یگا۔ پس کاہن و نجومی سالوں سے جو لوگ دریافت کرتے ہیں وہ جڑ بکا  
ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرنے ہیں تو مشرک کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس مل  
تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے فناء و قدر کی باتیں و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مرے گا یا کون جنتی اور  
کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال و اذاب عقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم کے ہیں کیونکہ عقل و قیاس کو وہاں محال  
نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اس میں ثواب ہو حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَیِّنَاتِ  
وَ الْغَیْبِ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے۔ برفیچ اول وہ زمین جہین نہ پانی ہے نہ گھاس اور بھروہ آبادیاں جو  
کسی نہرو و دریا و سمندر پر واقع ہوں کہ اقال المفسر و قاموس میں ہے کہ بھروہ آبادی جس کے لئے نہر جاری ہو اور بھار دھار ہونے کا کہ برفیچ  
کے جنگل اور پرپٹ میدان ہیں اور بھرشہر و گاؤں ہیں اور بھوشہرین کے نزدیک بھرشہر سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ  
پرپٹ میدان ہو یا بھرشہر جنگل ہو یا گاؤں و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و گھاڑی ہو سب اللہ تعالیٰ  
کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد انکے علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان  
میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہر جہتی کہ فرمایا۔ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ دَرَقَةٍ اَوْ یَعْلَمُہَا۔ نہیں گرتا کوئی پتہ مگر آنکھ او تعالیٰ اس کو جانتا ہے  
ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں و جنبش کو جانتا ہے اور من و رقیہ میں من اندہ برائے استغراق ہے و لا حجبہ عطف ہے

ورقہ پر۔ فتح ظلمت الکاظمی۔ اور نہیں کوئی دانہ زیر زمین تارہ کی میں۔ وکلا رطب وکلا یابس اور رطب نہ یا بس۔ لا یرفع  
کتاب شیعی۔ مگر آنکہ وہ کتاب میں ہے نہ مگر کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنائے سابق یعنی لایعلمہا سے یہ استثنائے  
و بطریق بدل اشمال ہر علم الہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول و غمیری ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار  
کے مانند ہر کسینکہ دونوں کے معنی واحد ہیں ولا یخفی فی بعد بلا التاویل۔ فافہم۔ حاصل یہ کہ علم الہی ہر ذرہ کہ جو آسمانوں و زمینوں وغیرہ  
میں ہر جہتی کہ وہ صفایا نہ دھیری رات میں چوٹی کی چال اور ہیشمار چوٹیوں کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں  
ہے ولا یغیب عن ربک من مشال ذرۃ۔ اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہیں کچھ پوشیدہ نہیں ہر سبحان اللہ العلی الاعلیٰ۔ **ن قال**  
**فی العرائس**۔ قولہ تعالیٰ قل انی علی بنیہ من ربی یعنی اول تعالیٰ کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہر اور روشن لائل بطور نور ازل ہر اور یہ  
عالم میں سب سے بڑی دلیل ہر بقولہ علیہ السلام من انی نقدر ای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا۔ **قال المترجم** صوفیہ اس  
حدیث میں اشارہ بیان کرتے ہیں اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بارہ میں ہر پس اپنے فرمایا کہ  
جس نے مجھے دیکھا خواب میں تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہر فان الشیطان لا تمیل بی۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن  
کذا فی وایات الصحاح۔ اور جس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی علیہ شریف کے ساتھ جو آپکا علیہ ہر خواب میں دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم میں نہیں ہوتا  
مگر حدیثی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے اور مترجم کا گمان یہ ہر کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہیں لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہر  
اور یہی ان کا برے حق میں گمان نیک ہر۔ فافہم۔ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بنیات پر ہیں اور اولیا بھی ان کے طفیل میں  
بنیات پر ہیں لیکن بنیات انبیاء تو وحی یقین ہر اور بنیات اولیا سچی فراست ہر۔ **قال المترجم** حدیث میں ہر کہ مومن کی فراست سے ڈرو  
کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہر اور میں میں صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ میں نا محرم عورت پر بڑی نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ  
تھے ان کی خدمت میں آیا تو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے ذنا کار آگئیں آتی ہیں اللہ تم لوگ پر ہیز کرو ورنہ میں ڈرے ماروں گا مترجم  
کہتا ہر کہ پردہ چھپانے کی واسطے اسلحہ ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمرؓ نے عین خطبہ جمعہ پر پہنچے میں جابہ غازیوں کے سردار لشکر ساریہ  
نام کو جو ہنوا وند میں تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہاں سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اس وقت ان کی آواز  
درمیان خطبہ سے لوگوں کو تعجب ہوا تھا اور حدیث میں یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہر مقرر۔ **قولہ** وعنده مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو۔ علم غیب  
فقط اول تعالیٰ ہی کی واسطے ہر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عنہ علم الساتۃ والایہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیز ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے انکو کوئی نہیں  
جانتا پھر **قولہ** ان اللہ عنہ علم الساتۃ تا قولہ علیم غیر مذہبی۔ اور مدنی محمد اللہ بن جوہر مفسرین میں ہر فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے پھر شیخ نے کہا اور نیز  
مفاتح الغیب میں سبکی عنایت ازنی ہر جو بحال بنیاد و اولیاء لایک حکمت قدیم مبذل ہوئی قبل انکے وجود کے اور آئی ان صفات خزانہ قدیم ہائی ہر پھر عنایت ازنی کے نور سے  
ان بنڈن کیلئے مفاتح دی کہ خزانہ صفات کا کشف ہوتا ہوتا کہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو ہوا میں پس ان کے لئے اسرار کمون ظاہر فرماتا  
ہے جس سے یہ لوگ علوم غیبی لائے ہیں تاکہ بندوں کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دیں اور معاملات و حالات کا اونچے نیچے بتا دیں اور  
**قولہ** تعالیٰ لایعلمہا الا ہو غیب کے خزانے عام ہیں اور پانچ ہی میں منحصر نہیں بلکہ پانچ تو ایسے ہیں کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہوئے اور سوائے انکے  
سب عیوب مخزون ہیں ان مسوڈ نے بنی معلوم کی شان میں فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزوں کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیب  
کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہر لیکن ان میں جس قدر بندے خالص کو بتلادیا وہ جان لیتا ہر پس ولین و آخرین میں سے کوئی نہیں جانتا ہاں اللہ تعالیٰ

جب کو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہیں لیکن ان چیزوں کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور نیز  
یعنی ہیں کہ ان غیب کے پانے کی راہیں کوئی نہیں جانتا سوائے او تعالیٰ کے پس جن بندوں پر فضل ازل رکھا ہے ان کو اور ان کے  
بتانے کی راہوں کو وہی پاک سبحانہ تعالیٰ پہچانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کریں  
نیز مفاہیح الغیب میں سے تجلیات لطف و قہر میں پس لطف تو اولیا پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہیں اور قہر کی تجلی سے اعداد یعنی  
کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و رائے کے اندھیرے میں پھنک کر سنت چھوڑتے ہیں اور راہ پر نہیں آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد  
میں اللہ علم کیا تجلی دیکھتے ہیں جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہیں آخر جہنم میں جا پڑتے ہیں نیز مفاہیح الغیب ہر جہات میں کہ قلوب کیلئے  
خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول و دہانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات صفات میں کشادہ  
ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیا کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدوں کے لئے فراست کے  
خزانے کھلتے ہیں۔ ہر جہی نے قولہ لا یعلمہ الاہو۔ میں کہا کہ اور جبکہ وہ اپنے کرم سے مطلع فرما دے۔ رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی  
او تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے۔ شیخ ابن عطاءرح نے کہا کہ پس کیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہے اور شریر و بے ایمانوں پر  
فتنہ و عداوت کھلتی ہے پھر تنکون میں سے اولیا پر کرامت اور اہل سرار پر سر الغیب و راہل تنکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے  
مکاشفات اور اولیا کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہیں۔ ابو سعید خدری نے کہا کہ او تعالیٰ نے اپنے حبیب صلعم پر  
پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس کتاب من اللام شئ سے تہذیب کے اسباب کھولے۔ پھر قولہ  
و یقبل لیتقبل سے تغیب کو کھولا پس یہ مفاہیح الغیب میں سے ہیں جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر میں کشادہ ہوئے قولہ و یعلیم فی البواہر  
یعنی غیب لطف سے نیک بندوں کو پارا تار دیا اور دشمنوں کو دریاے قہر میں غرق کر دیا پس اس میں جو حکمت اسرار غیب ہیں وہی جانتا ہے اور  
نیز دیاے عیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہیں اور ایسے ہی نفوس کے پر پٹ میدان میں جو شہوات کے بہرے ہیں وہی خوب  
جانتا ہے قولہ و ما تسقط من رقة الا یعلمہا ولا حجة فی ظلمات الاضیاء الحق سبحانہ تعالیٰ نے اس میں آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط  
ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہے کہا قال لا یجرب عنہ مقال ذرہ فی السموات و لا فی الارض۔ مترجم کہتا ہے  
کہ ہر ایماندا جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ و السلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرنا ہے کہ او تعالیٰ ہر ذرہ ہر ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع  
و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعض فلسفی ہر ذرہ اوہام مانند گمان ہوان کے باطل اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو ہر وجہ جزئی نہیں جانتا اور  
یہ حقیقت اس طرح علم الہی کی نفی ہے پس اگر اسکی یقین نہیں تو گمراہ ہو اور محققین علمائے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔  
شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ ہر خطرہ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کریں کہ وہ ہر لوہ شدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم  
خبر ہے۔ اور نیز بیان فرمادیا کہ تمام مقدرات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازل و ارادہ قدیم کے  
موافق جاری ہیں اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہیں جو ہر طرح کے تغیر زبانی و مکانی سے محفوظ ہیں وہ تو اس عالم سے جو تحت  
زمانہ ہو باہر ہے و قد قال تعالیٰ و لا یطوب ولا یابس الا فی کتاب مبین جو طب مبین کے لطف مشاہدہ سے ہو اور جو تر و تازہ ہو اسکی پاکیزہ قدرت  
کا ظہور ہے اور جو زرد و پرگیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیاہ تازہ اُبھرتے وہ اسکی ولایت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر  
مرجھائی وہ اُس کی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہے۔ واسطی نے فرمایا کہ علم الہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا



۱۲۶

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور بیتہ گرنے کا قضیہ بدوین موضوع و محمول تھا۔  
 وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ  
 اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کیا کچے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اُس میں کہ پورا ہو ورنہ جو تھا  
 مَسْمُومٌ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَرُّوقٌ  
 ٹھہرا دیا پھر اُسکی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جبار بجا تم کو جو کرتے ہو اور اُسی کا حکم غالب اپنے  
 عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ مَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا  
 بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب ہو بچے تم میں کسی کو موت اُسکو پھر لے دین ہمارے بھیجے لوگ  
 وَهُمْ لَا يُفِرُّونَ ۚ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۖ أَكَلَهُ الْحَكْمُ وَهُوَ  
 اور وہ قہور نہایت کرتے پھر پہنچائے جاوے گا اُن کی طرف جو مالک اُن کا ہے تحقیق سن رکھو حکم اُسی کا اور وہ

### أَسْرَعَ الْحَاسِبِينَ ۝

مشتاب لیتا ہے حساب

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ - تو فی کسی چیز کو بھر پورے لینا۔ تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ وَاسْتَوْفَيْتِهِ۔ بھر پور اس شے کو لے لیا اور مراد یہاں  
 یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہو جو قبض کرتا ہے تمہاری ارواح کو سوتے ہیں پس لیل جو غالب وراصلی وقت سونے کا ہر مراد  
 اس سے خواب ہے اور یہ وفات یعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام الیسا ہے جیسے اوتعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یوفی الانفس حین موتہا والی طمعت  
 فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک رافعا لی الایۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر  
 موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل۔ کیونکہ ہر شخص ات ہی میں نہیں ماکرتا ہے۔ بالجمہ مفسرین و علما متفق ہیں کہ قولہ یوفاکم باللیل  
 سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہو اور یہ موت اصغر ہے اور بعض لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دروہین ہوتی ہیں ایک حیات جو موت حقیقی  
 کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سونے میں نکل جاتی ہو اور عالم میں پھرتی اور خواب کی کیفیت ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ  
 آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اکی علم الہی میں ہو اور لوگوں نے اہل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیا تھا  
 سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سو جانے کے لانا کہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں  
 نہیں ہیں بعض تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہو شیار ہو کہ شیطان تم سے سخرہ  
 ہیں نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو نوابیل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب  
 سوچ و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعض ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سپر کو ذبح کرنا دیکھا  
 پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہو وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجمہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباسؓ نے  
 رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو جب ہوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے  
 اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت میں ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن  
 مردودہ و اسنادہ منقطع۔ وَکَیْلُکُمْ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ۚ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسْمُومٌ ۚ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَرُّوقٌ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْغَنِيُّ ۚ وَهُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ يَخْتَارُ ۚ

حالت کے ہو کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات میں سوتے ہیں وقال بن کثیر یہ جملہ معترضہ ہے واسطے ولالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ اے فی النہار یروا اور احکم۔ پھر اٹھاتا ہے تم کو نہار میں فن۔ باین طور کہ تمہاری روحیں بعد نیند کے پھیر دیتا ہے۔ کذا قال مجاہد وقتادہ و السدی۔ بیضاوی رحمہ اللہ کہنا کہ نبی دھل یعنی موت کے بعد زندہ کر کے اٹھانا پس یہاں توفی کے ترشح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے یہ نبی اصغر ہوا پھر وار د ہوتا ہے کہ تعلیم ماہر جمہ بالہنار سے نور وار و اح معلوم ہو چکا پھر لفظ تم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہے۔ کذا قال بن کثیر اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہو یعنی پھر اٹھا دینگے تم کو قبروں سے اسی شان و حال کے ساتھ جو تم نے راتوں کو سوتے میں اور دن کو اپنے بھلے بڑے اعمال میں صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی وہ الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار و تعلیم ماہر جمہ فیہ۔ اور اولی وہ ہر جو شیخ ابن کثیر نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم الہی محیط ہے اور مکرر ان کافرون کو دن میں اٹھانا ان کے اعمال سے غفلت نہیں بلکہ اہمال ہے بلقیضی کہل و مشہور۔ تاکہ ایجاد مقررہ پوری کی جاوے فن اس جہل سے مراد زندگانی کی دست تمام ہے جو ہر انسان کی واسطے مقدر ہے۔ ثُمَّ اَلَيْسَ مَرَجِعُكُمْ۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا مرجع ہے فن اس طرح کہ قیامت کے واسطے اٹھائے جاؤ اور مشہور ہو گے۔ ثُمَّ يُبْعَثُكُمْ فِيهِ اَلَيْسَ مَرَجِعُكُمْ۔ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کرے گی ان میں تہدید ہو اور اس سے بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکوں کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدوں کو ان کی بدکاریوں کا عذاب دیگا۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ مُشْتَبِہٌ یَّوْجِیْہِ بَادِہِ وہی قاہر ہے اپنے بندوں کے اوپر فن فوقیت سے طرف مراد نہیں بلکہ علیہ تہ مراد ہے اور فقہر یعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک قاہر ہے ازراہ استعلاء اور غلبہ کے یا اور حالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندوں سے اور پھر یعنی بندوں پر عجز و بے اختیار می مقصور ہے اور اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب سخر ہیں کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہے سر تابی کی مجال نہیں ہے۔ وَیُؤْتِ سِلَکُمْ حَفَظَہُ۔ اور ارسال فرماتا ہے تم پر حفظ فن یعنی وہ ملائکہ جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندوں کے امور میں وہی متصرف ہو کوئی اور نہیں جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے و عذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظ پس علیکم متعلق یسل ہے۔ باین طور کہ اس رسال میں استعلاء کے معنی ہیں یعنی بھیجا بطور غلبہ ہے اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ۔ میں فوقیت لائق جلال الہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظ ہے اور تقدیم اس ظاہر کیلئے کہ ارسال حفظ کی خبر مقصود نہیں بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پیشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلاء کی بنظر عظمت و فصاحت کلام کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ اسکو مستثابہ میں داخل کرنا بے وجہ ہو۔ پھر سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ حفظ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہیں یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اترتے اور نماز فجر کے بعد جاتے ہیں اور ہر وقت نئے اترتے ہیں جو کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جہور اہل تفسیر نے حفظ سے حافظہ اعمال فرشتے بیان کئے۔ کما فی قولہ وان علیکم لحافظین۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیج دیا مراد ہے پھر وہ تادم مرگ حافظ رہتے ہیں اور علیہ اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تیسرے طبقہ زمین سے پیچھے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہیں کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کولوں میں سے ہر کوئی پر اللہ تعالیٰ کی مہرون میں سے ایک مہر ہے اور ہر مہر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہاں سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہے اسکو محفوظ رکھ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما نفہم

من تفسیر الحافظ رحمہ اللہ وقال فی قولہ حفظہ: اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظہ رہتے ہیں بقولہ تعالیٰ لم تعقبنا من بین یدیه ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے کے کب اور کس وقت کیا عمل کیا ہو۔ اور یہاں حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہیں بقولہ تعالیٰ یحییٰ إذا جاء اکھدا کما الموت فی قفسہ ورسلتا یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی آدمی کی موت آئی تو اس کو ہمارے رسول فاتحیتے ہیں من رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہو جو شرف ظاہر کرنے کو مطلق جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر نے موافق ابن کثیر رحمہ کے کہا کہ وہ ملائکہ مراد ہیں جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موزوں ہیں۔ قال ابن کثیر رحمہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہو کہ ملک الموت کے مددگار بہت سے ملائکہ ہیں جو بدن سے روح نکالتے ہیں۔ پھر جب مخلوق پر پہنچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد احادیث ہیں جو قولہ ثبت اللہ الذین آمنوا بالقبول الثابت الا یہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گی اور جو لوگ لمحدود و زلیق فقط وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہیں ان کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی مرتے ہیں تو ملک الموت کہاں کہاں پہنچتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ مسافت دوری تو جسم والی چیز کے حق میں ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہاں تو متعلق مادی جسم کی قوتیں عجائب ہیں حتیٰ کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال وہم خود دیکھو کہ پلک ہارتے کہاں سے کہاں پہنچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط کر لی اسکے یہ معنی نہیں کہ ہاتھوں سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے۔ واللہ الوفاق بالجلہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں جب فی فوج کی موت کا وقت ہو۔ وہم کا کثیر طعن ہے۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اس میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں من رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ حفظ حیات میں کمی نہیں کرتے مثلاً قبل از وقت نہیں مارتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال میں تجاویز نہیں کرتے مثلاً کسی کی نیکی ضائع یا بدی فراموش نہ کرنا اور یہ یفرطون بقراءۃ تخفیف سے مناسب ہو اور اول اولیٰ ہو اور ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ روح متوفی کی حقیقت میں کوتاہی نہیں کرتے بلکہ حفاظت سے جہان شہیت الہی عزوجل پر وہیں پہنچاتے ہیں چنانچہ نیک ہو تو علیین میں اور اگر بدکار ہے تو بحین میں پہنچاتے ہیں۔ سعید بن مسیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہیں اگر وہ نیکو کا آدمی ہو تو اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی اب باہر آ جا اور نکل آتیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہو پھر اسکو آسمان پر چڑھایا جاتے ہیں پھر دروازہ کھلواتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا کیا پاکیزہ روح جسم پاک میں تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور سمجھے روح و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب میں نہیں ہے بشارت ہو اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ ساتوین آسمان تک پہنچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہو تو فرشتہ اس سے کہتے ہیں کہ نکل اے نفس حبیبہ جو جسم حبیبہ میں تھی نکل در خالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجھ کو جہنم و عساق ہے اور اس قسم سے دہچہچہاؤ اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ نکالی جاتی ہے پھر اسکو آسمان تک پہنچاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس حبیبہ کو کچھ مرحبا نہیں جو حبیبہ جسم میں تھی تو لوٹ یہاں سے در خالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے بھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اولیٰ کو ہاں مذکرام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو معنی دم عتاب کے مذمت کی جاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث میں روح حبیبہ

کی بدلو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بوسے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہنچ کر سجین میں بھیڑ کا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے نفوذ باللہ من ذلک اللهم اعوذ بک من ان اکون من الذین یذمون ویجنثون واسألك بالشر الذی لا اله الا هو الحی القیوم ان تغفر فی خطیئتی کلما دتونی مسلما وحقنی بالصالحین رحمتک یا ارحم الراحمین وعلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین۔ ثُمَّ دُرُّوا إِلَى اللَّهِ مَعَهُ لِمِثْمِهِمْ الْحَقُّ۔ بعض نے کہا کہ تم ردو الیہ یعنی پھر واپس ہو جاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مرنے والا لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہوگا جو یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاؤ گے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ ان ہر ایک کو اسکا بدلہ دیگا۔ لَا لَکَ الْخُصْمُ أَکَاہُ۔ ہو کہ اُسی کا ہر حکم یعنی مخلوق میں قصار نافذ اسی کی ہر۔ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِینَ۔ اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدمے کے برابر مقدار میں حساب فرما دیگا۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ ہر اربس کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہر پس اصل حساب جو علم الہی محیط میں موجود ہے وہی جلد ہو جائیگا۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر عتبات قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب میں نہیں ہے۔ فافهم واللہ اعلم بالصواب۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ ہو الذی یتوفاکم باللیل۔ رات میں وفات دنیا اس مفاد کی واسطے کہ ان کی روحیں فضا کے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار حبروت میں سر کریں تاکہ انکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھ جاوے اور دن میں اپنے جوارح و اجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاؤ گئے اُس کو پہچان لیں اور مار ڈالنے اور جلاسنے میں قدرت الہی عزوجل کو اپنے اوپر پڑتی ہوئی اور آنکھوں کی بھی ہوئی معلوم کریں تاکہ ان پر یہ وقت آجائے کہ حادثہ مخلوقات سے منقطع ہو کر مشاہدہ الہی کی طرف منقطع ہو جائیں اور اسی میں کی طرف تہ آیت یعنی قولہ تم بیعتکم فیہ لیقضی اجلکم لایہ۔ سے اشارہ ہو۔ ثم ردو الی اللہ مولا ہم الحق۔ اور تعالیٰ کے شرف دینے و کرامت فرمانے میں یہ بات بھی ہو کہ بندہ کو قید خانہ دنیا و اسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندہ مومن پر عتبت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گناہ دن کے حق میں اُمید ہے اور یہ بندوں پر لطف سے ظاہر ہو کیونکہ مولا ہم الحق فرمایا اور اگر فقط ردو الی اللہ۔ ہوتا تو عظمت قبر کبرائی میں نیست ہو جاتے لیکن لطف سے بندوں کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے ردو الی اللہ سے مقام ہیبت میں لا کر قولہ مولا ہم الحق۔ سے مقام قرب منزلت کی طرف نکال لیا۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کہ یہ سب زیادہ اُمید کی آیت ہے کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی اُمید نہیں کہ اس کے جزا و سزا کا مدار اسکے مولیٰ کی طرف ہو جاوے۔

قُلْ مَنْ يَنْجِيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ؕ لَئِنْ أَجَبْنَا

نوکھ کون بلجی لانا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جن کو پھارنے ہو گڑ گڑا تے اور چپکے اگر ہم کو بچا لیں گے

مِنْ هٰذَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُخَيِّكُم مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ

اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہم اللہ تم کو بچاتا ہے اُن سے اور ہم

كَرِبَلْتُمْ اَنْتُمْ تَشْرِكُونَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

گھر اہٹ سے بھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہ اُسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر



عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِّنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقُ بَعْضَكُمْ

بِأَسْرِ كَعْضٍ ۚ أَنظُرْ كَيْفَ نَصَرْتُ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ

بَيِّنَّا قَوْلَنَا لِقَوْمٍ يُفْقَهُونَ ۚ وَلَٰكِن لَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَلَٰكِن لَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَلَٰكِن لَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ

تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہ میں نہیں تم پر داروغہ ہر چیز کا ایک وقت ٹھہرا رہا ہے اور آگے جان لو گے

خَلْقٍ يَّاهِلِكُمْ ۚ وَلَٰكِن لَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَلَٰكِن لَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَلَٰكِن لَّا يَتَذَكَّرُونَ ۚ

ظلمات البرہہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البحر کہ تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البرہہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البحر کہ تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البرہہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البحر کہ تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البرہہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

ظلمات البحر کہ تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہو جائے جس سے سفر میں سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ہستی نہیں اور

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہیں اور من تحت ارجلکم یعنی پتھوں سے اور وہ غلام و در ذیل ہیں۔ اور ارجح قول مجاہد رحمہ ہے و دیگر معانی اسکے اقسام دلائل سے شامل داخل ہیں واللہ اعلم۔ اَوْ یُکَلِّسْکُمْ شِیعًا۔ اور یخلطکم فرقاً مختلفہ الہو اور۔ یا خلط کر دے تم کو فرمائے مختلفۃ الہو اور۔ یعنی آپس میں تم کو ایسے مختلف فرقہ کر دے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہو جاوے پس آپس میں مخالف ہو کر ایک دوسرے کے دشمن ہو جاوے اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیث میں جو متعدد طرق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوئی یوں موجود ہے کہ یہ اُمت اتھرت فرقوں پر مختلف ہو جائے گی جس میں سے سب دوزخ میں جا دیں گے سوئے ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ میں نے اس حدیث کے طرق و اسانید کو جمع کیا و الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قہر ہے تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب تارے یا پیرون کے نیچے سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشوں میں باہم مختلف و متخالف کرے۔ وَ یُذِیْقُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا عَذَابًا۔ یا تم میں سے بعض کو بعض پر مسلط کرے کہ عذاب تکلیف دہی و قتل سے مضرت ہو بخدا دین۔ کذا قال ابن عباس و غیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں علوم و معرفت ہیں اور راہنہ فی العلم ان کو خوب جانتے ہیں۔ پھر یہ تہدید تو ظاہر اُمتیں کہیں کہیں اور اہل اسلام جب بن قویم و سنت مستقیم سے منق و فحور کی طرف نائل ہوں تو وہ بھی اسکے اشارہ میں شامل ہیں اس واسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علی ان یعبث علیکم عذابا من فو قکم او من تحت ارجلکم میں روایت ہے کہ حسن نے کہا کہ یہ مشرکوں کو اس واسطے ہے مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس اُمت میں سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکوں سے مل جا دیں گے اور مجاہد رحمہ نے فرمایا یہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے ان دونوں اثر کو ان ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونوں قول متعارض نہیں بلکہ صحیح ہیں پھر ابن کثیر نے ذکر فرمایا کہ بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری۔ قل ہو القادر علی ان یعبث علیکم عذابا من فو قکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اعدو ذوبہک یعنی اے میرے پروردگار میں تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہوں۔ او من تحت ارجلکم کہا کہ اعدو ذوبہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ اور یلبسکم شیعاً و یذیق بَعْضُکُمْ بَعْضًا لَعْنًا۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ وقد رواہ النسائی و الحمیدی و ابن جہان و ابن مردودہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت میں ہے کہ جابر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدم ہو ضرور واقع ہوگا اس واسطے یہاں پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ اُمت اسلامیہ میں یہ سب امور یکے بعد دیگرے واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین میں سب حق پر تھے پھر مختلف الہو اور فرقت پیدا ہوئے مانند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہو سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علی ان الایۃ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہیں آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ وقال حدیث غریب سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ پھر مسجد میں داخل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک حضرت پروردگار عزوجل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ میں نے اول تعالیٰ سے تین باتیں مانگیں ایک یہ کہ طوفان عرق سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے اسکو اول تعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ خط سے میری اُمت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ آپس میں قتل و قذف نہ کریں تو اس کو منع فرمایا رواہ احمد و مسلم مترجم کہتا ہے کہ مسجد بنی معاویہ میں یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار بائین مانگنا مذکور ہے اور طوفان عرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان لوح کے عوم عرق سے پناہ ہو اور  
 قحط سے ہلاکت ہونے سے یہ مراد کہ عموماً قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جادین اور اُمت سے مراد  
 ایمان اسلام والے ہیں اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ میں ہے اور اس مسجد میں اس دعا کی خصوصیت  
 شاید ظہور آٹا تھا اور قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و  
 صحابہ اُمت کیساتھ بے ادبیاں و خونریزیاں واقع ہوئیں جو کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ صحاح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت  
 صلعم لوگوں کو آطام مدینہ سے بلاؤ و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد فرأى علي بن عبد الرحمن بن ممدی عن مالک عن عبد اللہ بن عبد اللہ  
 بن جابر بن عتيك۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرہ بنی معاویہ میں جو انفار کے حالات میں سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے  
 فرمایا کہ تو جانتا ہو کہ تمھارے اس مسجد میں رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے ایک جانب کو اشارہ  
 کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ اس میں جن تین باتوں کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہیں تو میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ مجھے خبر دے  
 تو میں نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ اُمتیوں پر ان لوگوں کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جائے اور قحط سے وہ ہلاک  
 نہ کئے جادین اور یہ دونوں باتیں منظور ہوئیں اور یہ دعا کی کہ آپس میں ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس  
 دعا سے منع کئے گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس میں خونریزی و تعذیب جاری  
 رہے گی۔ قال الحافظ ابن کثیر۔ ستادہ جدید قوی و لیس فی شئ من الکتاب الستہ اور ترجمہ کرتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر  
 غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ  
 کی روایت بطریق محمد بن اسحاق میں آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل میں اس نماز کو نماز رعبت و  
 رہبت فرمایا و قدر واہ ابن ماجہ و ابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انس بن مالک میں ایک سفر میں آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے  
 اور اسکو نماز رعبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا بائین الفاظ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ لا یلبسہم شیعا۔ یعنی فرمائے  
 مختلف الالباء و مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ و قدر واہ النسائی۔ ترجمہ کرتا ہے یہ سفر میں نماز چاشت میں واقع ہوا اور  
 طاہر اسمین تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس میں لڑیں نہین بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین میں ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کہ  
 خواہش نفسانی درائے کئے پابند نہ ہوں واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے خواب بن الارث سے نماز شب کے قصہ میں ہے کہ میں نے عرض  
 کیا کہ یا رسول اللہ! اپنے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہین دیکھا تھا فرمایا کہ ہاں یہ نماز رعبت و رہبت  
 تھی میں نے اس میں اپنے پروردگار سے تین بائین مانگیں تو دو مجھے عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمایا میں نے پروردگار عزوجل سے  
 مانگا کہ ہم کو ایسی چیزوں سے ہلاک نہ فرماوے جن سے اگلی اُمتیں ہلاک ہوئیں تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث بخو ما بہن عن انسؓ و قد  
 رواہ النسائی و ابن جابر و الترمذی و قال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزازی سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأۃ  
 پڑھی جس کے رکوع و سجد پورے تھے۔ الحدیث اسمین ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمھاری جڑ اُکھاڑ دے  
 یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدیثا عبد الرزاق قال قال عمر بن الخطاب عن ابی قلابہ عن ابی لاسعث الصنعانی عن ابی اسامہ الرجمی عن  
 شداد بن ادس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین لپیٹ دی میں نے اُس کے مشارق و

ومغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب ہائیک ہو چکے گا جس قدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپرد و سرخ دو خزانہ عطا ہوئے اور  
میں نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاویں اور یہ  
دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ اُن کو عموماً ہلاک کرے اور یہ دعا مانگی کہ اُن لایسہم شیعا و ان لایذلیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط  
فرماوے فرقہائے مختلف الاہواء اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مصرت قتل و تذبذب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اُسے محمد حبیب میں نے  
کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہیں ہو سکتا پس میں نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کر دینگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو  
اُن کے غیر میں ہی مسلط کر دینگا کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان میں سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان میں سے  
بعض کو قید کرے۔ شد اور نہ کہہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت پر خوف نہیں کرنا گرا ایسے سرداروں سے جو گمراہ کرنے والے  
ہوں پھر جب میری اُمت میں تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہیں اٹھائی جائے گی۔ قال بحفظہم اسنادہ جید قوی پس  
فی شی من الکتاب المستتہ و مترجم کہتا ہے کہ اہل قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیر میں سے مسلط کر دینگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے  
یہاں تک کہ الی آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیر میں سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک کہ آپس میں بعضے  
بعض دیگر کو ہلاک کریں اور جب ایسا کریں گے تو غیر میں سے مسلط ہو سکتے ہیں اور صحیح ہوا کہ مسلمانوں میں جب تک آپس میں غریزی نہیں ہوتی تب تک  
کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہیں ہوتی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام  
و توحید پر ہیں اور قولہ یہاں تک کہ یہ ہوگا الخ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہاں یہ ہوگا کہ آپس میں ہلاک کرنے والے ہوں گے اور ترجمہ کہتا ہے  
کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتیں محفوظ ہیں  
یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہوں اور ایسی حالت میں یوں مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کرے  
بخلاف ان لوگوں کے جو حضرت علی علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک نہ جانے  
والوں نے بالکل قتل کر ڈالا عقار امام احمد نے ابو السبرہ غفاریؓ سے مرفوعاً روایت کی جس میں یقیناً امور مذکور کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے  
کہ میں نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث میں  
مذکور ہے کہ ان لوگوں کی جماعت مقتدی تھی اور اپنے الحیات کے جلسہ میں یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب  
میں یہ روایت نہیں ہے پس اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ طبرانیؒ نے حضرت علیؓ سے تین امور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اس میں ہے  
قلت یا رب لا تسلط علیہم عدوان غیر ہم یعنی اہل الشریک فیتجاہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یوں مذکور ہے کہ میں نے عرض کیا کہ  
اے میرے پروردگار نہ مسلط فرما یوں لوگوں پر یعنی میری اُمت والوں پر کوئی دشمن ایسا جو ان کے غیر میں سے ہو یعنی مشرکوں میں  
سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے۔ اور منی حدیث کو  
ابن مردودہ فی ابن عباسؓ سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردودہ نے ابو ہریرہؓ سے چار باتوں کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ  
میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہو جائے۔ تو اسکو قبول فرمایا پھر حافظ ابن کثیرؒ نے آثار نقل کئے چنانچہ حضرت ابی بن کعبؓ نے قولہ  
قل ہو القادر علی لایۃ میں عذاب من الغفوق کی تفسیر پھر بر سائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر شریف ہونا بیان کر کے کہا کہ اس میں  
چار باتیں ہیں جنہیں سے دو ہو گئیں اور دو باقی ہیں۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوریؒ رحمہ اور ابو جعفر اندلی کے طریق سے ابی بن کعبؓ کی



روایت میں ہے کہ یہ چار باتیں ہیں جن سے دو باتیں تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گزریں کہ مختلف الاہوار ہو کر مخلوط ہوئے اور بعض کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہنچی اور دو باقی رہیں یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہوئی رواہ احمد وابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے واللہ اعلم ولکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ میدان کے مقام پر ہونچ کر سب زمین میں دھنس جاویں گے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر وابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباسؓ سے قولہ عزابا من فوقکم کی تفسیر گراہ اور گراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحتہم کی تفسیر بدکار خادموں کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی جوابی بن کعب مجاہد وغیرہم سے پتھروں کی بارش خسف کا مذکور ہو اور اقویٰ داخل ہے اور ابن جریر نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ انتم من فی السمار ان تخسف بکم الارض فاذا ہی تمورام انتم من فی السمار ان یسل علیکم حاصباً فتعلمون کیف نذیر اور حدیث میں ہے کہ ضرور اس امت میں قذت و خسف و مسخ واقع ہوگا اور سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آویں گے۔ فانظر۔ انظر کیف نصرت الکالیبت۔ اے اقطر تبعا کیف نہیں ہم الدلالات علی قدرتنا یعنی تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور سر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہیں۔ لَعَنَهُمُ یَعْقُہُونَ۔ یعلمون ان ماہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہیں وہ سب غلط و باطل ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ اولاً بالذات تو یہ کافروں و مشرکوں کو فحاش و تہدید ہے اور حاصل آنکہ مجھ اور جو اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ میں نوریان سے یا دنی تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہے وہ ان صریح آیات سے ضرور امید کرے گا کہ جن کی فحاش کے لئے ایسے پاکیزہ دلائل بیان ہوئے وہ سمجھ جاویں گے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ یقیناً مشرک کیونکر نہیں سمجھتے ہیں مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ ہی کہیگا کہ پاک ہے تو اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو ہمارے دلوں کو ہدایت کے اپنے فضل و کمال کے حدتے میں کج نہ فرمانا اور ایمان پر سلامتی و عافیت سے مغفرت فرما کر خاتمہ خیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار رحمہ الراحین کی درگاہ میں یہی دعا کرتا ہے آمین پھر اس میں اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلالت کی فحاش ہے کہ راہ توحید پر مستقیم ہیں۔ قال حافظ۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روایت کیا کہ زید بن اسلم نے کہا کہ جب نزل ہوا قولہ قل ہو العباد علی ان سببت علیکم الآتۃ۔ (یعنی مشرکوں کے شرک و کفر و منق و فجور پر تہدید ہوئی ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹو لٹے پاؤں کافر ہو کر کہ بعض تمھارے تلواریں سے بعضوں کی گردنیں ماریں تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے پس بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف نصرت الایات لعلم یفہون و کذبت یہ قوی صلیت مفسر نے کہا کہ براے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قسم نے جھٹلایا اور بعض نے اس میں عید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع کی اور مترجم کہتا ہے کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے میں یہ بھی آگیا کیونکہ یہ عید بھی مجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو از انجملہ و عید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکوں نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہیں جانا۔ اور زید بن اسلم کی روایت میں جو مذکور ہوا کہ بعض لوگوں نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا تو قرآن یا عید مذکورہ کی کچھ بھی تکذیب



عَلَيْكُمْ وَإِنَّمَا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اور کبھی بھلا دے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے افسان قوم کے ساتھ  
مَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِي لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ  
اور پر ہیزگاروں پر نہیں کچھ ان کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈریں

وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اور جب تو دیکھے ایسے لوگوں کو جو خوش کرتے ہیں ہماری آیات میں  
یعنی قرآن میں بھٹلانے اور سحرہ پن کے طور پر خوش کرتے ہیں۔ خوش دراصل پانی میں گھسنا اور عبور کرنا اور یہاں مضمون میں  
خوش کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہو یا خوش معنی خلط ہو کہما يقال۔ خاض الماء بالعسل یعنی شہد میں پانی ملا دیا پس مراد  
آنکہ جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں خلط کرتے اور معنی میں تاویل بجا کرتے اور بے پڑھوں پر شبہ ڈالتے ہیں  
تاکہ کلام الہی کی تخریف و تکذیب کریں۔ فَاغْنِ عَنْهُمْ تَوَاتُّرَ آيَاتِنَا اے مفسد لوگوں سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے  
لکرو فریب کا ضرر نہ ہو سچے اور یہ گناہ عظیم تو کالوں سے نہ سنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ۔ حَقِّ يَخُوضُونَ فِي حَدِيثِ  
غَيْرِهِ۔ یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات میں غرض کریں سوائے آیات الہی کے اندر بھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے  
خوض کرنے کے۔ غیرہ کی ضمیر مذکر معنی آنکہ فی حدیث غیر ہذا الحدیث۔ اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھا دہم ہے کیونکہ مراد  
خوض در آیات کی باتیں ہیں اور لفظ صفت حدیث ہے۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہو یا آنحضرت صلعم کو لفظ خطاب  
ہے اور مراد ہر فرد آپ کی امت کا ہر حتی کہ اہل اسلام کو رد انہیں کہ اپنے لڑکوں کو ایسی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت دین جنہیں ایسے  
مفسدہ کی باتیں ہوں اور جائز نہیں کہ جاہل یا عامی آدمی یہود و نصاریٰ وغیرہ کے وعظ میں سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دھوکا  
دینے والی باتیں جن سے قرآن و حدیث کی تکذیب ہوتی ہو رد نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح رافضی و خارجی و دیگر بدعتی و کمرہ فرقہ مثل سحر وغیرہ  
کی باتیں سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف و بھٹ سے منع  
کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جھگڑے اور سچیں ڈالیں کہستہم کہتا ہے کہ وہابی و بدعتی  
اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود جتنی مذہب شافعی مذہب اے بھی اسی جھگڑے میں مبتلا ہیں اگرچہ حقیقت میں یہ لازم  
نہا کہ کتاب و سنت کو بدین جھگڑے و تعصب کے ان مجتہدوں سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے۔ محمد بن علیؑ سید امت ہے کہ اصحاب  
الابواء انھیں لوگوں میں سے ہیں جو آیات الہی میں غرض کرتے ہیں۔ مقاتلؓ نے کہا کہ مشرکین مکہ میں جب قرآن سننے تو اس میں  
خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے بھٹلا دیں اور شک ڈالیں تو اصحاب رسولؐ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتیں سننے اور ساتھ بیٹھنے میں  
لفضان ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُناری مترجم کتاب ہے کہ مقاتلؓ کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہیں اگرچہ اس روایت  
کے معنی ٹھیک ہوں۔ وَإِنَّمَا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ اصل میں ان ما تھا و غام کر دیا اور ان شرطیہ اور مازائدہ ہے اور منینک۔ میں  
دو قرآء ہیں ایک قرآء۔ اسکون لون بدون تشدید کے یہی قرار معروفین میں سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح و تشدید لون اور  
یہ ابن عامر کی قرآء ہے اور نسی والنسی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دونوں متعدی آتے ہیں معنی آنکہ اگر شیطان بھول میں ڈال دے  
تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ تو مت بیٹھ بعد یاد آ جانے کے قوم ظالم کے ساتھ۔

قولہ بعد الزکری۔ بعد تذکرہ۔ اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکر می مصدر ہو اور الف لام عوض مضاف الیہ ہر اسے بعد ذکر راہ۔ اگر کہا جائے  
خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجائے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد  
الذکر می مہم۔ لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خالصین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خالصین قوم ظالم ہیں اور ظلم  
ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل کلمی لئی پس جن خالصین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات الہی کے فصاحت و عظ و پند و معانی حق و دلالت  
توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل و افعی کے بجا و فریب آمیز تاویلین کرتے اسلئے ظالم قرار پایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ  
پر صادق ہر پس اگر ایسا بجا خوض کیا کہ کفر تک پہنچا جیسے مشرکین جھگڑاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین معنی کافرین ہوں گے ورنہ فاسقین  
ہوں گے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات الہی میں علوم اخلاق و حکمت پسے کو خوض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب  
ہے لہذا مفسر نے خوضون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری امت سے خطا و نسیان و جہر  
وہ زبردستی سے استغراہ کئے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ انانیستیک۔ یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آ جاوے تو ان کے ساتھ  
نہ بیٹھے۔ کذا قال السدی عن ابی مالک سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا  
سمعتم آیات اللہ کیف ہا و استہزا بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخروجوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلتم الایۃ۔ اس میں قد نزل سے اشارہ بیان کی آیت  
کی طرف ہر پھر مفسر سیوطی نے لکھا کہ جب یہ حکم اتر تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافرون نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم  
وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا۔ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُونَ اللہَ مِنْ  
حِسَابِهِمْ اَلْخَالِصِیْنَ قَوْلٌ زَائِدٌ شَکْیٌّ اِذَا حَالَسُوهُمْ وَلَکِنْ عَلِیْہِمْ ذِکْرٌ حِجْیٌ تَذْکِرَةٌ لِّہُمْ وَوَعِظَةٌ لِّتَقْوُونَ اللہَ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ یعنی اور انہیں سے  
اُن لوگوں پر جنہوں نے تقویٰ کھا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی ولیکن متقیوں پر واجب ہر کہ خوض کر نیوالوں  
کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ خوض سے پرہیز کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کر نیوالوں  
کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامہ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہیں ولیکن متقیوں پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے  
پس ذکر می مرفوع مبتدا مخدوف الخبر ہے اور سیل الرفع ہوا وجوب یعنی واجب علیہم ذکر می۔ اسی واسطے مفسر نے علیہم خبر کی طرف مقدار کیا۔ پھر  
واضح ہو کہ بنا براس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور ان کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب  
تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہو ولیکن یہ شرط کہ ان کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں اور شیخ ابن کثیر نے بروایت ابن ابی حاتم  
من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء۔ کہا کہ یہ معنی کہ جب انہوں نے ان سے  
اعراض و پرہیز و نگاہ نہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہر وہ خوض کیا کریں۔ قال حافظ اور مجاہد و ابن جریر  
وسدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی انکہ اگر متقی ان خوض کر نیوالوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں  
قال حافظ اور ان علماء نے دعویٰ کیا کہ یہ حکم سورہ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلتم الایۃ ہر اور ان علماء کے قول پر  
قولہ ولیکن ذکر می لعلہم یتقون کے معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اس واسطے دیا کہ جس حال خراب میں وہ پڑے ہیں اس سے پرہیز  
ہو کہ تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں بعض نے لکھا کہ یہ خصیصۃ امتائے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر لقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت  
طاری تھی پھر سورہ نسا کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الایۃ سے خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

میں نے اس کی تفسیر کی ہے



منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجیب ہے اس واسطے کہ سورہ نسا مدنیہ کی آیت مصدرہ میں خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یا د  
 دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خالصین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھو گے تو تم بھی اھلین کے مثل ہو۔ پس آیت سابقہ مکمل یعنی جو  
 یہاں اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی میں ہوتی تو اس کے حوالہ پر جو دلائل است کے  
 معنی میں ہو سکتے ہیں جن میں یہ کہ آیت کے معنی وہی ہیں جو سعید بن جبیر سے مروی ہوئے ہیں اور سراج میں کہا کہ جہود کے نزدیک حکم  
 ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہیں داخل ہونا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ لکن ذکر می کے  
 یہ معنی ہوں گے کہ عسلان خوض کرنے والوں کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ماقط نہیں بلکہ اعراض کر د اور کافرون د  
 خوض کرنے والوں کو نصیحت کرو۔ قال المترجم سہن خلیان یہ ہو کہ مکہ میں قبل ہجرت کے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور  
 بچائے رکھتے تھے پس امر معروف و نہی از منکر اس وقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الایہ  
 کے یہ ہیں کہ جن ایمان والوں نے غرض استہزاء و تکذیب کرنے والوں کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان مسخون کے عذاب سے  
 کچھ بھی نہ ہوگا لیکن ان پر خود اپنے نفس کو واسطے وعظ و تذکرہ واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقویٰ کا  
 مرتبہ کمال ہو پئے۔ قال المترجم پس علم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقویٰ از تجالس خالصین ہے  
 اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلہ کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم و غفلت ہے فافہم اللہ اعلم۔ ذکر الذین ترک کر دے ایسے  
 لوگوں کو جھٹون نے اتخن ذلک الذی کلفواہ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث  
 رسول کے طریقہ کو حب و کھو باستہزائہم۔ حب ہو یعنی لہو و لب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم ہے انصاف  
 کے ساتھ ایمان خوض کرتے ہیں وغیرہ تھمہ الحیۃ الدنیا۔ اور مغرور کیا اور فریب میں ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگی نے یعنی اپنی  
 پیدائش اسی زندگی دنیاوی میں مقصور سمجھتے ہیں اور بخت و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہیں ہیں حاصل آنکہ ایسے لوگوں سے  
 کچھ تعرض مت کرو اور یہ حکم پہلے تھا پھر ہباد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسر اور ظاہر مفسر کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پہلے کو منسوخ ہو گئی ہے  
 کیونکہ بنا بر تفسیر مذکور کے اس وقت میں مارنے پٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر ہباد کا حکم آیا لیکن صیغہ امر  
 جو یہاں مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم ہباد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ  
 وہیم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکوں نے خود نکالا تھا کہ بتوں کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جا نور مرد ہی کھاتے  
 اور بعضے فقط عورتیں اور بعض میں دونوں شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشا ہیں۔ اور قادی نے لہو و لب  
 کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی اھلون نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگی دنیاوی نے ان کو اپنا  
 فریفتہ کر لیا اور بیبادی نے لکھا کہ مراد آنکہ اھلون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے تدین رکھا جسکا  
 کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار میں عام نہیں جیسے بتوں کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ  
 اور حاصل آنکہ ان کے اقوال و افعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر مترجم کتا ہے کہ اعراض سے یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ان  
 کو فہایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض بمعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال بن کثیر  
 یعنی انکو چھوڑو اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیں لے ہیں اسی واسطے فرمایا۔ ذکر کر یہ لے عذاب

ہا القرآن۔ اور ان لوگوں اور دوسروں کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسِلَ نَفْسٌ مِّمَّا كَسَبَتْ  
اے لان لا تسلم الی الملک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے سبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار  
دیا اے کر اہل تہ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسبل  
نفت میں معنی حرام و ممنوع ہو۔ بولنے ہیں کہ ہذا بسبل علیک۔ یہ بظہر حرام و ممنوع ہو۔ یا سبل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور  
اسد باسل۔ کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہو یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہو اور ایساں یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں  
سو نہ پڑے یقال البسل ولدی یعنی خون کے عوض میں نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل معنی تسلیم الی الملک  
ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب الیم کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس مچا ہر د عکرمہ و احسن  
والسدی۔ قال ابو الی عن ابن عباس اے فضیلت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی مجوس مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ  
ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہیں اور یہ ہا تذکرہ تعالیٰ کل نفس ہا کسبت رسیۃ الا اصحاب الیمین الایہ۔ حاصل آنکہ  
مشرکوں کے افعال ناکارہ کی پروا امت کر اور ان کو بھی دوسروں کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت میں  
کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ کیس لہا عن ذون اللہ ولی ولا شیخ۔ درحالیہ اس نفس  
کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم میں سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار و سفارشی الیہا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ  
عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ کذلک تعدل کل تعدل کلا یؤخذ منہا۔ اے وان  
تعد کل فدا لا یؤخذ منہا ما تعدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دیوے بھی تو نہ  
چھوٹے پس ضمیر لا یؤخذ منہا کی ما تعدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اُس سے وہ جو کچھ فدیہ میں دیوے۔ عدل معنی برابری  
وفدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہیں پس عدل یعنی تبدیل ہے ہو۔ اَوَّلُ کَلِمَاتٍ یعنی یہی جھوٹ نے دین کو لود و لعب بنایا  
الذین ابسِلوا مِمَّا کَسَبُوا۔ یہی ہیں وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کئے گئے ہیں سبب اپنے کمائے ہوئے کاموں کے۔ پھر دوسری خبر  
جملہ مسانفہ بیان حال ان بدکاروں کا یہ ہے۔ لَھُمْ شَرَابٌ مَّا یَشْرَبُ اُنَّ کے واسطے پینے کی چیز ہیں جھیم نہایت درجہ گرم  
پانی سے۔ حدیث میں اور دوسری آیات میں ہے کہ اس سے آتین کٹ گریں گی۔ وَقَدْ ابَّ الِیْمُ مِمَّا کَالُوا اَیْکُمْ مَوْتٌ۔  
ما مصدر یہ ہے اے سبب کفر ہم اور عذاب مولم ہو سبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کو اپنا پروردگار  
جاننا اور اسکو وحدہ لا شریک نہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب رسول کو  
بھیجا تو پڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر مجرے دکھلا دیتے  
پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اُس خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس میں نہ آوے پھر رسول کتاب الہی سے ٹھٹھول  
کرنا نہیں معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہاں اسکی انتہا ہے۔ لیکن کافر لوگ و طرد و زندیق جب عذاب سنتے ہیں تو  
کہتے ہیں کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب غلات عدل قیاس ہو حالانکہ اپنی خطا و گناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الہی بھی ایسا ہی  
سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں اگر غور کرنا تو یہ بھی اُسے شان باری تعالیٰ میں اسکی  
عظمت و شان کبریائی میں سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

اور چند روز بعد مر گیا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہو گا۔ اے بندہ جو بندگی نہ کر دی، از بند گیت کہ کار دارد نہ چون او تو دگر خدا نہ واری  
اور اگر خدا ہزار بار دہشت فی العرائس۔ قولہ دعا علی الذین یقیون من حسابہم من شیء۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیاء و مومنین سے یہی عہد  
کر لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیاء علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہو پس اولیاء بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا کرینگے  
تو قصور کرنے والے ہوں گے قولہ و الذین اتخذوا دینہم الآتۃ یعنی یہود و ن کو چھوڑ دے جو جہان کے خطوط میں مشغول ہو گئے ہیں تاکہ  
اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محبوب ہیں۔  
حسین رحمہ نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محبوب ہو اور اپنی حیات دنیاوی سے مالوس اور اس پر مغرور  
ہو اور درحقیقت یہ موت ہو اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و  
حقائق سے مغرور و محروم ہیں۔

قُلْ أَنتَ دُعُو امِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلا یَضُرُّنَا وَتَدْعُنَا إِلَىٰ عُقَابِ بِنَا

تو کہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جاہلین اے بے پادان

بَعْدَ إِذْ هَدَىٰ اللَّهُ مَا كَلَدِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطَانُ فِي مَا كَلَرَضِيب

جب اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جہل میں

حَيْرَانَ ۚ لَآ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ امْتِنَاهُ قُلْ اٰتِ هُدًى

اللہ ہو الہدٰی وَاٰمِرًا نَّالِ سُلَيْمٍ لِّرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَہٗ وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

سو ہی راہ ہے اور ہم کہ حکم ہوا ہے کہ تالچ رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَالْقَوْلَ ط وَهُوَ الَّذِیْ اٰلِیْہٖ تُشْشَرُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط وَاَیُّوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فِیْکُنْ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ وَکَلَّ

اَلْمَلٰٓئِکَۃَ یَوْمَ یُنْفِیْہِ فِی الصُّوْرِ ط عَلِیْمُ الْغِیْبِ وَالشَّہَادَۃُ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ

سلطنت ہو جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جانے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

قَالَ لَمَّا رَجَعَ قَالَ لِسَدِّی رَحْمَہُ اللہ مشرکون نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ قُلْ اَنْتَ دُعُو ا۔ دعا بمعنی عبادت۔ اے تعبد کہدے جملہ مومنین کی طرف

سے کہ کیا ہم عبادت کریں۔ مِّنْ دُونِ اللّٰہِ غَیْرِ خَدَاسَ مَا لَا یَنْفَعُنَا عِبَادَتُہٗ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے  
وَلَا تَضُرُّنَا۔ اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ف۔ اور یہ چیز بہت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم  
کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں۔ وَتَدْعُنَا

اَتَقَاتَا۔ اور اپنے پچھلے پاؤں لوٹیں یعنی مشرک ہو جاویں۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بَعْدَ اِذْ اَلَمْنَا سِرَاجَ سُلَيْمٰنَ۔ بعد از انکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت  
 فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کریں گے جس کی مثال یہ ہو۔ کَالَّذِي اسْتَفْوَتْهُ اَصْلَتُهُ۔ مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا۔  
 الشَّيْطٰنُ فِي الْاَذْنِ شَيْطٰنُوْنَ نے زمین میں یعنی سفر کے درمیان جنگل میں در حالیکہ وہ۔ حَيٰثَرَاۤتٍ ہو۔ یعنی سخیڑے نہیں جانتا  
 کہ کدھر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی فہم ہمارے حال واقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہو جاویں جیسے کسی کو سفر میں شیطانون نے آوارہ کر دیا۔ اور  
 حال یہ کہ کہ اَصْحٰبُ اس کے ساتھی لوگ ہیں کہ يَتَذَكَّرُوْهُ اِلٰى اَلْمُذٰبِحِ اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں یعنی تاکہ اسکو سیدھی  
 راہ پر کر دیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اَتَذَكَّرُ ہمارے پاس آجا کر وہ نہیں جانتا بلکہ شیطانون کی راہ بھٹکانی ہوئی پر جاتا ہو پس ہلاک  
 ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اہل عوام میں استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر زد ہے اسے نزد حال کو ننا کالذی الخ۔ اور  
 بعض نے کہا کہ استہوتہ۔ از ہوی ہوئی یعنی نزول از اعلیٰ باسفل ہو یعنی بشر جن اسکو اٹھا لیکے اور زمین پست میں ڈال دیا لیکن قولہ  
 کہ اصحاب آتہ۔ اس معنی سے چند ان مناسب نہیں ہو۔ حاصل آنکہ مشرکوں کو مومنوں نے جواب دیا کہ ہم تمھارے ہمارے میں مشرک ہو کر  
 ایسے شخص کے مانند نہ ہو جاویں گے جس کو شیطانون نے جنگل میں راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ  
 یہ ہو ادھر آکر نہ مانا اور اندھا بوف بن کر شیطانون کی راہ جا کر ہلاک ہو گیا۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک  
 مثل ہر بتوں و بت پرستوں کی جو آدمی کو بت پرستی کی راہ پر بلاتے ہیں اور ان لوگوں کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے  
 ہیں مثال یہ ہو کہ ایک آدمی راہ میں حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل میں پکارا کہ ارے ادھر راہ برا اور اسکے  
 ساتھیوں نے پکارا کہ ادھر راہ برا۔ پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتوں کی  
 عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہوں یہاں تک کہ موت آئی اور ہلاک نہ امتا ہن آئی۔ قال ابن  
 کثیر۔ قولہ کالذی استہوتہ الشیاطین۔ یہ شیاطین غول بیابانی ہیں کہ آدمی کو اسکے نام واسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ  
 لیجاتے ہیں اور وہ راہ پر بھٹاتا ہے حتیٰ کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت میں ڈال دیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے  
 ہیں قدر وہ ابن جریر عن ابن عباس کہ وہ لہ صاحب یہ عوٰنہ الی الہدی۔ و تقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہیں سنا اور ماننے سے انکار کرتا  
 ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ میں ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ بھر کر راہ برا جاتا لہذا فرمایا۔ قُلْ اِنَّ هٰذَا سَجَۃُ اللّٰهِ هُوَ  
 الْهُدٰی۔ اسی الاسلام ہو الہدی واعداء ضلال۔ کہہ دے کہ اسلام ہی ہدایت ہو اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے۔ وَاَمَّا حٰثَرَاۤتٍ  
 الْبَشَرِ اے امرنا بان تسلیم ہم حکم کئے گئے ہیں کہ ہم سب اسلام لاویں و توحید و انقیاد کریں۔ لَیْسَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ لَیْسَ  
 وَ اَنْ اَقْبَحُ عَطْفَ بَرٍّ لِّسَلَمٍ تَبَادُلِ مَذْکُورِہِ اے و امرنا بان اقبوا۔ الصَّلٰوۃ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو  
 وَ اتَّقُوْهُ و اتقوا اللہ تعالیٰ۔ اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار ہو کہ سب  
 اسی کا حکم ہے۔ وَ هُوَ الَّذِیْ اَلٰیہِ یُخْشَوْنَ یَجْعَلُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْحَسَابَ ہر کہ جس کی طرف مشہور ہو گئے یعنی حساب  
 کے لئے قیامت کے روز جمع کئے جاوے گے پس اسکی شان میں عصیان بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے  
 ہو۔ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ الَّذِیْ یَاْتُہِ۔ اور اسی نے آسمانوں و زمین کو پیدا کر دیا در حالیکہ حق ہو یعنی انکی پیدائش  
 بہرہ و باطل نہیں۔ وَلَیْکُمْ یَقُوْلُ لَکُنْ فِیْکُوْنُ۔ اور بیان کر دے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شے کے واسطے فرما دینگا۔





اور پٹ الیاء پٹ ڈال جائیں گی اور ٹکے بوڑھے ہو جاویں گے اور فزع سے شباطین بھاگ کر اقطار میں پہنچیں گے پس ملائکہ اگر ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹائیں گے اور لوگ بنی آدم کے اٹے بھاگیں گے لیکن حکم الہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہیں اور آپس میں لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم القنادر فرمایا پھر اسی حال میں ہونے لگے کہ ناگہان زمین ایک قطرے سے دوسرے قطر تک چاک ہو جائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھیں گے کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا کر بے ہوش سما دینگا کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھیں گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پٹ جائیگا اور نارے بکھر جاویں گے اور سورج و چاند میں گن گن جاویگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں میں سے کسی کو ان باتوں سے آگاہی نہ ہوگی۔ البوہرہ نے کہا کہ یا رسول اللہ تو نے تعالیٰ یوم یفزع فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من یشاء اللہ اسمین اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو مستثنیٰ کر لیا ہے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے اور فزع ان ہی لوگوں کو پہنچے گا جو زندہ موجود ہیں اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مومن فرمادیا ہے اور یہ فزع تو عذاب الہی ہے اسکی نہایت شری مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا عظیم ان زلزلة الساعة شی عظیم یوم ترونها تذهل کل مضغہ عما وضعت و تلحق کل ذات عمل حملها وترى الناس سکامی و اہم سکامی و لکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا میں پڑے ہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو نفخہ صحن کا حکم دیگا پس وہ صحن کو پھونکے گا پس آسمانوں و زمین و اے مصنوع ہو جاویں گے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے (یعنی مرجاویں گے سوائے ان کے جو مر کر زندہ ہوئے اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو استثنایا کیا اور اموات صحن کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہو جاویں گے تو ملک الموت اگر حضرت ہادی تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ آسمانوں و زمینوں کے سب لوگ و چیزیں سب مر گئیں سوائے انکے جسکو تو نے چاہا ہے اور تعالیٰ جواب دیتا ہے فرمادے گا کہ کون باقی رہا وہ عرض کرے گا کہ تو پاک زندہ جو نہیں مرے گا اور عرض کئے اٹھائیے اور جبریل و میکائیل باقی رہے ہیں پس عرض بشہدیر الہی گو یا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبریل و میکائیل بھی مرجاویں گے حکم ہوگا کہ جب ہو کہ میں نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت ہیں ہر موت لکھ دی ہے پھر جبریل و میکائیل مرجاویں گے پھر ملک الموت عرض کرے گا کہ اے پروردگار وہ دونوں مر گئے پھر اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے ارشاد کرے گا کہ کون باقی رہا وہ عرض کرے گا کہ تو پاک الٰہی الذی لا یوت باقی رہا اور میرے عرش اٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاویں اور عرش کو حکم دیگا واسرافیل سے صحنے لے لے گا پھر فرمادے گا کہ کون باقی رہا اور اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کرے گا کہ تو پاک باقی رہا میری ذات و صفات کو ذوال نہیں ہو اور میں ہا ہوں پس فرمادے گا کہ تو میری مخلوق میں سے ایک بندہ ہے میں نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مرجا پس مرجا جائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہے گا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخر میں ہے تو آسمانوں و زمینوں کو مانند سجل کتاب کے پٹ کر پھران کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ ان کو ملفوف کرے گا پھر فرمادے گا کہ مل ملک الیوم تین مرتبہ فرمایا گیا کہ کوئی جواب نہ دیگا خود فرمادے گا اللہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مطویرات الخ پھر دونوں کو بچھا دیگا اور سطر کرے گا پھر ان کو تانے لے گا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہے کہ ان میں پنچا او پنچا کچھ نہ ہوگا پھر مخلوق کو ایک زجر فرمادے گا تو وہ اس آسمان و زمین تبدیل شدہ میں ویسی ہی ہو جائے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ بیچے اور

۱۔ احوال جبر  
۲۔ اموات و انبیاء  
۳۔ یوم و انبیاء  
۴۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء  
۵۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء  
۶۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء  
۷۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء  
۸۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء  
۹۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء  
۱۰۔ اللہ تعالیٰ و انبیاء

جو اوپر تھے وہ اوپر چھو جائے گی پھر او تعالیٰ زیر عرش سے اپنی پانی برساے گا پھر آسمان کو حکم کرے گا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برسا دے گا یہاں تک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر سمیوں کو حکم کرے گا پھر وہ بقل و طرائث کی طرح او گین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جائیں گے پھر حکم ہو گا کہ حاملان عرش زندہ ہوں وہ زندہ ہو جائیں گے اور حکم آئی سے اسرافیل پھر صیور کو لیکر اپنے منہ کو لگا دیگا۔ پھر او تعالیٰ کے حکم سے جبریل میکائیل زندہ ہونگے پھر او تعالیٰ ارواح کو بلا دے گا پس وہ لائی جاوے گی ان میں سے مومنوں کی روحیں نور سے چھپاتی ہونگی اور کافروں کی روحیں سیاہی میں لٹھری ہوں گی ان سب کو لیکر صیور میں ڈال دیگا پھر اسرافیل کو نغمہ صیور کا حکم دیگا اس میں سے روحیں مانند شہد کی مکھیاں کے نکلیں گی اور آسمان و زمین کے درمیان پھر جائیں گی پھر فرما دیگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے جسم میں جاوے پس روحیں زمین میں داخل ہوں کہ تھنوں میں گھسیں گی اور اجسام میں دان ہونگی جیسے زہریلے کپڑے کے کاٹے ہوئے میں نہ پھینکا ہے پھر تم سب لوگوں کے اوپر سے زمین میں شق ہوگی اور میں سب سے اول ہوں جس کے واسطے زمین شق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہیں گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے نیکے پاؤں نیکے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام میں کھڑے ہوں گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہو کھڑے رہیں گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ رؤسین گے یہاں تک کہ آنسو منقطع ہو جائیں گے پھر خون روئیں گے اور پسینے میں نہ ہوں گے یہاں تک کہ گردن باٹھوڑی تک پہنچے گا اور کہیں گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کرے گا کہ ہم میں فیصلہ فرما دے۔ کہیں گے کہ سولے تمھارے باپ دم کے کون اس لائق ہے اسکا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اس میں بھونکی اور سامنے کلام کیا پس دم پاس دینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ میں کچھ بول نہیں سکتا پس بنی بنی کر کے ہر بنی کے پاس آدینگے اور ہر بنی ان پر انکار کرے گا یہاں تک کہ میرے پاس آدینگے پس میں فص کی طرف جاؤں گا اور سجدہ میں گر پڑوں گا ابو ہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ فص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی بڑا رہو گا بہانہ کہ او تعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر اٹھا دیگا اور او تعالیٰ فرما دیگا کہ محمدؐ ہے عرض کر دیگا کہ ہاں اے پروردگار فرما دیگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ او تعالیٰ سب کچھ دانا تر ہے۔ میں عرض کر دیگا کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق میں میری سفارش قبول فرما کہ ان میں فیصلہ کر دے۔ حکم ہو گا میری سفارش قبول ہو میں اگر تم میں فیصلہ کر دیگا میں لوٹ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوں گا پھر ہم کھڑے ہوں گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہو لنگ سنیں گے۔ پھر آسمان اے اسبقدر آتے ہونگے جس قدر چہرے آئیں زمین میں جب زمین سے فریب ہونگے تو زمین اُنکے نور سے چکنے لگیں گی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں گے ہم اُن سے کہیں گے کہ کیا تم میں ہمارا پروردگار ہے وہ کہیں گے کہ نہیں پھر اتنے گونہ اور آتے ہونگے یہاں تک کہ رب العزت بارہ ابر میں سے ملائکہ کے نزول فرما دیگا اور اُس دن عرش کو اٹھا اٹھانے والے ہوں گے اور آج کے روز وہ چار ہیں ان کے قدم زمین زیر ہیں کے چہرے ہیں اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہیں اور عرش اُنکے کاندھوں پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہیں گے سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک الملکوت سبحان الہی الذی لا یموت سبحان الذی عیت الخلاق و لا یموت سبحان قدوس قدوس سبحان سبحان ربنا رب الملائکہ والروح سبحان ربنا الذی عیت الخلاق و لا یموت پھر او تعالیٰ اپنی زمین میں اپنی کرسی جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المسترجم یعنی کرسی الہی وضع پر ہوگی کہ زمین اس کے زیر میں فیصلہ والوں کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب





حکم ہو گا کہ میں نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ تم دنیا میں اپنی ازواج و مساکن کو اس قدر نہیں پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن کو پہچانیں گے پس ہر مردان میں سے بہتر اسی جو دونوں کے ساتھ داخل ہو گا جنکو اللہ تعالیٰ ایجاد کر دیکھا اور دو عورتیں اولاد آدم علیہ السلام سے ہوں گی جن کو ان بہتر فضیلت ہو گی کیونکہ ان دونوں نے دنیا میں اور تعالیٰ کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی و نیک میں جائیں گے تو ان میں بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت میں ڈالا بعض کو ان کے قدموں تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک حتیٰ کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھاپا ہو گا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ میں نہ بھیجے کہ نکال دے تو جھک کر تم ہیچانویس نکالے جائیں گے یہاں تک کہ ایسا کوئی نہیں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیکھا سو کوئی نبی و شہید نہ رہے گا مگر ان کے شفاعت کرے گا۔ اسی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ ہا ہوشور۔ پھر طبرانی نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث میں مذکور ہیں اور اسکے بعض الفاظ میں نکارت ہو اسکو سمیع بن رافع قاضی اہل مدینہ نے مفرد روایت کیا اور اس اسی کے بارہ میں اختلاف ہو چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیب کر دی ہو مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث میں تامل ہو لیکن منجملہ ضعف میں اسکی حدیث لکھی جاوے قال ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسناد میں جو کثیرہ مختلفہ ہیں میں نے ان کو ایک علیحدہ جزو میں جمع کیا ہو لیکن اسکا سیاق غریب ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق میں بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا گیا اور میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالحاج مزی رحمہ اللہ سے سنا کہ میں نے ایک کتاب لید بن مسلم کی دیکھی حسین اُس نے اس حدیث کے بعض باتوں کے حوالہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہو۔ قال المسترحم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدوہ سافہ میں بعد ایراد اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث میں بعض باتیں بوضوح کی روایت میں خود ظاہر ہیں اور بعض باتوں سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہو کہ ترتیب اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہیں اور متفرق احادیث میں جو مضامین ثابت ہیں ان میں سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہو اگر غلطی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو عفو کرے۔

والکلام فی المتفردات یاتی فی تفسیر آیات انشاء اللہ تعالیٰ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت امر عینی ہے اور راہ ہدایت ہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہیں اور یہی اسکے عرفان مشاہد حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھیں بندوں کو ملنا ہے جو معرفت والے ہیں اور معرفت والا وہ ہے جو قصار پر راضی ہو اور بلا پیسر کرے اور جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ افرنا لیسلم لرب العالمین۔ شیخ ابوعثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور جاری قصار پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا حکم دیا اور اس میں سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ وان اقموا الصلوۃ والتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت میں ربوبیت کا ظہور ہوا و حالت

خدمت میں مشاہدہ کا چاند نظر آوے بقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ۔ تقویٰ اس مقام پر یہ کہ نماز میں اوّل تعالیٰ سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام پر سبب و احوال مناجات ہو اس سے پرہیز کر کے دل پر سوائے اوّل تعالیٰ کے اور کچھ خطور کرے پس اوّل تعالیٰ کے مشاہدہ سے محروم رہو گے۔ ابن عطاء نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الہی کے ساتھ خلطو رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالیٰ کیساتھ حد ادب پر نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول تو سوائے اوّل تعالیٰ کے کچھ خطر نہ آوے۔ قولہ قلہ الجن ولہ الملک الا یہ۔ یہر گاہ اوّل تعالیٰ نے عدم سے وجود میں اس تمام خلقت کو جو ہر یا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کی واسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف میں سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور اُن کے درمیانی نور سے تمام حوادث کا ظہور ہوتا ہے پس سبب اسکے کہ لیز ذات کا اتصال صفات سے اور لوز صفات کا انحال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہے پس مراد انہی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم انہی میں ہو وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی ایمین سے خلل پذیر نہیں ہوتا۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی ازاد ازلیہ کبھی اسکی انتہا نہیں ہے اور نہ کبھی تغیر و فنا ہے حسین نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق سے ظاہر ہوئے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح و صادق واقعی ہوگا باطل و دروغ نہیں ہو سکتا پس قولہ الحق اسکی کہ وہ حق عزوجل سے صادر ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ الْأَخْضَرِ أَصْنَا مَا أَلْهَمَكَ رَافِي آدَاكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آرز کو تو کیا پڑتا ہے مورتوں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ

صریح یہی ہوئی اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۚ فَلَمَّا حَجَّ عَلَيْهِ إِلِيلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اذھیری آئی اُس رات کو

رَأَى الْكُتُبَاءَ قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْإِفْلِينَ ۚ

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا تجلو خوش نہیں آتے جھپٹے دارے

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر

لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۚ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ

نہ راہ دے مجھ کو رب میرا تو بیشک میں رہوں ہلکتے ہو گون میں پھر جب دیکھا سورج

بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۚ

چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو بولا میں رہوں ان سے جھک کر تم

لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۚ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي ۚ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۚ

شربک کرتے ہو میں نے اپنا منہ کیا اسکی طرف جن نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شربک کرینو الا

قَالَ اِنْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ كَيْفَ يَدْعُوْكَ اِذْ ذَاكَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بِيْهٍ الَّذِي لَقِبَهُ اَزْرَ وَاسْمُهُ تَارِحُ - يعنى بيان كى بطور نصيحت  
 كے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصل نام اسکا تارح تھا آخر میں حائے مہملہ ہر چنانچہ قاموس میں  
 بھی باب الحار المہملہ میں مذکور ہے اور بعض نے بخارج ضبط کیا۔ وضاہک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام  
 کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم وکذا فیما سندہ عن عکرمہ عن ابن عباسؓ کہ آزر بت کا نام ہی اور ابراہیم  
 کے باپ کا نام تارح تھا اور ان کا نام مثلی اور جبر و کا نام سارہ اور ملوکہ ہندی کا نام ہاجرہ تھا۔ قال ابن کثیر وکذا قال غیر واحد  
 من علماء النسب۔ مجاہد و سدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اس پر یہ نام  
 غالب ہو گیا ہو قال ابن جریر۔ شاید اس کے دو نام ہوں آزر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہو کہ اسکے باپ کا  
 نام آزر تھا قال ابن کثیر۔ یہ قول جید قوی ہے قال لسترجم۔ مفسر نے شاید تارح و نسب بیان کرنے والوں کی جماعت  
 پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہو اور تارح نام ہو اور تارح دہی ہو جو ابن جریر نے کہا جیسا کہ ابن کثیر نے اسکی تجوید کی ہے  
 اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود و نصاریٰ سے سنا ہوا مردی ہوا ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج میں لایا کہ امام بخاری  
 رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں کہا کہ ابراہیم بیٹے ہیں آزر کے جبکا نام توریت میں تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے  
 یعقوب و اسرائیل دونوں حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحمہ اللہ نے افراد میں روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ  
 قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملین گئے اور آزر کے چہرہ پر فرقت و غمت ہو گئی الی آخر الحدیث پس اس میں  
 مصرح کر دیا کہ آذر ان کا باپ تھا۔ قال ابن کثیر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان  
 صدقاً نبیاً اذ قال لاہیہ یا ابت لم تعبدوا لیسمیع ولا یصیر ولا یغنی عنک شیئاً الا یا ت۔ اور اس میں ہے کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک استغفر  
 لک فی الآت۔ اور فرمایا واما کان استغفار ابراہیم لاہیہ الا عن موعده وعدہا ایاء الآت۔ اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا کہ قیامت کے  
 روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملین گئے پس آزر اُس نے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز میں کچھ تیری نافرمانی نہ کرو وگناہیں ابراہیم علیہ السلام  
 عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجھ کو خلیفہ نہ کرو وگناہ اور اس سے بڑھکے کیا خوار ہو کہ میرا باپ  
 دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم تجھے دیکھ پس دیکھیں گے تو نظر آویگا کہ ایک بدخ ملت اٹھ رہی ہے جسکے چاروں پاؤں پکڑ کر  
 آگ میں پھیر دیا جائیگا۔ قال لسترجم۔ صحیح و صواب یہ ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ  
 اہل تاریخ و نسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہے کیونکہ توریت میں تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہے اور بعد آیات  
 و احادیث صحیحہ کے کسی مجال نہیں ہے کہ آزر نام ہونے میں کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا صحیح ہے اور یہی ثابت ہے اور اصل نام تارح نہیں  
 اور کہا کہ وہ کوئی نام گانوں کا رہنے والا تھا جو سواد کو زمین پر پھر کثرتی لوگ جہاں پہ موجود تھا وہاں واسے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان  
 میں ستارے معبود آتھ ہیں اور زمین میں بت ہیں پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اُس ستارے سے تقرب چاہتے تو  
 اُس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے کی یہاں سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن پر انکار کیا اور اُن کے  
 فساد پر تنبیہ کر کے کہا۔ اَتَتَّبِعُ اَصْنٰتَ الْاِلٰہَةِ فَقَبِلَ - یعنی لا بہاتما ہو باہن محسنی کہ ان کی عبادت کرتا ہو اور یہ استفہام تو بخیر بطور  
 ملامت کے اور اس میں حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی۔ یعنی اَرَا لَکَ قَوْمَکَ فِی حَمَلٍ مُّسَبِّحِیْنِ - یعنی بسبب





بڑا رہا ہے۔ فَلَمَّا أَفْلَتْ حَب وہ بھی دیکھتا ہوا کہ وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ لِقَوْمِهِمْ  
 بِرَبِّهِمْ وَمِمَّا يُشِيرُونَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا ناسے یا اور کوئی چیز جو میں سے ہے بری ہوں  
 بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا۔ مُشْرِك بولے کہ تو پھر کیا پوچھا ہو تو کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ فِیْ عِبَادَتِ  
 كَرْنِیْ سَیْءٍ مَّقْصُودٍ رَکھا۔ اِلَّا الَّذِیْ فِیْ فِطْرَةِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اس بات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ  
 حَنِیْفًا۔ مَالًا اِلٰی الدِّیْنِ الْقِیْمِ۔ در حالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دینِ قویم و راہِ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَمَا آتَا  
 مِنَ الْمُنْشَرِیْنَ۔ اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے قال لَمَّا رَکھا شَیْخُ اِمَامُ الْحَافِظُ الْعَوَاذِیْ نے لکھا  
 کہ مفسرین نے اس مقام پر احتمالات کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی با قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے  
 علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام  
 کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بتوں کو فوجی سبب چھوڑ کر  
 توحید آئی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر نے خود اختیار کیا ہو بدین دلیل کہ اَللّٰہُ لَمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَکُونِ الْاَسَیْہ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا  
 یہ نظر کرنا تو حید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اس وقت ہوا کہ جب اس گھوڑے میں سے نکلے تھے جسمیں ان کی والدہ بخوف غرور دین  
 کنگان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ غرور ہر جہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو بخوبیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہو گا  
 جو میری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہو گا پس اس خوف سے ان کی والدہ بروقت وضع حل کے قریب شہر کے پہاڑ کے گھوڑے میں جا کر  
 وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے یہ بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیمؑ کی غذا ان کی انگلیوں سے  
 دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال حَافِظُ۔ اور محمد بن اسحاق نے بیان چند باتیں خوارق عادات و کرامات الہی کی نقل کیں جیسے اور  
 مفسرین سلف خلف نے بیان کی ہیں۔ قال لَمَّا رَکھا شَیْخُ اِمَامُ الْعَوَاذِیْ نے لکھا کہ اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے  
 بڑھتے اور نشوونما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ان سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہو وہ بولی کہ  
 غرور تو فرمایا کہ غرور کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور یہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں  
 استدلال کیا اور چھوڑ مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ و فی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی  
 قولہ ہزار بی یعنی ہزار بی کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فَاَن مَّت فہم اَخَالِدُونَ یعنی اہم اَخَالِدُونَ۔ تاویل سوم آنکہ  
 قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص  
 نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہورہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہو گئے۔  
 یہاں تک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اُس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کر و انھوں  
 نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اُس نے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑ گڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور  
 کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا اصح یہ کہ ابراہیمؑ علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔  
 مستخرج کہتا ہے کہ یہی مفسر جلالؒ نے اختیار کیا۔ وقال حَافِظُ حَقِّ یہ ہے کہ ابراہیمؑ علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ  
 کرتے تھے تاکہ اُن پر کھل جائے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں بالکل باطل ہو پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

توں کی پرستش میں جنکو ہیکل سماویہ کی صورت سمجھا ہو خطا و غلطی پر ہوا اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستاروں کی پرستش میں تم خطا کا رغلطی پر ہو  
 قال مترجم سورہ قصص میں انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قصہ توں کے توڑنے اور کافروں کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان  
 ہوگا پس شاید توں سے فی الجملہ مشرکوں کو ندامت ہو چکی ہو تب ان پرستاروں کی پرستش میں غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ  
 ستاروں کی پرستش اور ان میں الوہیت گمان کرنا محض غلط ہو بالجملہ پہلے کوکب کے حق میں ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق  
 نہیں یہ تو حکم الہی عزوجل کے تحت میں سخر ہے کہ جس طرح حکم سے برابر جلتا ہے ذرہ برابر بھی عدل حکمی نہیں کر سکتا جیسے اور اجرام  
 سماویہ روشنی والے ہیں پھر اس سے زیادہ روشن قمر ہیں یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج میں یہی  
 ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برأت ظاہر کی اور ان لوگوں کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض  
 والنجوم وکل شیء کی طرف عبادت کے لئے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر  
 کر نیوالے ہو دین حالانکہ ابراہیم کے حق میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد اقمنا ابراہیم شہدۃ من قبل وکنناہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ  
 ما ہذہ التماثل التي انتم لہا عاکفون الایات۔ اور فطرت اسلام پر سب پیدا ہوتے ہیں چنانچہ آیات و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے  
 ہیں سب خلق کے حق میں ایسا ہو تو ابراہیم تو اس میں ادلی ہوئے بہ نسبت تمام لوگوں کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا شک و بلا ریب  
 اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہیں ایک یہ کلام الہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی و حاجہ قومہ قال اتحاجوننی  
 فی الشرائع مترجم کہتا ہے کہ عنقریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان میں تفسیر عرائس الانوار دہو اور اگر بالفرض ابراہیم اس مقام  
 پر ناظر ہوں تو یہ ایک طریقہ ہدایت الہی کا خاص ہو کہ ارأۃ ایک تو بطور بیان کے بدوان مناشئ ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام  
 سے ہدایت املاتی ہو اور دوم ہدایت الہی ہر معنی راہ دکھانا بمعنی حقیقی پس او تعالیٰ نے انکو حقائق اسشیاء کو دکھلا دیا کہ قال تعالیٰ  
 وذلک لئلا یبرہم ملکوت السموات والارض لآئینہ۔ قال ابن کثیر ابن جریر وغیرہ نے عطاء بن عبد بن جبر و سیدی و مجاہد وغیرہم جہم اللہ سے  
 حکایت کیا کہ آسمان ان کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتیٰ کہ جو کچھ آسمان پر سب کیا یہاں تک کہ عرش تک نظر ہو چکی اور ساتون زمینیں  
 بھی اسی طرح کشادہ ہوئیں۔ کہ اذ قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے بنائے کو گناہوں میں آلودہ اور گناہ کرتے دیکھ کر  
 ان پر بد دعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھ سے زیادہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہوں اور عوفی نے ابن  
 عباس سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیر جو محمل کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معائنۃ اسکو دیکھا اور احتمال  
 ہو کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے حضرت رب تبارک و تعالیٰ کو خواب میں دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فتمتعہ الملاء الاعلیٰ فقلت لا ادری  
 فوضع کفہ بین کتفی حتی و جدت برہا بین ثدنی فخلی فی کل شیء الحدیث۔ میرا رب میرے خواب میں آیا باحسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد  
 ملا علی کس چیز میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا مجھے دریافت نہیں ہو پس نبی تعجیلی میرے دونوں مؤمنوں کے درمیان رکھی پس  
 میں نے اسکی خشکی اپنی جھاتیوں کے درمیان پانی پھر میرے لئے ہر چیز کھلی لی الخ مترجم کہتا ہے کہ کذا ذکر الحافظ اور یہ بخلی صدی  
 کے اقسام میں سے ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حدیث روایت منام مذکور ترمذی نے صحیح کہا ہو پس نسخہ صحیح ترمذی میں ہے کہ ہذا حدیث  
 حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخوں میں حسن پر کتفا ہوا ہو فی العرائس قولہ۔ وذلک لئلا یبرہم ملکوت السموات والارض لآئینہ جیسے

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل میں خلعت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات ارض سے جو انوار ذات و صفات ظاہر ہیں وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلعت ثابت ہو اور وہ محبت میں راسخ و مستقیم تھا پس شوق جمال قدیم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطہ ملک ملکوت کے مقام یقین میں ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہو جائے قال مترجم یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطریق التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابوسعید خدری نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت رکھیں اور واعظین میں ہوں۔ فارسی نے کہا کہ یہ ابتداء اعلام غیب ہے کہ نفس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہیں رہتا اور مشائخ کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے۔ قال مترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونوں قول جمع ہو گئے ہیں طور کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے مرتبہ معرفت ہے اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلاوے اور اپنے واسطہ میں سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کرے فلیتأمل بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی طرف رجوع نہ ہوں اور ان سے خالق کی طرف جا دین اور بعض نے کہا کہ مشغول باسئال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے بیزار ہو گئے اور کہا کہ افی وجہت و جہی للذی اکلمہ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذکب نری فرمایا اور یوں نہ فرمایا کہ کذکب رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت الہی ہے۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ الیل اسی کو کہا۔ بچلہ امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادث میں مشغول نہ ہوں پس کو کب شعری کو منور بفعل حاصل دکھلایا پس خلیل علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکوں کے زعم میں یہی میرا پردہ گاہ ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور مقام خلعت میں پہنچا پس جب معدن ذات سے لوصفت کا ظہور ہوا اور نور فعل حاصل کا فہم میں دیکھا کہ فعل میں صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہزارہی کہا پس در خلعت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق میں پہنچا اور دیادت طلبی کا بیجاں ہوا پس نور ذات کا صفات میں اور صفات کا افعال خاصہ میں ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفاء وقت حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پاکر زبان عشق سے ہزارہی کہا پس غیرت قدم نے اگر اسکو دیدار قدم میں وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجر و کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم میں غائب غروب ہیں اور ظہور قدم تجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب لافلین۔ یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب نیست و ساقط ہونے والیکونین چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار فہم یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا خط چاہتے تھے۔ کہا کہ لن لم یبدنی ربی لاکون من الضالین۔ یعنی ایسے لوگوں میں سے جو خواص صفات کے دیدار سے مقام التباس میں پڑے رہے۔ قال مترجم فرم کے دیدار سے بیزار ہی کرنے میں کہا کہ لن لم یبدنی ربی۔ اس میں اشارہ ہے کہ معرفت رب تبارک تعالیٰ حاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق میں وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احراق سے بچتا تھا کہا کہ انی ہرما مشرکون۔ یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار ہوں اور انی وجہت و جہی للذی فطر السموات والارض یعنی میں اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہوں جبکہ انوار فعل سے ہر وسیلہ کا ظہور چنانچہ کہا۔ صیفا یعنی مالک از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکا گئے ہوئے و اما من المشرکین جو مشرک کہنویا ہیں کہ وسائط پر نظر رکھتے ہیں بلکہ میں اپنے پردہ دگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہوں کہ اسی سے میری بقا رہو۔ اور واسطی نے کہا

کہ قولہ لکن لم یبدئی یعنی اگر مجھ کو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ میں جو میں نے ظہور و کشف افعال خاص بمقام التباس میں دیکھا تو میں بھٹک جاؤنگا اور ان کو کوئی نہیں سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف بھٹکے اور اپنی صفات سے ہاتھی ہیں۔ قولہ انی برئ مما تشرکون بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے میں شرک کرنا بالوں سے بری ہوں کیونکہ سوائے او تعالیٰ کے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف دلیل نہیں ہے کہ قال المترجم یہ قول بہت جبر اور ہدایت صحیح ہے اور یہی تحقیق ہے و لیکن اہل نظر پر الزام ہے کہ مناظر سے معرفت ظاہر ہے پس توحید اُن پر لازم ہے و لیکن یقین ہے کہ ہدایت بدون او تعالیٰ سبحانہ کے ناممکن ہے اگرچہ افلاطون کیوں نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون و ارسطو کے سب کافر رہے۔ فافہم۔ قولہ یا انا من المشرکین وسطیٰ جس نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہو سکتا ہے اور ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کہینہ و طلال کرے تو مشرک ہے اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہے و قد نبہ علی تلک الاشارة الشیخ العباد بن العباد الخواصی الشامی کہ رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی یعنی قلب کو میں نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے یہ مخلوق ہے وہ خوب ہی قادر ہے کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے جن مقامات تھے۔ اول مقام النفاۃ جسمین بزبان دعا و کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآتۃ۔ دوم مقام نعمت جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو بطبعی لیسقین الآتۃ۔ اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطع ان لیغفر لی خطیئتی یوم الدین الآتۃ۔ چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی برئ مما تشرکون پنجم مقام معرفت جسمین بزبان انبساط کلام کیا بقولہ رب اربی کیف تخی الموتی ششم مقام مہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبریل نے جنوخت آگ میں پھینکے جانے لگے اگر کہا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو مجھ سے فرمائے تو کہا اسے جبریل بخاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہیں ہے پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر تھے بلکہ قوم پر حجت لانے و مناظر بنے جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ قولہ تبت الی۔ وَحَاجَّتْهُ قَوْمُهُ قَالَ آتَتْهُ جُؤَیَّتُیْ فِی الْبُحْرَیْ وَتَدَّ هَدًیً ط وَ لَا آخَافُ

اور اُس سے جھگڑی اسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتی ہو اشرار اور وہ مجھ کو سوچھا چکا اور میں ڈرنا نہیں  
مَا تَشْرِكُونَ بِهِ اِنَّ اِلٰهَکُمْ رَبِّیْ شَیْءًا وَ سِعَ رَبِّیْ کُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ط  
ان سے جو شریک ٹھہرانے ہو اسکا گمراہ میرا رب کچھ جانتا ہے سمائی ہے میرے رب کی علم سب چیزوں کو  
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ هُوَ کَیْفَ آخَافُ مَا اَشْرَکْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنۡکُمْ اَشْرَکُتُمْ

کیونکہ تم دھیان نہیں کرتے ہو اور میں کیونکہ ڈردن تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرنے کہ شریک ٹھہراتے ہو  
بِاِلٰهِ مَا لَمْ یُنَزَّلْ بِہٖ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا فَاٰیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاٰمَنِ

اللہ کے ساتھ جس پر نہیں اتاری اُس نے تم کو کچھ سند اب دونوں فرقوں میں کس کو چاہئے غلط ہے  
اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اٰیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ وَّلَیْسَ  
اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین آئے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر انھیں کو ہے



لَهُمُ الْأَمْثِلُ وَهُمْ مُبْتَدُونَ ۚ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى

خاطر جمع اور وہی ہیں راہ پائے

12-21

قَسَمِہ طے فرمائی کہ جس نے اس کتاب کو پڑھا وہ میری طرف سے نجات پائے گا اور وہی بہن راہ ہے

مقابلہ درجے بلند کرتے ہیں جسکو چاہیں تیرا ب تیرا دل ہے خبردار

[illegible]



اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا الہ الا اللہ کی توحید میں انا العبد میں بندہ مخلوق ہوں مطیع رہے قال المترجم  
 لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے میں یہ مقام آسان نہیں ہے جو کہ اللہ تعالیٰ دیوے اور یہی  
 جہید ہے کہ قیامت میں جب ظہور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگوں سے کہدیا کہ مجھ کو اور میری  
 مان کو معبود بنا لو تو وہ کانپتے ہوئے اس سے بالکل سبزی کرینگے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرینگے بخوش آنکھ شاید یہ مقام سکرو تلوین میں  
 کوئی چوک زبان سے بخبری میں نکلے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ علیم و خیر ہے حالانکہ ان سے ایسی خطا نہیں ہوتی ہے۔ قال الشيخ  
 اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت میں پڑ گیا تو وہ سکرو تلوین میں رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک نہیں پہنچتا  
 جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بخود می میں نکالا اگرچہ معذرت میں و لیکن یہ ظلم ہے اور ظلم ہی ہے کہ  
 کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ میں اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالیٰ توحید و معرفت خاصہ سے  
 نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سہی تکلیف سکرو تلوین کی نہیں پہنچتی کہ قال تعالیٰ اولئک اہم الامم ہم مندون یعنی اُسی کے ساتھ  
 اُسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہیں اور نیز آیت میں اشارہ ایسے بندوں کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت میں جان کی کسی چیز کی طرف  
 رجوع نہیں کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ اذاع البصر و ما ظنی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب میں کسی غری کی طرف  
 ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہ ہو وہ حقائق توحید میں مشرک ہے پس جو اس طرح مشرک نہ ہو ایہ اس کی تعریف ہے کہ اولئک  
 اہم الامم۔ کیونکہ جب تک حدودیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہیں اور کیونکہ ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیب میں پڑا ہوا اپنے  
 نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالیٰ کو وصف قدم و بقا و قہر و جبروت سے پہچانتا ہے قال اللہ تعالیٰ لایامننکم الا القوم الخاسرون  
 جب اس نے اللہ تعالیٰ سبحانہ کو بوصف محبت و عشق و شوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عزوجل سے متصف ہوا تو اوکل  
 امن سے پاتا ہے کیونکہ صفت قدم میں خوف و امید کا نشان نہیں ہے وہاں توحیت قرب و صل ہے اور وہ لوگ خالص بندے قہر کی  
 تجلیدین سے بالکل امن میں اور جب تک متصف بصفات الہی ہیں مندون ہیں اگرچہ پوشیدہ مکر کے رقائے سے اللہ عزوجل کے  
 مناقشہ سے چشم پوشی کئے ہوئے ہوں۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایاہم بظلم۔ اس میں داخل ہے کہ کسی دھوکہ و معصیت و  
 خوشی و ناخوشی میں ان کی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر نہیں پڑی۔ اولئک اہم الامم۔ ہر طرح کی کفایت ان کی اور تعالیٰ  
 جل جلالہ کی عنایت و تقدیر پر ہے۔ وہم مندون۔ انکا مرجع ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے پس وہ اے پائے ہوئے ہیں۔  
 بھٹکے نہیں ہیں۔ قال الاستاذ رحمہ اللہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بھٹکے پھر کسی غیر کی طرف نہیں رجوع ہوئے قولہ تعالیٰ یرفع درجات  
 من یشاء۔ درجات چند چیزیں ہیں معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملات کے کرامات اور یہ سب خود ہی اور تعالیٰ کی طرف  
 راہ ہیں پھر جب بندہ حاصل ہوا اور خود فنا ہو کر اس پاک کی بقا و لازوال سے باقی ہوا تو وہاں کچھ درجات جنت وغیرہ نہیں بلکہ وہاں شان  
 معرفت کے درجات ہیں ان عارفین موحیدین کے لئے ازل وابد میں سیر ہے جس کی انتہا نہیں بلکہ وہاں انتہا و لا انتہا کسی کو دخل نہیں قال  
 اشارہ ہے کہ مریدین میں سے ہم جس کے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں پس اسکو واصل کرتے اور وصول میں ان درجات سے سیر عرفان  
 ہے اور نیز درجات میں عشق و محبت و شوق کے درجہ ہیں اور نیز درجات میں صفات سرطانی و صحت نیت ہی اور نیز اخلاق پاکیزہ ہیں اور بعض نے  
 کہا کہ پر تو علم الہی و فہم حکمت از و تعالیٰ ہی۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حلیف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے





عقوب کی بھی اسی وقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں بیٹا و پوتا ہوئے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک بنی ہوگا اور سب نیا یا  
او تعالیٰ نے وجلنا فی ذریۃ النبوة والکتاب الایم۔ نہایت اکمل بشارت ہے کہ نبوت و کتاب کو انھیں کی اولاد میں کر دیا اور یہی حضرت  
نوح علیہ السلام کے اوپر فاضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا و ابراہیم وجعلنا فی ذریۃ النبوة والکتاب الایم۔ پس ذریۃ ابراہیمؑ دراصل  
ذریۃ نوح علیہ السلام ہیں پس نوح کی تمام ذریات میں سے نبوت و کتاب حضرت ابراہیمؑ و ان کی ذریات میں مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام  
حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا وَخَوَّلْنَاهَا مَا فِي الْقُبُورِ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیمؑ کے پس  
نوح کی ذریۃ میں نبوت و کتاب ہونا حضرت ابراہیمؑ کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گردہ خاص میں مراد تھا۔ اس واسطے  
علماء نے مرج ضمیر دونوں طرف جائز سمجھا فی قولہ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ۔ یعنی ذریۃ نوح سے بسبب آنکہ مرج قریب ہی مذکور ہیں اور بعض نے  
حضرت ابراہیمؑ کو مرج قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے ہی سمجھا جاتا ہے کہ جو انبیاء بعد مذکور ہیں مراد یہ کہ ذریۃ ابراہیمؑ ہیں یعنی۔ خَادِمٌ  
مَسْكُونَةٍ كَانَتْ لَكُمْ اُولَئِكَ مِنْكُمْ۔ اور یہ دونوں نبوت و بادشاہت کے جامع تھے۔ وَآيُوْبَ وَذَا النُّفُوسِ الْكَافِرَةِ۔ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوسَى وَهَارُونَ  
وَكَانَ اِلَهُكُمُ الْمَعْلُومُ۔ اور جسے ہم نے ان خالص بندوں کو نیک بدلادیا ایسے ہی ہم نیکو کار بندوں کو  
بدلا دیتے ہیں۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ ذریۃ داؤد اسمین ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف آج ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوح ہر دو مرج میں سے  
نوح ہی اقرب مذکور ہیں تو یہ ظاہر ہے اور اسمین کچھ اشکال بھی نہیں اور یہی شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیمؑ کی طرف واضح ہو  
کیونکہ سیاق کلام انھیں کی شان میں ہے تو بہتر ہے لیکن یہ اشکال ہے کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہیں اور لوط بن ہارون بن آزراہیمؑ یعنی ابراہیمؑ  
کے بھتیجے ہیں اُن کو ذریۃ میں شمار کیا اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تغلیباً شامل کیا جیسے اسمعیل کو یعقوب کے آباء میں شمار کیا فی قولہ قالوا نسبدا لک  
والک آبائکم ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و اسحاقؑ الایم۔ اور بھتیجا بماندر بیٹے کے ہے۔ وَذَكَرْنَا يَدَاوُدَ وَاسْحَابَ الْبَيْتِ الْحَمِيمِ وَعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَالْإِسْمَاعِيلِيْنَ  
وَالْيَحْيَى كُلًّا مِمَّنَّاهُ أَشْرَافًا عَلَى الْعَالَمِينَ۔ اسی کل واحد نام من الصالحين۔ ہر ایک انہیں سے صالحین بندوں سے ہے۔ واضح ہو کہ بیان ان  
انبیاء علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہیں بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہے کہ اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اسمین بحث  
کرنا بیگانہ ہے ہر پس داؤد بن میشا بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہوئے ہیں اور معاملہ میں جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا  
حلیہ سپت قدوز و دھڑہ تھے یہ یہودیوں کا بہتان محض غلط ہے بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام  
نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کا صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن یونس بن رازح بن دم بن عبید بن اسحاق علیہم السلام  
میں۔ موسیٰ بن عمران بن بصیر بن قاہث بن لادی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسیٰ کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا  
بن اد بن برکیا۔ اور عیسیٰ بن مریم بنت عمران اور یحییٰ بن زکریا وہ انہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکا  
نام رکھا تھا اور محمد بن عبد بن عباسؓ کہا کہ مامون اور چچا بھی والد کے حکم میں ہر چنانچہ لوط کو ذریۃ ابراہیمؑ میں شمار کیا اور عیسیٰ کو ذریۃ میں شمار کیا  
حالانکہ انکا کوئی باب نہ تھا فقط مان کے رشتہ سے ناناک ذریۃ ہوئے عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ یحییٰ بن عمر رحمہ اللہ حجاج  
ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریۃ ہیں سے نہ تھے تو یحییٰ  
بن عمر نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحییٰ نے یہی آیت قولہ ومن ذریۃ سے عیسیٰ تک پڑھی  
پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے منصب سے حضرت ابراہیمؑ کی ذریۃ ہیں سے ہیں تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

رواہ ابو الشیخ والحاکم والبیہقی وقد رواہ ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہیں کہ حجاج نے سحیلی بن بصر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر ہو سچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسن و حسین دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہیں اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہے حالانکہ میں نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہ میں نہ پایا تو یہی نے کہا کہ کیا تو نے سورہ النعام نہیں پڑھی تم ذکر بنجی یا سبت مفسر محمد اندر نے لکھا کہ عیسیٰ کے ذریعہ میں شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹوں کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ قال الحافظ۔ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کو واسطہ وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یوں کہا کہ میں نے یہ گاؤں مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلئے وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت میں دختر و بیٹوں کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد و دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ وقف علی بنی۔ وقف کیا میں نے اپنے بیٹوں پر تو یہ خاص اسکے لفظ کے بیٹے اور پوتوں کو شامل ہوگا اور نانیوں کو شامل نہ ہوگا اور دیگر علمائے کہا کہ نانیوں کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابی ہذا سید۔ یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث علی مافی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجاز ہے بمعنی ذریت و اولاد کے۔ قال المسترحم۔ اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیر یہ کتاب الوقف میں تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق الیاس بن اختلاف ہر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادریس ہیں اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن مسابن فحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہیں یعنی حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون کی اولاد میں سے ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الیاس کو نوح کی ذریات میں لکھا اور تاریخ نسب بیان کرینوالے کہتے ہیں کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد میں سے ہیں مٹھا کہ نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہیں اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوش بن یون کے پوتوں میں سے ہیں۔ اور واضح ہو کہ ان بندوق کے صاحبین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم پر انعام و احسان فرما دیا کیونکہ بیٹوں کی شرافت و بزرگی اپنے باپ دادوں سے ملتی ہے۔ و اشمعیل بن ابراہیم خلیل علیہ السلام اور اٹھا ذکر اسوجہ سے مؤخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور مہبت آئی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت میں مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ و التیسع مفسر نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن الخطوب بن العجمہ ہیں اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہیں اور غلط ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے صاحب تھے اور ذکر کیا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا الیسع خضر علیہ السلام ہیں۔ و کیونکہ بن مہی۔ حدیث صحیح میں اپنے منہ فرمایا کہ مجھے یونس بن مہی پر فضیلت مت دو۔ و کو طہ ابراہیم کے بھائی ہارون کے بیٹے تو کا ہو کہ ابراہیم کے ماتحت بنی تھے اور ان کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آمیزہ انشاء اللہ تعالیٰ آئیکال۔ و کلا فضلنا علی النبیین۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپس میں ان میں سے کون کس سے افضل ہے۔ اور اہل فقہ و علم اسمین کلام نہیں کرتے ہاں دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں لہذا آپکی افضلیت کو جہور نے کہا ہے اور جو اسمین اختلاف کرتے ہیں ان کا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ و من ابائہم و ذریعتہم و انخوائہم عطف ہے کلا پر یا تو حاکم اور من یہاں تجویز کے واسطے ہے یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیوں میں سے بعض کو ہدایت خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہیں ہو سکتا کہ کل باپ دادے و حملہ ذریات و ہر مراد ہوں کہ ان میں سے بعض کے توفیر زندہ ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد میں بعض کا فرزند ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کا فر تھا جو غرق ہوا۔ المعنی۔ اور ان کے آبار و ذریات

وہ راہوں سے فہم نے فضیلت دی۔ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ أَخْرَجْنَاهُمْ۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لائقین کے چھانٹ لیا اور برگزیدہ کر لیا۔ وَهَذَا يُبَيِّنُ لَهُمُ الْوَسْطَ الْبَيْنَ لَعَلَّ هُمْ يَرْجِعُونَ اور ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیدی فہم نے اسی مقام سے خاص بشر کو خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والوں نے دلیل بکری کی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب کو شامل ہے۔ وقال المترجم اس مسئلہ میں گفتگو کرنا یہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے حالانکہ اس گفتگو میں ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور برعکس پس عقائد میں جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ذالک الدین الذی ہدوا الیہ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جس کی ان کو ہدایت ملگئی تھی اور مترجم کے نزدیک دلی یہ ہے کہ ذلک امدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتنبنا۔ کہا جادے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین و اعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ المعنی۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا۔ هُدَىٰ اللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ یہ ہدایت اتنی ہے اس سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام پر عقادہ محض اپنی منیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندوں کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کریں اور راہِ سنت پر مستقیم رہیں اور باطل و شرک سے بچیں بالحد شرک ہدایت ہی بدرجہا ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص جہان کمال مطیع تھے وہاں سب سے پہلے شرک سے بچے تھے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَكَوْاْشِرَةً كُوْا الْحَيٰطَ عَنْهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ اور اگر یہ لوگ شرک کے فوجو کچھ عمل کرنے تھے وہ خط و نیست ہو جاتا۔ مفسر حمزہ اللہ نے یہاں تو شرط یہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ لوگ کہیں کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرنے تھے سب ان سے ضبط اور نیست ہو جاتا پس شرک عموماً برباد کر دیتا ہوا قال حافظ۔ اسمیں شرک کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا۔ وَلَقَدْ اَوْحٰی الْبَیْکَ اِلٰی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُکَ لَنْ اَشْرَکَ بِحِطْلِ عَمَلِکَ الْاٰتِیَہِ۔ یعنی اے محمد جسکو اور تجھ سے پہلے والوں سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً میرے عمل نیست ہو جاوے گا۔ ۴۰۔ چھو واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہیں مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہو بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز نہیں بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ یعنی کہے اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو میں پہلا عبادت کنندہ ہوتا۔ ۴۱۔ اور فرمایا۔ لو اردنا ان نخذلوا لاتخذناہ من لدنا ان کنافاعلین۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو یہودہ کھیل بنا دیں تو ہم اپنے یہاں بنا لیتے۔ ۴۲۔ اور فرمایا کہ نوارا اللہ ان یخذلوا المصطفیٰ ما یخلق ما یشاء الایہ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا ہے اسمیں سے جو چاہے چھانٹ لے۔ ۴۳۔ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہیں حال ہے۔ قال مترجم پس اس طرح قولہ ولو اشرکوا۔ میں یہ جائز نہیں کہ شرکان ہندوں سے واقع ہووے سبب اسکے کہ او تعالیٰ عروج و جل نے تقدیر ازل میں ان کو برگزیدہ پاک اعمال کر دیا تھا۔ لہذا مفسر سیوطی نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہیں ہے بلکہ معنی ہی اُسکے یہ ہیں پس یہ لفظ توضیح کے واسطے ظاہر کر دیا ہے اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اُسکے معنی یہ ہیں کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع داخل نہ ہوگا اور جو ضرور واقع ہوئی لاہوا اسپر حرف شک نہیں داخل ہوگا مثلاً اذا جلت الشمس اتیتک۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔ یعنی ممکن ہے کہ میں ان حرف ان لا و اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتیتک۔ اگر سورج غروب ہوگا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔





اور راجح بجانب صدور ہو یعنی اقتدہ یعنی اقتدار لاقتدار ہے۔ قُلْ لَّا اهل مکہ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لا اشم علیکم علیہ۔ اے  
 علی القرآن۔ نہیں مانگتا میں تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض۔ آجسراً۔ ان تخطوہ نہ کچھ اجرت  
 جسکو تم لوگ دید و سنت۔ بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالیٰ عطا فرمادے گا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو۔ اِنْ هُوَ مَّا بَدَّلَ الْقُرْآنَ  
 نہیں کرے یہ قرآن۔ اَلَا تَذَكَّرُی لِلْعَالَمِیْنَ۔ مگر نصیحت واسطے عالمین کے یعنی جن انسان کے واسطے خواہ اس وقت موجود ہیں یا آئندہ  
 قیامت تک پائے جاوین اور آئین دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن انسان کی طرف تھی اور تمام مخلوق  
 پر آپ کی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری  
 دعوت اسکو پہنچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مرے گا اور مسئلہ معروف ہے کہ میں اختلاف نہیں ہاں بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت  
 میں داخل ہیں اور آئین اختلاف ہو اور دلیل یہی لفظ عالمین ہے جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جس میں سے ملائکہ بھی ہیں فافہم واللہ اعلم  
 فی العرسل فی الجہنم و ہدیائہم اپنی معرفت کی واسطے ان لوگوں کو انزل ہی میں قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد  
 کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ میں یوں ہے کہ اس عارف میں خطرات نہ آویں  
 اور شہوات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب نہ ہو اور جہنم لگے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ  
 کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑ کر صرف او تعالیٰ کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی۔ قولہ تعالیٰ اولئک الذین  
 ہدی اللہ او تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت میں انبیائے سابقین کی اقتدا کریں کیونکہ اس  
 مقام میں مساکط کی منزلین میں پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل واصل و کامل ہو گئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کیے  
 چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الایۃ کہدے کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا تو یہ  
 نہیں دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب تورات پر پڑتے ہوئے آئے تو انکو چھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے  
 اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال المترجم علما تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور میں آپ پر کوئی نص وحی نہیں آئی آئین آپ کو انبیاء  
 سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا انہما علمائے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہ ہوا پھر ہم کو عمل کرنا چاہیے پھر اوپر مترجم  
 اس بحث کو پہلے ذکر کر چکا ہے فقہد کہ قال شیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے معنی ہیں کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور  
 حقائق کے آداب انکو سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت  
 وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ او تعالیٰ نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الایۃ۔ واسطی رحمہ نے اس آیت میں  
 کہا کہ او تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و عرض سب  
 ان سے ساقط کر دی اور ان کے اسرار باطنی میں اشارات حقائق کو بھر دیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت  
 پوری نہیں ہوتی جب تک کہ پیشواؤں سے نہ لیوے اور ان کی نظر کی برکتیں حاصل نہ کرے۔ جہلا تو نہیں دیکھتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اپنے دونوں وزیروں سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر یعنی تم لوگ اقتدا کرو  
 دونوں سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتیں وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں پس ایسے ہی شخص کی اقتدار صحیح ہے جو پیشواؤں کے طریقہ پر ہو اور  
 انکی برکتوں نے آئین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھو کہ حضرت مسلم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جس نے مجھے دیکھا یعنی میں میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے۔ فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِثْلَ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ

اور انہوں نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اُنار انہیں کسی انسان پر کچھ بھیجے تو کس نے اُناری

الْكِتَابِ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قُرْآنًا طَبِيسَ

وہ کتاب جو موسیٰ لایا روشنی اور ہدایت لوگوں کی جسکو تم نے ورق و پتی کر کے

تَبْدِلُوهَا وَتُخَفُّونَ كَثِيرًا وَعَلَيْكُمْ مَالَكُمْ تَعْمَلُونَ أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلْ

دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اس میں سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمہارے باپ دادا کے

اللَّهُ لَمْ يَذَرُهُمْ فِي هَؤُلَاءِ مِنْهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ وَهَذَا كِتَابُنَا أَنْزَلْنَاهُ

اللہ نے اُناری پھر چھوڑ دیا اپنی بک بک میں کھیلا کریں اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُناری

مُبَارَكًا مُصَدِّقًا لِلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ

برکت کی سچ بنانی اپنی اگلی کو اور تانہ ڈراوے اصل سیتی کو اور اُس پاس

حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝

والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ سَأَلُوا مِنْ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ أَنْ يُنْزِلَ لَهُ

کہ نہیں پہچانا اللہ تعالیٰ کو حق اس کے پہچانے کا۔ حاصل آنکہ حق تعظیم تو اُس سے بڑھ کر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ پر کتاب اُناری کیونکہ

یہ تو ادنیٰ بات ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور ہر معنی دوم کے حاصل لکھ اللہ تعالیٰ کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندوں

پر بہت ہر ازاجہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگوں نے اسکی معرفت نہ پہچانی۔ اِذْ قَالُوا ا-جبلہ کہا ان لوگوں نے

نبی صلعم سے در حالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب آئی ہونے میں جھگڑتے تھے۔ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِثْلَ شَيْءٍ مِّنْ آيَةٍ

بعض نیکو و شمول نفی ہے انہیں اُناری اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ چیز۔ قال المفسر یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے

انکار کرنے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اُنار۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہودی نے کہا کہ اے محمد آپ پر اللہ تعالیٰ

نے کتاب اُناری ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اُناری سدی نے کہا کہ یہ

فخاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہ سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے شاید

ان یہودیوں نے عوام کو شک لانے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت میں یہ نہ ہوگی کیونکہ یہودی

تو دینہ میں تھے یا اتفاق سے مکہ میں گئے ہوں اور یہ سورہ مکیہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر قولہ وما قدر اللہ حق قدرہ نہیں تعظیم کی

اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ انھوں نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا۔ ابن عباس و مجاہد و عبد

بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق میں ہے اور ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کے کہا کہ اصح

یہ ہے کہ قریش کے حق میں نزول ہو کیونکہ یہ سورہ و آیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کئے جانے سے

منکر نہیں ہیں ہاں قریش و عرب اے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کمافی قولہ قالوا لئن

اشد بشر اسولا آیت۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس بیان انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکوں نے کہا کہ ما ازل اللہ علیٰ بشر من شیء۔ مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہر اور صورتیں سب واقع ہو سکتی ہیں اگرچہ سبب نزول میں رائے کو دخل نہیں مگر توفیق یون ہو سکتی ہے کہ یہود کجبت نے مکہ میں بادوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات میں بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے میں کفار قریش کا رد ہو کیونکہ قریش تو اس بات میں یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا۔ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ هُوَ سُبْحٰنُ۔ ان لوگوں سے کہہ دے کہ کس نے اتاری وہ کتاب حبکو لایا موسیٰ۔ سن یعنی توریت پھر کس نے اتاری۔ یہ میں بار تہذیب اور ضمیر منقول بہ ہے اور اسی سے حال ہے۔ قولہ لَوْ دَاوُدَ هُدًى لَلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہر لوگوں کے لئے یعنی منور و ہادی ہے۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے میں اس کتاب سے روشنی پہنچاتی تھی۔ اور قریش پر یہ اسوجہ سے محبت ہو کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتری ہو یا ہر شخص اسکو جان گیا ہو انکار نہیں کر سکتا اور اگر نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہیں کیونکہ یہود کو جو وثاقت ثابت کر دیا اور قریش نے انھیں جھوٹوں و بہتان کرنے والوں کی تصدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہو گیا۔ یہودی اس سے کسی طرح انکار نہیں کر سکتے۔ پھر دوسرا جملہ عالیہ فرمایا۔ بقولہ تَجْعَلُونَهُ قَرَسًا عَظِيمًا۔ درحالیکہ تم لوگ (ایہ لوگ) اس کتاب کو اجڑا کر متفرق بناتے ہو۔ ابو عمر اور ابن کثیر نے سبجولن بیا رختا نیہ تینوں جگہ پڑھا یعنی سبجولن اور یہود ہنا اور سبجولن۔ سب بیا رختا نیہ پڑھے ہیں اور بایقون نے سبجولن وغیرہ کو بتا رختا نیہ پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جیسے فوائد میں سے یہ بھی ہو کہ بالمشافہ و خطاب میں جھوٹ بولنے سے شرم کریں اور قراطیس جمع قرطاس بمعنی پارہ پارہ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو قراطیس میں یا نقدیر کلام آنکہ سبجولن ذاق قراطیس۔ یعنی اسکو اصلی کتاب میں سے نقل کر کے قراطیس میں لائے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہو وہ پوری ہو کہ تحریف کریں اور تبدیل کریں اور کچھ ظاہر کریں اور جو چاہیں وہ چھپا ڈالیں جیسے بنی صلم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی۔ اور یہ ان لوگوں کی مذمت ہو اور یہ لوگ یہود میں اسکی اسطے لرایا تبتدو و تفتا یعنی جو کچھ اس میں سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو یا ظاہر کرتے ہیں (تختفون کثیراً)۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (ایا)۔ دے لوگ اس میں سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ بتا رختا نیہ پڑھنا اولیٰ ہو بغیر یہ قولہ تَجْعَلُونَهُ قَرَسًا عَظِيمًا مَّا تَعْلَمُونَ اَنْتُمْ وَاَنْتُمْ لَا اَبَاؤُكُمْ مِنَ الْقَوَاہِ بیان ما التبت علیکم واخلقتم فیہ۔ اور سکھائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتیں جنکو نہیں جانتا تم نے اور نہ تمہارے باپ دادوں نے توریت میں سے باین طور کہ قرآن میں بیان آگیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہو گئی تھی اور تم اس میں باہم جھگڑتے تھے۔ (السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اتارنے سے اگلی و پچھلی وہ خبریں و علوم سکھائے جو تم دیکھا سے باپ کوئی نہیں جانتے تھے۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ استفہام کے تحت میں یہ بھی داخل ہو یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم دیکھا سے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھائے گئے پس اگر یہ معنی ہوں کہ قرآن سے سکھائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت و احسان کے ہر یہود پر





کو خیال نہیں دیکھتے اور سورہ الحج میں جو دعا و مناجات ہو اسکو دل سے نہیں مانگتے ہن اللہم و فقنا ابامی و المسلمین حبیباً و انت ارحم الراحمین  
 ف فی العرائس قولہ تعالیٰ و ما قدر والد حق قدرہ۔ اس سے خلافت کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کہہ قدم کو پا دین  
 کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہنچنے میں تو یہ کیفیت ہو کہ وہاں حادث کا اثر و نشان نہیں رہتا پھر قدرت و کبریا کو کوئی  
 کیا جانے ہاں معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہیں وہ قدر کیا کرے گا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہیں و  
 لیکن اپنے نفس کی حقیقت کماں جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر لغو ذبا شد منہ کوئی اور خالق کماں  
 سے ممکن ہو حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہر ہر شرک و ضد و بند و غیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت میں غیر کا وجود ہی نہ ہر دہے  
 سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار وحدہ لا شریک ہو وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہو اسکا ادراک کسی بندہ مخلوق کی طاقت  
 نہیں یعنی کوئی غیر اسکے جناب میں نہیں ہے وہاں عقلیں حیران ہیں کہ غیر متناہی ہو اور قلوب متحیر ہیں کہتے ہیں کہ غیر محدود ہو کہیں  
 مکان و زمان میں اسکا حلول نہیں اسکا علم سب کو محیط ہو وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہو کہ زبانیں جتنی بے انتہا تعریف کریں وہ اسکی  
 پاک برتر شان میں تھوڑی سی تھوڑی ہے اس کی تعریف و حمد و ثناء وہی خود کر سکتا ہو۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ  
 عارف کہلایا اور جس حال بزرگی میں یہ بندہ ہو سچا اسکی نظر میں ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونوں جہان کی نعمت گرد  
 ہے و ہو اللہ فی السموات و فی الارض علیم سرمد و ہر کم و علیم مانکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کی واسطے گردن جھکا و بسجناک  
 اللہم انما کنت بما جارہ البنی صلی اللہ علیہ وسلم حسین حمہ اللہ نے کہا کہ او تعالیٰ پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے  
 اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدیم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پر تو ہے پس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر اتنی  
 ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہو جاتا بعض نے کہا کہ او تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی در نہ ہر صغہ الہی کے وار د ہونے پر ان کی روحین  
 پگھل جاتیں اور فنا ہو جاتیں قولہ قل لشدتم ذرہم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت میں پڑے اور شوق نبوت  
 میں ان کی روحین متحیر ہوئیں اور سطوات قدرت میں عقلیں فنا ہوئیں اور تجلی مشاہدہ میں اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے حادثات  
 سے جو ان پر وارد ہوا اسکے مسا لک نہیں پہچانتے پس تجھ سے پوچھتے ہیں اس حیرانی میں کہ ہم کون ہیں اور کماں ہیں تو زبان اداے  
 محبت کہدے اللہ یعنی جس میں تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہو تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت میں پہنچے ہو اور جب وہ لوگ  
 تجھ سے پوچھیں جو قدر اکی میں پر کر حیرت گرا ہی میں بھٹکے پھرتے ہیں کہ ان کو یہ کماں سے ہو تو کہدے کہ مشیت الہی نے تم کو اس میں ڈالا ہے  
 اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہیں ہو اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہیں ہے پھر چھوڑ دے دونوں گروہ کو اور نو میری طرف مشغول ہو کیونکہ  
 جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہیں ہے۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ  
 میں داخل کی مترجم کی سمجھ میں تو حبشاید نہیں آئی اور شاید قولہ علمتم ما لم تعلموا انتم و لا آباکم کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحم سے مروی ہوا کہ یہ  
 مشرکوں کی واسطے ہو اور حضرت مجاہد سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانوں کے واسطے ہو پس یہی اشارہ ہو ان دونوں گروہ اہل ایمان و ولایت  
 کے اور اہل فتنہ و ضلالت کے اسکے حکم میں شامل ہونے کا ذرہ جہت سے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشيخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے  
 اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہ ہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہو جانا بندہ کے واسطے پردہ ہو اور نیز جب تبلیغ  
 رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے او تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ غیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑ دے

تاکہ زبان باطنی موافق زبان ظاہر ہو بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی واسطے  
 بلکہ وہی ہے جس نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سر باطنی میں رکھ دو وہاں کے حسب حال ادا کر اور زبان سے چھوڑ دے حکایت ہر  
 کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لاکہ الا اللہ نہیں کہتے اور اللہ کہتے ہیں اس میں کیا بات ہے فرمایا کہ اس کا خدا کمان ہے  
 جس کی نفی کروں پھر زیادہ کیا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہیں ہوتی پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر پاؤں پھو جائے  
 پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہم ذم پس وہ شخص بیہوش ہو گیا اور اس کی روح نکل گئی پس اس شخص کے  
 وارثوں نے شبلیؒ پر خون کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کے پاس گئے پس خلیفہ نے شبلیؒ سے دعویٰ کا استفسار کیا تو شبلیؒ نے کہا کہ ایک روح حق  
 کہ محبت میں سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا قصہ ہے پس خلیفہ نے حاجیوں کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اس کا کچھ قصہ نہیں  
 ہے قال المترجم کمال یقین کمال محبت ہے کہ لاکہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھیں کو حکم ہے کہ آہ باطلہ بناتے ہیں اور جن کو  
 یقین بڑھتا جاتا ہے وہ کافروں مشرکوں پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ کوئی اور معبود ہو سکتا ہی نہیں پھر کس معبود کی نفی کریں یہاں تو فقط ایک  
 اللہ پاک معبود برحق ہے یہاں اگر کوئی اور وہم خیال میں آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلیؒ نے کہا کہ خدا کمان ہے جس کی نفی کروں حاصل آنکہ  
 اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بد خلقی کا قصہ ہو سکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھایا جائوز نہیں ہے تو بات اگرچہ  
 سچی ہے لیکن اہل عقل اس سے شرم کریں گے یہی کافروں کے معبودوں کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہیں سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار  
 ہی کچھ نہیں ہے کیا ان میں الوہیت کا وہم ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے۔ فافہم۔ قولہ وذا کتاب انزلنا  
 مبارک لایہ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہیں ہو سکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہیں کر سکتے ہیں اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور  
 تیری اہمیت پر جو صادقین ہیں کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہیں اور یاد و ہدایت کے ساتھ اسکو سمجھتے ہیں جس سے دیدار صفات قدیم کے  
 خزانوں تک پہنچتے ہیں کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہیں جسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزانہ صفات  
 کی کچی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اس میں نورانی عقل سے غور کریں وہ الہوا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ  
 انزلنا مبارک لیدر آیاتہ ولیدر اولیاء الباب۔ اور نیز مبارک ہے بایں معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جس میں اسرار  
 قرب صال ہیں اور شوقین سچس جال ہے اور تذکرہ ازہجہ و فراق ہے اس میں اہل نور و تقویٰ کے واسطے راز و نیاز کی باتیں ہیں اس میں عافین  
 کے لئے اشارات ہیں اور موجدوں کے لئے معجزات ہیں اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غور سے دور ہیں  
 یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و شنا و صفت میں سب اگلی کتابوں سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صادر ہیں اور یہ زیادہ  
 جامع و کاشف مقامات ہے بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے لئے۔ اور ایسی ہی  
 تصدیق و عمل کرنے والوں کے لئے اور ایسی ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والوں کے لئے اور ایسی ہی حضور دل سے  
 سمجھ کر پڑھنے والوں کے لئے۔ قال الاستاد۔ حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ ہر حال  
 میں تسکین اور شفا و درد و حشر و فناء ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ  
 اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹے جملے کہہ دے اور اُسکو وحی کہے نہیں

شَيْءٍ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ طَوْفَاتٍ رِذَالِ الظَّالِمِينَ  
 آئی اور جو کہ میں اُتارتا ہوں برابر اُس کے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں  
 فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ  
 موت کی بیوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو ابھی جان  
 الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوتِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ  
 آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اُس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹا باتیں  
 وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۚ وَلَقَدْ جِئْتُمُو نَارًا رَايَ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ  
 اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے  
 أَقَالَ مَرْرًا وَتَرَكْتُمْ مَخَافَتَكُمْ وَرَأَيْتُمْ هَؤُلَاءِ لَكُمْ وَمَا  
 لی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم  
 نَزَّلَ مَعَكُمْ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الَّذِينَ يَنْزِلُ زَعَمُوا أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ  
 دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُن کا تم میں سا جھانپنا ہے  
 لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ  
 ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے  
 وَمَنْ أَظْلَمُ لِمَنْ لَا أَحْزَانًا كُنِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتُوبُ عَلَيْهِمْ لَمْ يَكُنْ بِنِيَا  
 شخص سے جس نے ہٹان بانڈھا اللہ تعالیٰ پر ف۔ بائیں طور کہ نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا۔ اَوْ قَالَ عَطَفَ خَاص  
 پر عام ہے بنا بر قول شیخ ابو حیان کے یہاں کہ۔ اَوْ مَحِي اِلٰہِیَّ وَكَمْ لِيُوحِ اِلَیْہِ شَيْءٌ۔ مجھے وحی آئی کی کئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں  
 کی گئی ہے۔ عکرمہ سے ابن جریر نے روایت کیا کہ یہ سلیہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور وہ عالم نے قتادہ رحم سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا  
 اور شیخ ابن کثیر نے عکرمہ و قتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے۔ وَمَنْ قَالَ اِسْءَمَنْ عَطَفَ اِسْمَنْ اِفْتَرٰی۔ پر یعنی اور کون اظلم  
 ہے اسلئے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جس نے کہا۔ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ کہ مجھ پر اُترنے والا ہی جیسا اللہ تعالیٰ  
 نے محمد صلعم پر اتارا اور یہ ان لوگوں نے نبیائی و حماقت سے کہا دیا مطلب یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنائیں  
 کہا قال تعالیٰ وَاذَاتْلِي عَلَيْهِمْ اَيَا تَسْأَلُوْا فَاذْهَبْ لَوْ اَسْمَعُ لَوْ شَاءَ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبد اللہ بن ابی سرح تھا جو  
 آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ ثُمَّ اَنْشَأْنَا خَلْقًا آخَرَ۔ اسکو لکھو ایا تو عبد اللہ بولاکہ فقیر کہ اللہ  
 احسن الخالقین نے حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھو یوں ہی نزول ہوا ہے اور یہ کہ قدیم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمدؐ ہے تو مجھ پر بھی اُن کے مثل  
 وحی کی گئی پھر آیا کر یہ لکھی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے اُن کے مثل کہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہنچا پھر فتح مکہ  
 کے روز مسلمان ہو گیا۔ قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہو اور قصہ عبد اللہ مذکور کا درمیان میں افق ہوا تھا ہاں خبر غیبیہ ہو سکتا ہے اور عموم کلام  
 میں عبد اللہ مذکور کے ماننے لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر حمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُس کے مصداق وہی شخص کہ نبی

الحج

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظہر لوگوں کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت میں ہونگے۔ غمرات جمع غمرہ بمعنی شدت۔ جمع آن غمرانند تو بہ و توب۔ قال ابن عباس یہ غمرات الموت وہ سکرات موت ہیں۔ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا اَيْدِيَهُمْ۔ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہوں گے۔ وَفِیْ انْ ظَالِمُوْنَ کِی طوف مارنے و عذاب دینے کی واسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہوں گے کہ۔ اَخْرِجُوْهُ اَنْفُسُکُمْ۔ نکالو اپنی روجون کو۔ ہم اُن کو قبض کرینگے۔ ہمارک میں کہا کہ یہ بیان بہ روح نکالنے میں سختی و درستی کرنے کا جسمین بالکل ہدایت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان الفہار ہیں۔ قال ابن کثیرؒ باسطوا ایدیہم یعنی مار پیٹ سے درست و رازی کرنے والے۔ قال الضحاکؒ البوصالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ یَتُوْنِ الذِّیْنَ کَفَرُوْا الْمَلَائِكَةُ یَضْرِبُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ۔ اسی واسطے فرمایا۔ اَخْرِجُوْا اَنْفُسُکُمْ۔ کیونکہ حبیب کا فرکی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب سختی و خواری غضب آبی کی خبر سناتے ہیں پس اُسکی روح اُسکے جسم میں ڈرسی ہوئی دیکھتی ہو اور نکلتا نہیں چاہتی ہو پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ نکالو۔ اَنْفُسُکُمْ اَخْرِجُوْا عَذَابُ الْهَوْنِ اِن اَیْزَم لوگ عذاب ہو ان ذلت و خواری دے جاؤ گے۔ یَعَاکُمْ ثُمَّ تَقُوْا لَوْلَیَّ اللّٰہُ غَیْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر۔ یعنی جھوٹ دعویٰ نبوت و وحی کے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی جانب میں بہتان باندھنے کے سبب۔ وَکُنْتُمْ عَنْ الْیَقِیْنِ مُتَّکِبِیْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر جواب لوجہ ذوق ہو سبب ظہور کے یعنی ولوزی یا محمد صین کیوں الظالمون مبتلین فی کذا وکذا الرایت امر عظیم یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب میں مبتلا ہو کر بد حال ہوں گے تو البتہ جھکو ایک نہایت کریمہ نظر سونگ ان لوگوں کا حال نظر آتا باجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے لغو و بالتسلسل۔ پھر رد حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْا فِرْعَوْنَ بِبَنَاتِہِیْ یعنی جب حشر کے روز زندہ کر کے اُٹھائے جاویں گے تو اُن سے کہا جاوینگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درجہ مالک و اولاد اور یا مددگار رہے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ کَمَا خَلَقْتُمْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر یعنی ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ لئے ہوئے یہی حدیث صحیح میں اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیوں نگریشم نہ کریں گے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدلائکہ فرادی تنوین بنا بر اوقت بنویم پڑھا گیا اور بالاف تائمت مقصورہ پڑھا گیا بنا بر آنکہ جمع فرد و فرد ہے اور بعض نے کہا کہ فرد کی جمع فرادی نہیں پس اسم جمع ہی اور اغلب نے کہا کہ فرد کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ حال واقع ہے۔ اے جنتی نامنفردین الگ الگ ایک ایک لئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ عکسہ سے مروی ہو کہ نظر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کر لیگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَوَكَّلْکُمْ مَّا خَلَقْتُمْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جماع متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بنہ کو دی ہوں قال ابن کثیرؒ یعنی جو نعمتیں مال تم نے دار دنیا میں جوڑ چھوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَتَرَاۤءَ ظُھُوْیَ رِکْمٍ۔ اپنے پیچھے پیچھے بدوں اپنے اختیار کے پس اگر ایمان لا کر اپنی نیت نیک اختیار سے کاخیر میں صرف کر کے چھوڑا ہو تا تو وہاں ملتا اب آخر کار چارنا چار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال ہلا کچھ



تیرا مال بھی ہر سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور ہنکر بھاڑ ڈالا یا صدقہ دیگر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا۔ اور جو اسکے سوائے  
 ہے وہ سب اردن کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ وَمَا تَخْرِي مَعَكُمْ شِقَاقَ كُمُ۔ الاصل نام۔ الَّذِيْنَ سَرَعْتُمْ اَنْفُسَكُمْ  
 فِيْكُمْ شَرًّا كَوْنَكُمْ۔ یعنی ملامت کرنے کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ میں لات عزیزی وغیرہ بقول کو جو  
 تمھارے زعم میں تمھارے شفیق تھے اب نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق میں یہ لوگ  
 اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ۔ وکلمہ نکرے ہو گیا وصل وصل تمھارا۔ یعنی تمھارا جھٹاٹوٹ گیا اور یہ بنا برقراری  
 رفع کے ہے یعنی بنیکم فاعل واقع ہوا اور یہی اکثر قرآن مجید اللہ کی قرأت ہے۔ بنی اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج نے کہا کہ بنی ایک  
 لغت ہے جو وصل اور جدائی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے اور یہاں بمعنی اول ہے اور جھٹل و نافع وغیرہ کی قرأت  
 میں بنیکم بمعنی یعنی قطع مابینکم اور یہی ابن مسعود کی قرأت ہے اور مراد موصولہ سے میل جول ہے۔ وَهَلْ يَنْظُرُ مَا كُنْتُمْ  
 تَزْكُمُونَ۔ یعنی دنیا میں جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھنڈا تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرا الذين اتبعوا  
 من الذين اتبعوا اور العذاب تقطعت بهم الاسباب لایۃ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن ظلم من افری لایۃ۔ اس میں شاہ  
 ہے کہ امر الہی میں ہر مغتری و جھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الہی کا دعویٰ کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں  
 کو بہکانا اور ناحی خراب برباد کرتا ہے انجام کا خود دین دنیا میں برباد ہوگا۔ بعض نے کہا کہ چو لائی جناب الہی نہ ہو اسکو بیان  
 کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ اہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے اقرار کیا اور مراد ذکر غفلت ہے۔ قولہ تعالیٰ  
 ولقد جئتمونا فرادی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت و جلال کے طور میں پہنچ و مفعول ہیں جب بندوں  
 پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے سب زاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھیں گے  
 اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ میں ان کی کچھ ہستی سمجھیں گے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہوں گے جیسے عدم سے نکلے۔ بعض نے کہا  
 کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اور تعالیٰ کی درگاہ میں جوع لاوے۔ شیخ ابو حفص نے سے  
 کہا گیا کہ آپ پنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الہی میں جادینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے  
 غنی کی درگاہ میں لیجاوے۔ قال تعالیٰ لقد جئتمونا فرادی۔ یعنی اپنے اعمال و احوال و طاعات سب سے خالی آئے۔ قال  
 الشیخ مجتبیٰ بیان ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے در حالیکہ موجد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ  
 کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال میں عدم سے پیدا کر کے میری ربوبیت پر مشاہد ہوئے تھے کہ تم نے است برکم کے جواب میں بلی  
 سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرة الی آخرہ  
 میں اشارہ کہ فطرة ازل پر پیدا ہوتا ہے اور تعالیٰ نے قولہ ترکتم ما خولناکم وراہظوکم سے بوقت ارادہ ازل پر باغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَفُجِّجَ الْمَيِّتِ  
 اللہ ہے کہ چھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گھلے  
 نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالتا ہے دالہ زندہ سے  
 من الحی ط ذلکم اللہ فانی لو فکون ہ فالق الاصباح ط وجعل  
 یہ ہے اللہ پھر کمان پھرے جاتے ہو چھوڑ نکالتا ہے صبح کی روشنی اور رات

الَّذِي سَكَنَ فِي السَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا ۖ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے  
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ مَرَاتِدًا وَإِن مِّن مَّوَدَّةِ بَيْنٍ لَّا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا ۖ وَهُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

اور اُسی نے بنادئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور  
الْحَيُّ مَا قَدْ فَصَّلْنَا آيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ ۵

دربار کے ہم نے کھول سنائے ہتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ قَالِنُ الْحَقِّ وَالنَّوْحَى - یہاں سے عجائب قدرت الہی کا بیان ہر اور فائق اسم فاعل از فلق بمعنی شمس ہر اے چاک  
کر دینا اور بعض نے معنی خالق کہا اور یہ بعید ہر - کہا قال بن جریر اور جب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو یا بند گیوں وغیرہ کے اور نوی گٹھلی  
جیسے گٹھلی گٹھلی ہوتی ہے - معنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالیٰ درخت آگاتا ہر جہیں بالیان ہر اردن نہ لانی ہیں اور گٹھلی سے درخت جھاتا ہے جس کا  
سر ہوا میں بلند ہوتا اور ہری ہری پتیاں شاخیں ہوتی ہیں یہ اسی کی قدرت کاملہ ہر اور شرک و کافرن کو اپنا معبود نہاتے ہیں نہیں سے  
کسی کو ایک پتی کی قدرت نہیں ہر پھر بد و ن عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے  
ن ہر دانہ و گٹھلی و حیوان انسان کا نطفہ مردہ ہیں اس سے زندہ نکالا اور یہاں سے استیناس ہر کہ ہر درخت سبز و نباتات میں جان  
ہے وقد قال تعالیٰ فانظر الی آثار رحمتہ المذکرات یحیی اللہ من بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الایۃ پھر فائق پر عطف کیا بقولہ فُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ  
مِنَ الْحَيِّ - زندہ سے مردہ نکالتا ہر ف - جیسے انسان پرند وغیرہ سے نطفہ و اند انکا لیا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے  
جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے میں ذرہ برابر بھی شک انکار کو مجال نہیں مگر آنکہ آدمی ہو قوت اندھا ہو - پھر اپنی توحید  
کی طرف بلایا - ذَٰلِكُمُ اللَّهُ - یعنی جس کی قدرتوں میں سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالیٰ ہے  
اسی کی خالص عبادت بندگی جسے خدائی تَوْحُّدٌ فَكُونُوا - یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہیں تم کہاں منہ موڑے جاتے  
ہو اور مفسر نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو - عن ابن عباس کیونکر بھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدر تین بیان فرمائیں -  
بقولہ - فَالْحَيُّ الْوَاحِدُ - اصباح کو شن کرنے والا ہر ف مفسر نے کہا کہ اصباح مصدر یعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر  
داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شن کرنے والا ہے صبح کا اور عمو صبح وہ روشنی ہر جو صبح کاذب کے وقت  
تاریکی شب ظاہر ہوتی ہر - قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہر اور حاصل یہ کہ او تعالیٰ اس پر وہ نور کو  
جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہر چہ شب سے کھولنے والا ہر پس جو ہم بیان وارد ہوتا تھا کہ مشق تو تاریکی حتی کہ صبح ظاہر ہوتی ہر  
اور آیت سے انہوم اسکے برعکس ہر یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز دو جہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ او تعالیٰ شن فرمایا ہر صبح کے عمو کو جو عکس ہے  
دن کی روشنی سے و دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شن کر دینے والا ہے - قال قتادہ فائق الاصباح ای فائق الصبح - وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا  
اور رات کو سکون بنا دینا لا ہے ف سکون یون کہ اس میں تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کوئی ہر سکون  
محل سکون قال قتادہ اس میں ہر چہ پایہ و پرند سکون لیتا ہے - قال ابن کثیر صیب دمی رحمہ اللہ کی جو روئے اسکو زیادہ جاگنے پر ملاست کی  
تو کہا کہ او تعالیٰ نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم و الشمس و القمر حُصْبَانَا۔ اور سورج و چاند کو حبان بنانے والا ہے و واضح ہو کہ  
 شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا برائے اللیل کے محل پر عطف ہو کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہے یعنی بحسب المعنی مفعول ہو پس  
 اسی پر شمس و قمر کا عطف ہو اور حبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدس سے حال ہے یعنی بحیران حبان پس بار محمد و ہر  
 چنانچہ سورہ الرحمن میں ظاہر مذکور ہے اخفش نے کہا کہ حبان جمع حساب مانند شبان و شہاب و ابن عباس سے روایت ہے کہ حبان  
 یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیر نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں حبان مقدر بقانون مقنن کہ نہ تفسیر ہے اور نہ اضطراب ہے  
 بلکہ ہر ایک کو واسطے منظرین ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات دن کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ و جل  
 الشمس ضیاء و القمر نور و قدرہ منازل۔ ذلک تقدیر العزیز العلیع۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو  
 غالب ہے اپنی بادشاہت میں دانا ہے اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عز و جل ہے۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ الْجُمُعَةَ جمع جمع  
 ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر بیان ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عز و جل نے تمہارے  
 لئے ستارے بنا دیئے لَتَهْتَدُوا فِيهَا۔ تاکہ راستہ تلاش کرو ان نجوم کے ذریعہ سے فَيُظْهِرَ لَكُمُ الْبَيْتَ الْجَنُوبِي یعنی اپنے  
 سفرون میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دنوں کی طرف بسبب  
 ملاہست کے ہر باظلمات سے مراد ان دنوں کے اندر راہوں کا اشتباہ ہے کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ  
 اکثر دئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت ہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوصاً جہان ریگستان  
 و جنگل و پہاڑ ہیں ہرگز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاوے اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ستارے ثواب  
 پیدا فرمائے جن سے خوباہ بجاتی ہو اور آنحضرت صلم نے انھیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہی فیما روی عنہ اصحابی  
 کا نجوم باہم اقتدیم اہتدیم یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جس سے اقتدا کر دو گے اُسکے پیچھے راہ پر پہنچو  
 جاؤ گے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدائش اسلئے نہیں کہ کافر و مشرک ان کی پرستش کریں یا ان کی طرف سے اپنے حق میں رزق  
 وغیرہ مقدمات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ راہ بھول جاوے اور راستہ کا پتہ لگاوے۔ قال ابن کثیر بعض سلف رضی اللہ عنہ  
 نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ایک  
 کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسمان کی زمینت کیا ہے اور شیطانوں کیلئے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دیاروں میں اُن کے پتے  
 سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں  
 راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ اللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زمینت کو واسطے اور شیاطین  
 کے رجوم کو واسطے اور علامات کیلئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو۔ قادیان سے اسی کے مانند مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت  
 ہے کہ حضرت صلم نے فرمایا کہ ستاروں سے اس قدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو۔ پھر اور باندھو۔  
 رواہ ابن مردویہ و الخطیب۔ امام غزالی رحمہ سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرقتیں ہیں جو اہل علم کی شان ہے اور عوام  
 اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی اسے ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات  
 و الارض میں شامل ہے اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ان میں اس معنی

کر کے نظر کرنا منوع و حرام ہے تو نہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مجھے یہی فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجوم میں نظر کرنے سے۔ رواہ ابن مردودہ و الخطیب حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھیں دونوں اماموں و مرہبی نے روایت کیا اور خطیب نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو۔ رواہ الطبرانی و الخطیب۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسے جاویدین سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ رواہ ابن ابی شیبہ ابو داؤد و ابن مردودہ۔ اور بعض آثار و اقوال سلف جن سے محل معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں وغیرہ میں نظر کرنا روا ہے تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہے کہ تین امور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان میں نظر کرنا روا ہے۔ عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندے وہ ہیں جو نگاہ رکھیں سورج و چاند کو اپنی نماز کے وقتوں کیلئے رواہ الحاکم و صحیح۔ وعن ابن ابی اوفی و ابی الدرداء و ابی ہریرہ نحو رواہ ابن شاپہن و الطبرانی و الخطیب الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستاروں کی بہت سی تاثیرات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں اور وہ موافق ہوتی ہیں تو جواب یہ ہے کہ تاثیر کے معنی میں کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز میں اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر میں جو اسباب نظر مخلوق میں دکھائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہے تو اب یہ خود ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہیں اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہیں تو انکا کیا اعتبار ہے اور کیونکر یقین ہو کہ آئندہ زمانہ میں یوں ہی ہوگا خصوصاً جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جتنی میں چاند اُنٹیل کا لکھا ہے اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ اس سال ۱۳۱۲ ہجری میں مطلع نہایت صاف تھا اور جتنی سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان میں خود تاثیر نہیں دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے۔ سوم تاثیر کا حال معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تاثیر دے یا نہ دے۔ چہاں حرکت بتقدیر الہی ہے چہاں چاند نکلا و بارش ہونا یا نہ ہونا اور جنہیں و چنانچہ نجومی بیان کرتے ہیں صد ہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہیں لھلی ظاہر ہیں پھر مرد مسلمان ہوں کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہیں کہ اس پر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح میں صریح مذکور ہے کہ جو اس پر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سائن میں مذکور ہو چکی ہیں اور دل یوں مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالیٰ نے مقدر فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاویز نہیں کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایکسانی مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آؤ میں کس طرح اس قدر حرکت میں یا ثابت ہیں اور اسی کی یاد میں مصروف ہیں اسی کے حکم میں مسخر و مجبور ہیں وہ بھلا کیا کر سکتے ہیں لہذا ایسے اعمال کرو جو اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا جاہتی ہو پس آخرت کا گوشہ درست کرو جسکو قبر میں ساتھ لیجا و حدیث صحیح میں ہے کہ قبر یا تو جنت کی یا عذاب کا ایک کھڈ ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس ہدایت مانگو اور کفر و شرک بد اعتقاد یوں سے بچو اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تم پر رحم فرمادے وہی رحم الراحمین ہو و السلام قد فصلنا الآئیت لقوم یفکرون۔ اے قہر بنی الدلالات علی الودھانیۃ والقدرة لقوم یتدبرون۔ یعنی ہم نے اپنی حدائیت قدرت پر دلائل بیان کر دیں اسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت میں فکر کرتے ہیں۔ یہ ایسا کھلا بیان ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ



نے علم و ہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت و جلال و توحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہیں وہی خوب یقین لاتے ہیں اور جو یہود و شیطان  
خیالات میں پڑے ہیں وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے میں اوندھے گھسے جاتے ہیں نفوذ باللہ من الضلال فی العراس  
قولہ تعالیٰ فالق الاصابح الآیہ - صبح انوار شہود کو اہل ایمان و معرفت کیلئے منکشف فرمایا۔ ازاںجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام  
واولیا رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے ان کے چہروں سے ظلمتوں کے نیک بیزن کو منور کر دیا۔ قال المترجم  
حضرت صلعم میں یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والوں کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور  
پیروانہ کی طرح ان کا اپنی جانیں فدا کرنا احادیث و آثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت و ہدایت پاتا ہے فتذکر۔ قولہ  
جا عل اللیل سکنا جنکو انس ہے وہ رات میں اسکا کلام پاک تنہائی میں پڑھتے اور او تعالیٰ دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہیں۔  
قال المترجم حدیث صحیح میں افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہو کہ جس نے تنہائی میں او تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے۔ یہ جوش  
محبت کی خبر ہے بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب سینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا۔ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور  
کر دینا والا۔ قولہ تعالیٰ وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا والآیہ - واضح ہو کہ عوام لوگ جسم و جسمانیات کے متعلق جو قوت ہواس کو  
عقل سمجھتے ہیں اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری و باطنی حواس کہتے ہیں جیسے یہ حواس کچھ چیز نہیں دسی ہی عقل  
کچھ چیز نہیں ہر بلکہ عقل ان کے نزدیک جسکا نام ہو وہ عقل کلی ہے اور عارف تالیق شریعت و سنت اس سے فیض پاتا ہو پس اشارہ  
ہے کہ عقل کے ستارے ہیں جس سے حقائق آیات ملتے ہیں تو صیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یوں ہر کہ نفوس کی تارکیوں  
میں عقول کے ستاروں سے حقائق آیات و انوار صفات کی راہ ملتی ہو اور روح کے ستاروں سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے  
افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہیں صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی۔ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ  
نے رات کو سکن کر دیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہو کر رضا و تسلیم کے ساتھ درجہ قرب و منزلت حاصل کر د اور نجوم ہدایت سے ہار گاہ  
رضا حق عزوجل پر پہنچ کر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ

اور اسی نے بنا دیا تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہیں تم کو ٹھہرا دے اور کہیں سیر دے ہوتا ہم نے کھول سنائے ہے  
لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۚ وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ

اُس قوم کو جو سمجھتے ہیں اور اسی نے اُنارہ آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر  
شئٍ ۖ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا مِّنْهُ حَبًّا مِّتْرًا كَبَاحٍ وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

چیز پھر اس میں سے نکالا سبزہ جس سے نکالنے میں دانے بھڑے ہوئے اور کھجور کے گائے میں سے پھل  
دَانِيَةً وَجَبَّتْ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالتَّزْيُوتُونَ وَالرَّيَّانُ مِمَّا قَدْ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ

نکلنے میں اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس میں ملتے اور جہد سے  
أَنظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۚ

دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اُسکا پکنا ان چیزوں میں سب پتے ہیں یقین لانے والوں کو



جس میں ناچکستیں ہیں لیکن گویا آنکھیں نہ دیکھتے دیکھتے پتھر گئیں حالانکہ ہر وقت وہ ہر بار ان کو معرفت زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ وَمِنْ النَّخْلِ مَبْدَلٌ مِنْهُ اور مِنْ طَلْحٍ مَبْدَلٌ بعض دلوں بلکہ خبر مقدم ہوئی۔ فَتَوَّانَ فَكَانَتْ مَبْدَلًا مَوْخَرًا۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع اول ماخرج منہا فی الکماہا۔ یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ میں سے ہے اس کے اکمام میں۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو طلع پر ہوتا ہے۔ قبل طلع وہ کفری ہر قبل سکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر غدق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف کھل گیا تو غدق کھلا تا ہے اور اسی کو قنوکے ہیں جسکو ہندی میں گچھا و گودھ بولتے ہیں اور غدق خاص خرما کے گودھ کو کہتے ہیں اور قنوکے جمع قنوان مانند صنو و صنوان کے اور مفسر نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ جہاں اور دانیہ اسے بعض قریب بعض یعنی آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندرلیہ یعنی لگے ہوئے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ پھر نے درخت جن کی گودھیں لدی ہوئی زمین پر پھٹی پڑی ہیں اور ضحاک نے کہا کہ خوشہ چنے والے سے نزدیک خواہ سیدے رخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودھ خوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ اسکا بوجھ نہیں سنبھال سکتی ہے۔ وَقَجْنَتْ مِنْ أَعْنَابٍ وَالتَّرْتِیُّونَ وَالتَّرْمَاتِیُّونَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغون کہ انکوڑ کے اور زیتون انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے جو بے اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونوں ہے پھر قرآن کو بیان کیا اور انکوڑ کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَغَيْرُ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی در حالیکہ مشتبہ ہیں زیتون و رمان کے پتے اور نہیں متشابه ہیں پھل دونوں کے کداری عین قنادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ زیتون و رمان کے پتے زیادہ مشتبہ ہوتے ہیں۔ اُنْظُرْ إِلَى الثَّامِرِ اِذَا اَشْرَسَ۔ اسے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو عورت سے دیکھو اس کے ثمر کو جب اس میں پھل آوے۔ الثمر یفتحین احدہما اور یضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور شنبہ خشب حاصل نہ کہ ابتدا کے حال پھل آنے میں دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہیں بد مزہ ہوتا ہے وَبَنَیْہِ۔ والی بنہ یعنی اسکی چٹنگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَیَعْلَمُ یعنی ان فی ذلک اور اتصال خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم میں۔ کَلَامٌ یعنی دلائل ہیں اول تعالیٰ عزوجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتوں سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے وہ ضرور بدرجہ اولیٰ بروز بعثت و حشر کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط یقویٰ یثبوتون۔ قوم مومنین کیلئے ہیں نہ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبیر کا اشارہ فرمایا اور یہاں قوم مومنین کو خاص کر دیا اس واسطے کہ اس صفت اول تعالیٰ عزوجل سے انتفاع انھیں لوگوں کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدر تہائے گوناگون کے مشیت میں چونکہ کافر و مشرک مطرود ہوئے ہیں ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں کہ ان کو یہ نظری نہیں آتا اور یہ خود چشم ایمانی میں عجیب قدرت نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالیٰ یہ کہ آنکھوں والے موٹے تازے یہاں اندھے ہیں اللہم ثبت قلبی و قلوب المومنین علیٰ نیک بنی الاثر غ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اسے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت ہم کو عیب فرمائی ہے تو وہاب ہی ہم اسید و ارہین کہ یہ موہبت عظمیٰ ہم سے مسترد نہ ہو تو رحمہم الراحمین ہے۔ فِی الْعَرَّاسِ قولہ و ہواذی انشا کم الایۃ۔ دو کے مقام پر یعنی سابق میں تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدة۔ بیان ہو چکی ہے۔ سب کو جو ہر فطرت پر

پیدا کیا اور جو ہر فطرت کا منشاء و وجود اسکے فعل خاص کا نور ہے اور نور فعل خاص کا منشاء وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہے اور یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہے۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا اور لطائف خطاب میں سے اشارہ کبریا کے واسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس احدہ۔ ہر یعنی بظہور نفس احدہ ازلیہ ابدیہ جو منزه از انزاق و اجتماع ہے پس بعض قلوب کا مستقر تو ملکوت ہے اور مستودع اسکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہے یا بن طو کہ صفات میں تو بقا و دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات میں فنا و وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہے کہ وہاں کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن و حادث وہاں فانی ہیں اور یہی فنا ہے توحید ہے اور نیز مستقر جو آیات کریمہ میں مذکور ہیں ہیں لون کا مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا کرامات ہیں اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ان عطا نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پہنچا ہوئے ہیں جن میں مستقر و مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت میں کشوفت عنہ ہے اور کشوفت حال معرفت میں مستقر علیہ ہے۔ قال لمرجم یعنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہر اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد و مقدار ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کم و بیش عطا ہوئی ہے پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدار ہیں وہ دو قسم کے ہو جاتے ہیں اس جہت سے کہ جب اس کو عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کر لی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا پس وہ کشوفت عنہ ہوا یہاں تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہو لیا تب ہ اس میں مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ ہذا یعلم و اللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اس پر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے جبروت کے اس سے زائل ہر واسطی نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات نا ابد ہے اور مستودع اس کی طرف عود کرنا چاہیے جس کا ہر چہ عظیم و عظیمی الہی نے کہا کہ ہر بار وہ اپنی مخلوق کا عالم ہو جیسا کہ چاہا ویسا کیا جو اسکے کلام میں مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ میں رکھا پھر لوح محفوظ میں دیکھ کر اس میں مستقر ہوا پھر اس طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں ہوتا رہا یہاں تک کہ اسکو درجہ شقاوت یا سعادت ہو گیا پس اسکی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَوَّفُوا آلَهُ بَنِيَّائِمْ يُفَكِّرُ بِهِ عِلْمُ ط

اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو بتاتے ہیں نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اسکو کہان سے ہو

اور اُس کو کوئی عورت نہیں اور اسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے اور اللہ تعالیٰ نے اللہ کو ان کے واسطے جنات سا بھی بنائے ہیں یہ وہی مشرکین کا جہنم ہے

۲۱۹۱۸



پس جہلو افضل اور مشرکین فاعل ہیں اور نام پاک ہنزلہ مفعول وم کے ہر اور شرکاء مفعول قول ہر اور ابن اس سے بدل ہر یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنوں کو نہیں بلکہ فقط بتوں کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ جنوں ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت کا حکم دیا پس انھوں نے عبادت کو ناشرع کیا جس بھری جملہ اللہ سے یہ مصرع مروی ہر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان یدعون من دونه الا انا ثاوان یدعون من دونه الا شیطانا مرید العنہ اللہ وقال لا تحزن من عبادک لضعفهم ولا ضلالتهم ولا منہم ولا منہم الا یہ۔ حال آنکہ مشرکوں نے عبادت کے استحقاق میں جنوں کے کہنے سے بتوں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا۔ کہ خلقہم۔ اے والہا حال انہ قد خلقکم فکیف یکون شرکاء۔ حال یہ کہ اول تعالیٰ نے جنوں کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہو سکتے ہیں۔ مشرکوں نے بتوں کی عبادت کی اور جنوں کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی شرک ہر چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ودرہبانہم را با من دون اللہ کی تفسیر میں ثابت ہوا کہ عالمون درویشوں کا قول جو کچھ وہ خلاف باطل کہتے اسکو ان کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی انکار بتانا تھا ایسے ہی بتوں کی عبادت کرنے میں مشرکوں نے جنوں کا قول مان کر ان کو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الہی ہیں اگرچہ مشرکوں نے اپنے ہاتھ سے گڑھے ہوں اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیے جیسے مشرکوں نے جنوں کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہے اور عالم درویش اگر اول تعالیٰ کا حکم بتا دے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم موافق قرآن یا حدیث کے نہیں ہر تو فوراً ترک کر دے بالجملہ مشرکوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھوں نے جنوں کا حکم مان لیا بتوں کی عبادت میں اور شرک بنایا۔ وَخَرَّ قَوْلُ الْكَافِرِينَ وَكَذَّبَتْ بَغْيُهُمْ عِلْمُ۔ اکثروں کی قرآن میں خر قوا تحفیف رائے معلوم ہر اور معنی اسکے تراش لیا ان لوگوں نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا یا بن معنی ایک قرآن نافع ہم میں خر قوا بتشدید را معلوم ہر یعنی کثرت سے ان کافروں نے تراشا و لڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیاں بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیز بیٹا تھا اللہ تعالیٰ کا اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستوں نے کہا کہ ملائکہ بیٹیاں ہیں المعنی اور مشرکوں نے اسکے لئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیاں تراشیں۔ مَبْنِيَّةٌ پائی ہر اس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ۔ اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے ہیں کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہر وہ بدیع السموات و الارض۔ یعنی بدون کسی نمونہ کے ان چیزوں کو پیدا کرینو لا ہے اس سے ان کافروں کا وہم و در کیا کہ جن وہام سے ان لوگوں نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہر اس بات سے کہ اول تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانوں و زمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہیں غور سے نہیں دیکھتے تاکہ اس ہم میں خوار و برباد نہ ہو جیسے پاک خالق قادر مطلق ذو الجلال والاكرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان اخصیج کی باتیں کہان ہو سکتی ہیں حال میں۔ اَنْ يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَكَذَلِكَ قُلْتُ لَهُ صَاحِبِ بَيْتٍ۔ کیف کیونکہ ولد و لم تکن لہ زوجہ۔ یعنی کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہیں۔ اسمیں بھی کافروں کو ارشاد ہر کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدائش میں تو بیٹا سمجھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیوں نہیں سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہر کہ بعضے کافر مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہیں حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتوں کے اللہ تعالیٰ کی بندگی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی و شاکر ملکوں ملکوں فقیری و محتاجی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقہ کانایا کلان الطعام الآتہ۔ پس و تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے و خالق کل شئی اور و تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرماوے۔ و هو یحییٰ شئی و یمیتہ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے قال البصیڑی وغیرہ اس آیت میں کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا۔ اول آنکہ و تعالیٰ مبدع سموات وارض ہر اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہیں جس جنس کا فرزند بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بھی مخلوق ہیں پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہیں اور ولادت سے مبرا ہیں کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہیں۔ ایک نہانہ دراز گذرا پس و تعالیٰ اُن کی نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہیں ہے دوم آنکہ فرزند سے ہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے زودادہ سے پیدا ہوا حالانکہ و تعالیٰ جل جلالہ مجاہست سے پاک ہے۔ سوم آنکہ و تعالیٰ کا کوئی کفو نہیں ہے اور جبکا فرزند ہوتا ہے فرزند اسکا کفو ہوتا ہے پس و تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز کو و تعالیٰ عزوجل کے ہر وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہیں ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ و تعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہیں ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس ہر چیز سے پاک ہے پرواہی نہ فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم اذلی کے موافق اختراع فرمایا جسمیں ذرہ برابر بھی تفاوت نہیں ہے پس کوئی چیز و تعالیٰ سے مشابہت نہیں رکھتی ہر ایک کو و تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندوں کی معاش و زندگی کے لیے کر دیا بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہے اور بعض نے کہا کہ و تعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہیں جمال و کمال میں فوق ہے قال لمرجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ کَلَّا لَہٗ الْاَکْہٰرُ خَالِقِ کُلِّ شَیْءٍ فَاَعْبُدُوْہٗ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَلَّا تَدْرِکُہٗ الْاَبْصَارُ وَہُوَ یَدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَہُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِیْرُ

یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو ہندگی نہیں بنایا والا ہر چیز کا موجد اسکی بندگی کو اور اس پر ہر شئی و قہر کیلئے کائنات دیکھ کہ ابصار نہ ہو سکتی آکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کو اور وہ بھید جانتا ہے خرد دار ذالکُم اللہ ربکم۔ یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہے۔ کلا لہ الاکھار خالق کل شیء فاعبدوہ۔ اگر کہا جاوے کہ مشرکوں نے کافروں نے اور چیزوں کو مخلوقات میں سے مانند بت غیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بوقوت جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگوں نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور ان کی عبادت کرنی شروع کی مگر اُنکے معبود بنانے سے یہ چیزیں کہ نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اُنکے معنی واجب الوجود قدیم اذلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال عظیم و خیر جس پر کسی مخلوق کی کہ نہ وہا ہست کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہیں اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہیں جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان زمین دیگر اشیاء کی پیدائش میں ظاہر و باہر میں اس پاک پروردگار کو کہ اور ہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور اُسکے سوائے کوئی بھی کہ نہیں ہے اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عزوجل کے واسطے عبادت کا

حق ہو اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا پس جب کافروں و مشرکوں نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر و شرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانوں پر کیا پس اول تعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب و دوزخ میں ان کو ڈالا تو عین انصاف ہو کیونکہ اللہ معبود فقط خالق ہے۔ و یخلف کل شیء اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اسے لوگو قبل موت کے ہوش میں آوا اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فَاعْبُدُوْهُ وَحْدَهُ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اے حیض یعنی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہیں اور اسی کی رحمت سے حفاظت میں رہتے ہیں اسی کے علم میں ہر ایک کا احاطہ ہو خود فرمایا لَا تَدْرِيْهُ اَلَا بَصَاتٌ مِّنْ اِيْمَانٍ اور اک کرتی ہیں اسکو البصار یعنی جملہ البصار اسکو ادراک نہیں کرتی ہیں۔ وَهُوَ يَدْرِيْ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اور وہ تمام البصار کو ادراک فرما رہا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ طَيَّبَ الْمَجِيْثَ اور وہ لطف و مہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی و شرک و کفر و عصیان بندوں کے جسکو وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہے یہ صرف اسکا لطف ہو کہ ان کو ایک وقت تک نہیں بیٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندوں پر زیادہ ظلم ہوتا ہے تو مودی ظالموں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام متبدعہ یعنی خارجی و رافضی و معتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہے کیونکہ اول تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَدْرِيْهُ اَلَا بَصَاتٌ مِّنْ اِيْمَانٍ نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہیں ہوتا اور یہی صحیح و حق ہے اور جماعت صحابہ و تابعین و سلف صالحین علیہم السلام کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار آگے مطلقاً محال ہے اور کلام اس میں تفصیل کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا یہاں صرف مختصر طور پر ان بدعتیوں کا رویہ کافی ہے کہ قولہ لَا تَدْرِيْهُ۔ جملہ نافیہ ہے اور نفی و محال میں فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہو کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہو جو ممکن ہی نہ ہو اور نفی کیو اسطے یہ بات ضرور نہیں چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہیں تو وہ اسکو کہل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا میں البصار اسکو نہیں دیکھتی ہیں تو جائز ہے کہ قیامت میں دیکھیں اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے واللہ شہید العالمین اور درجہ دوم آنکہ لَا تَدْرِيْهُ سے ادراک کی نفی ہو اور روت کے نفی نہیں اور دونوں میں فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور روت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ و حقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور روت فقط دیکھنا پس دیکھنا دونوں ادراک احاطہ کے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کافی قولہ تعالیٰ قَالَ اَصْحَابُ مُوسٰی اِنَّا لَنَدْرِيْكَوْنَ قَالَ كَلَّا۔ یعنی جب موسیٰ مع اسرائیل کے تیرے روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہنچے اور فرعون نے مع لشکر بھجوا کیا اور قریب پہنچ گیا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم ادراک کر لے جا دیئے تو موسیٰ نے فرمایا کہ میرے نہیں پس قوم فرعون نے ان لوگوں کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہے پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہے کہ اول تعالیٰ کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا وَلَا يَحِيطُوْنَ بِعِلْمِہٖ پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد و علم مومنوں کو موجود ہے و کمافی صحیح مسلم لا احصٰی ثناء علیک احدث۔ یعنی احاطہ ثناء آگے کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثناء موجود ہے۔ قال سعید بن المسیب قولہ لَا تَدْرِيْهُ اَلَا بَصَاتٌ یعنی البصار اسکو احاطہ نہیں کرتے ہیں۔ قال عطاءرج البصار اسکو احاطہ کر نیسے عاجز ہیں۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالیٰ کو احاطہ نہیں کر سکتی۔ عکرمہ پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اول تعالیٰ نے لَا تَدْرِيْهُ اَلَا بَصَارٌ فرمایا ہے تو کہا کہ اسے کیا تو آسمان کو

نہیں دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہیں سکتا تو دیکھ سکتا ہو  
وہ سب تو انکے ہم نے مان لیا کہ اور اک بھی رویت ہی یہاں مستعمل ہو اور تو بھی بدعتیوں کا قول نہیں بنتا ہو کیونکہ الابصار سے بالاتر  
بدعتیوں کے نزدیک بھی صحیح البصار اور دین پس سب داخل ہو اور جو کچھ کلمہ پر اسے لایا کہ کل بصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سب  
جز کلمہ ہو کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہیں کہ ایجاب جن فی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہیں ہیں اس کے منافی نہیں کہ بعض انسان  
عالم ہیں اسی طرح ہم نہیں کہتے کہ قیامت میں سب ابصار کو دیدار ہو گا بلکہ بعض کو ہو گا اور وہ مومنین ہیں اور کافروں کو نہ ہو گا چنانچہ  
فرمایا۔ کلاً انہم عن ہم یومئذ لحو یون۔ یعنی قیامت کے روز کافروں کو اپنے پروردگار سے حجاب میں محروم رہیں گے۔ امام مالک شافعی  
نے کہا کہ اس سے ثابت ہو کہ مومنین کو جب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملے گی۔ وجہ چارم یعنی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال  
کی نفی مراد ہے عکسہ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار تبارک تعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یون  
فرمایا کہ لا تدركہ الابصار الا یہ تو فرمایا کہ اے میری جان بڑے یہ تو وہ نور ہے جو اسکا نور ہے جیسا اپنے نور سے تجلی فرماوے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہے وہ  
ابن جریر و بیہد الخکم و محمد و حدیث ابو موسیٰ اشعریؓ میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں خود موجود ہو کہ حجاب اللہ کو کشف  
لاحقہ سبحات و ہبہ ما اتھی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابوں میں ہے کہ موسیٰ نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ  
اے موسیٰ کوئی زندہ نہیں دیکھ سکتا مگر آنکھ مر جاوے گی اور کوئی تروتازہ نہ دیکھے گا مگر آنکھ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات مترجم کتابہم کہ لا الکاکی  
ہستہ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ میں بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰ خود و لیل بل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ  
تعالیٰ مذکور ہو گا اور خود ابن عباسؓ و ایک جماعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل میں انشاء اللہ تعالیٰ  
مذکور ہو گا۔ عائشہؓ سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروقؓ نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تدركہ الابصار الا یہ۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح  
پس عائشہؓ کے کلام سے دنیا میں دیدار کی نفی نکلتی ہے۔ قال اسمعیل بن علیہ غیرہ فی قولہ لا تدركہ الابصار۔ یہ دنیا میں ہے اور ہا آخرت میں نہیں  
اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر۔ قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے  
اور یہ نہیں دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباسؓ وغیرہ کے اُسے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کتابہم کہ قول ام المومنینؓ سے یہ ثابت  
ہی نہیں ہوتا کہ آخرت میں دیدار ہو گا اور دیدار محال ہو بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھے صرف دیدار معنی جلال و عظمت الہی کے دیکھ لینے  
سے جس شان پر اللہ تعالیٰ عزوجل ہے انکار کہ فی تحقیق قال الحافظ ابن کثیرؒ دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت ہادی تعالیٰ جس شان پر وہ ہے  
اسکو ابصار اور اک نہیں کر سکتی اسبواسطے ام المومنین عائشہؓ مومنوں کے حق میں آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھیں اور دنیا میں اسکی نفی  
کرتی تھیں قال الترمذی بہیقی کی روایت صحیح میں اللہ تعالیٰ عزوجل کے دیدار جنت میں ملنے کے بیان میں ہے کہ رواہ الکبیر یار علیؓ جہ فی جنت علیہ  
یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پروردگار کی بزرگائی ہوگی جنت عدن میں۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہیں کہ اہل جنت عدن کی آنکھیں پر جلال  
و عظمت الہی طاری ہو گا جس سے کسی کو بدون اسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ وجہ یومئذ نافرة  
داعیہ نور اللہ تعالیٰ الی ربہا نافرة۔ قیامت کے روز بعض چہرے اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف لنگھیں گے ہو گے پس یہ مخصوص  
ہر روز قیامت ہے اور قولہ لا تدركہ الابصار۔ عام ہر جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونوں میں تعارض نہیں ہوتا کہ تاویل کی طرف



اضطرار ہو اور مستعدین جو اس حال پر دلیل عقلی لاتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصہ موسیٰ میں ذکر کر کے رد کر دیجائے گی بلکہ وہاں کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صریحہ بھی عنہم تابعین و صلحاء اُمت کے متواتر ہستار ہیں جسے تواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفیر سیوطی نے بدور السافرہ میں ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہاں تفسیر میں اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت میں اپنے پروردگار کو دیکھو گے جسے تم چودہویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھو گے۔ یہ وہ حجاب شک کے الہم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے ہست لال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات و مخلوق کو اپنی پاک ذات پہنچوائی اور صورت کی عدت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنہیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک ضد و غیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات میں عبودیت لانا لازم کیا بقولہ فاعبدہ یعنی ایسے پاک پروردگار کی عبادت کر جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ تمام جہاں اور جو کچھ ہمیں ہر سب اسکی عظمت و جلال کے حضور میں خضوع میں پڑے ہیں یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سر تابی کی مجال نہیں ہر سب ہی اسکے قبضہ قدرت میں ہیں کوئی کسی کو نفع نہیں دے سکتا اور کوئی ضرر نہیں دے سکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وہو علی کل شیء وکیل یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ پہلے بندوں کو اپنی آیات سے پہنچوایا پس جو نہیں سمجھے تہمین زیادہ اندھیرے میں ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات صرف سے پہنچوایا اس میں بھی کافروں پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنوں پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک سے اسکا شفعہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم میں دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اس میں فانی اور اسکے ساتھ باقی ہو گئے پس قولہ لا اکمل الایمان تو انبیاء علیہم السلام و بزرگوں کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شیء یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا باہن طور کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھیں اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہیں اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی میں آنکھ اٹھانے سے مجبور و معذور ہیں اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کہا قال تعالیٰ لا تدرك الابصار و هو يدرك الابصار۔ کسی بصر کو اسکے اور اک کی مجال نہیں اور ہر سبہ خالص جمعی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا۔ جب اسکے جلال سے بنیائی جہل کرے گا اور ظاہر ہے کہ حوادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی میں باقی رہیں بلکہ از خود فانی ہو کر اسکے جلال و نور سے آنکھیں پا کر اسکو چودھویں رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کریں گے اور او تعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان و خلوص توحید اسکو آخرت میں دیکھیں گے باہن طور کہ او تعالیٰ عز و جل آپکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالیٰ عز و جل کو دیکھیں گے اور یہ نہیں کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حادث کو اسکی ذات عظمت و کبریائی میں ہستی کی تاب طاقت نہیں ہے۔ ہاں او تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم قدرت سے محیط ہے ان کے وجود و عدم کو جانتا ہے قولہ و هو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہر کہ عشق کے ساتھ قلوب

اسکی منہ و لبلاال کی طرف کھینچتے ہیں اور بخود و عاجز ہوتے ہیں اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریا سے محبت میں غرق ہو گئیں اور اسرافنا ہوئے اور عقلیں اسکی علوم میں مضمحل اور عاجز ہوئیں شیخ ابو یزید نے فرمایا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار او تعالیٰ قابض بھی محبت جیسا کہ البصار سے محبوب ہے اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل و سی آنکھیں و لون برابر ہیں۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ البصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ البصار کو اسکی جناب میں خود رسائی ہو حسین؟ نے کہا کہ لطیف از کسہ ہر کمان اسکا وصف۔ اس کے لطف سے ہر کہ یاد فرما یا ہند کو ہر حال میں جبکہ آسمان مینی اور زمین گسترہ تھی قبل خلقت وقت و اظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے پس یہ معنی لطیف کے ہیں۔ قال المترجم فی الاصل ہذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکفہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعلہ فی الامور الخالیۃ او السماویۃ والارضیۃ قبل سبقت الوقت و اظہار الکونین و ما ہما فہذا معنی لطیف انتہی بانی النفس و المترجم کھیلے ہی تحصیلہ قائم ہے نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اس کے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہاں ممکن ہے۔ ابن عطار رحم نے کہا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہیں پاتی اور وہ ہر شے کو علم سے محظوظ ہے۔ ابوسعید خدری نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے قولہ لا تدرکہ الابصار کی تفسیر میں کہا کہ اگر بالفرض تمام جن انسان و ملائکہ جب پیدا ہوئے اور اس وقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف ہا نہ ہیں تو کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمار عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے اور عطیۃ اللہ فی ضعیف ہیں اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحاح ستہ و اے محدثین میں سے کسی نے اسکو روایت نہیں کیا اور سوائے اس اسناد کو رکے اور کسی سند سے مروی نہیں ہوئی پس غریب ہے واللہ اعلم۔ جنید نے فرمایا کہ لطیف وہ ہے جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلا و غنمت میں تجھے ولی کیا اور آگ میں ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت میں تجھے داخل فرما دینگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہے کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم یہ قول و جنید رحم کا قول دونوں اذوق لسیاق

و معنی نفوی ہیں۔ قال المترجم۔ قد جاءكم ربكم من دبركم فمن ابصر فلينفسه ومن عسى فليجها

نکو ہو بچ چکین سوچو کی باتیں بھارے رب سے پھر جو سوچا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے بڑے کو و ما انا عليكم بحفيظہ و كذلك نصرف الايت و ليقولن ادرست ق

اور میں نہیں تم پر نگہبان اور لون بھیج بھیجھانے میں ہم آیتیں اور ناکہیں کہ تو بڑھا ہے اور

لنبتنہ ليقولن لعلمونا

تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھ والوں کے

قل لہم یا محمد کہے ان مشرکوں و منکرون سے اے محمد صلعم۔ قد جاءكم ربكم من دبركم ليعلمكم ليعلمكم ليعلمكم

قلب ہر اور مرد و یہاں حجت و برہان واضح ہے۔ فمن ابصر فلينفسه۔ اے من البصر ما و امن فانما البصر بالنفس لان النور



نئی روشنی ثابت کرتے ہیں اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہیں واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیرؓ سے  
فرمایا کہ لڑکے درست پڑھا کرتے ہیں اور لفظ تو درست ہو اور سکون آخر قرآۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے اور قتادہؓ نے درست  
بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعبؓ نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقو لہ ادرست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد ولینبئہ  
لقوم یعلمون۔ یعنی بھار خود ہدایت ہیں لیکن انجام کار یہ ہو کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ  
ہوگی۔ قال ابن عباس قوم دانائے مراد وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت دی ہو اس آیت میں دلیل ہو کہ نصریف آیات ایک قوم  
کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہو۔ فن فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ او تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ہدایت  
واحسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات اذلیت ظاہر ہوتے ہیں اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے  
چنانچہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنے بندوں کے واسطے تجلی فرماتا ہے۔ ان بصائر سے  
اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھیں روشن کیں اور ان میں انوار صفات ہیں اور صفات ازسحات ذات ہیں پس جس میں استعداد  
از کرم جناب باری تعالیٰ ہو اُس نے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جس کو یہ استعداد نہیں ہو وہ آیات و بصائر و قرآن سے  
اندھا ہے لہذا قال من عی فیہا وبال اسی پر ہر خواص حرم اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت  
اس شخص کو جس کو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہو کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولینبئہ لقوم یعلمون۔  
اللہ تعالیٰ نے کافروں و مشرکوں سے فہم خطاب بھیج کر اس کے حقائق و لطائف کو بندگان مومنین کے دلوں میں کشادہ فرمایا  
کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہے۔ یہ احسان الہی ہو کہ مطیع بندوں کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلوں کے  
ودائع سے انوار غیب کو اور رک گیا اور خطاب کے روز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگوں کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ  
ولینبئہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الہی رکھتے اور خطاب الہی کو سمجھتے ہیں اور یقین ایمان لاتے ہیں اور یہ قرآن مجید ایسے  
لوگوں کو نافع نہیں جو خطاب و مراد نہیں سمجھتے ہیں۔ ابن عطارؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت  
بیان کو جانتے ہیں یعنی او تعالیٰ عزوجل کی قدرت و قوت ہو وہ سے وقوف لیتے ہیں اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہیں کسی غلبہ  
خواہش سے پیش قدمی نہیں کرتے اور کسی کا ہلی و سستی سے بچھڑتے نہیں ہیں۔ پس یہی مومنین کا طریقہ ہیں۔  
اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ كَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ هُوَ يُنْزِلُ الْوَحْيَ ۚ وَاتَّبَعُوا مِنْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۚ  
تو جہل اُسپر جو حکم آوے تجھ کو میرے رب سے۔ کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے اور جانے دے۔ شریک الوں کو۔  
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۚ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۚ  
اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ کرتے اور تجھ کو ہم نے نہیں کیا اُنکا نگہبان اور تجھ پر نہیں اُنکا حوالہ  
اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ۔ آمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپ کی امت کو حکم دیا کہ وحی الہی پر جو بالکل حق  
و صحیح ہو عمل کریں۔ لا الہ الا اللہ جس جو امر الہی ہے وہی حکم و حق ہے باقی سب باطل ہیں اور کافروں و مشرکوں کی طرف  
مشغول نہ ہوں۔ کما قال وَاخْرُجْ عَنْ الْمُشْرِكِينَ۔ مشرکوں کی طرف التفات نہ کر اور اُنکی باطل باتوں پر لحاظ نہ کر کیونکہ  
حکمت الہی میں قابل قہر ہیں۔ پس کیونکر ان صریح و ظاہر آیات و بصائر کو دیکھیں گے اور بدون ہدایت الہی کیونکر



بنیائی پاونگے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا چونکہ حکمت کاملہ الہی میں راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابیل  
 ہدایت نہیں پس اوتھائی کی مشیت میں یہ نہیں ہو کہ شرک نہ کریں لہذا یہ ضرور شرک کر گئے پس تو دلیکیر مت ہو کہ ایسے  
 صریح آیت پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور کیوں شرک میں خواہہ ہوتے ہیں۔ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا۔ اور تو  
 تو قریب نہیں کیا گیا کہ ان کے اعمال کا نگہبان ہو اور ان کے جرموں کی تجھ سے باز پرس ہو۔ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ  
 اور تو ان کے منافع کا پرداخت کرنے والا نہیں کہ جس میں ان کی بہودی ہو خواہ خواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر  
 فقط رسالت ہو سچا نا واجب ہر اگر آیات و بھارت سے ہدایت لیوین ان کے حق میں بہتر نہ لیوین خود خراب خواہ  
 ہوں واضح ہو کہ اعراض عن المشرکین کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد تو پس نسخ جاری  
 نہوگا نہ ترجمہ کہتا ہے کہ نسخ ہی ہو کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہوگا لہذا یہ توجیہ مہمل ہو بلکہ یوں کہنا چاہیے  
 کہ یہ حکم اعراض بایں معنی نہیں کہ ان کو رسالت کا ابلاغ نہ ہو بلکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات ان کے اقوال  
 کی طرف ہو بدین معنی کہ رسالت حقہ ان میں تاثیر نہیں کرتی اور کیوں نہیں کرتی ہو پس اس معنی کے اعراض میں نسخ نہیں ہو اور نیز یہ امر مخفیہ نہ اس پر  
 ابلاغ کے ہو حکم عملی شرعی دوامی نہیں ہو پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہیں ہو۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے نسخ ہو کہا قال السدی  
 والاول اظهر ان الله علم في قوله ولو شاء الله ما اشركوا۔ دلیل ہو کہ شرک مشرکوں کا و کفر کافروں کا اوتھائی کی مشیت پر ہو اگر ان کی  
 مشیت میں ہوتا تو سب ہدایت پر ہو جاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہیں سے ظاہر ہو کہ جو کچھ عالم میں ہر سب اوتھائی کے  
 احکام قضاء و قدر کے تحت میں سخر و محکوم ہر وقت فی العرائس قولہ ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے  
 واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر ان کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت  
 و حقائق اینسا و مقامات حالات میں مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اور ان کو ایسے اسرار  
 کے مطالعہ اور ایسی ارادات کی برداشت کی طاقت نہیں ہو کیونکہ تاسید نبوت رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اوحی الیک میں  
 خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے در بیان آیت میں اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الہ الاہو۔ اسی نے تجھ پر  
 وصف نفی سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہو اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ  
 میں کسی غیر کو اس مقام میں قیام کی مجال نہیں ہو۔ وقولہ واعراض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی میں مقامات  
 متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السرد میان و نوالہ نہ ہو یعنی کمال نزدیکی میں سر السر کا مرتبہ  
 ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی میں یہ وحی مخفی مذکور ہو۔ دوم وحی خاص جو آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص  
 ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح وانیسین لآیۃ۔ میں مذکور ہو۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک  
 من ربک لآیۃ۔ میں مذکور ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلا واسطہ ہو اور رسالت انزال امر ظاہر ہو بلا واسطہ ہو ہی اسطے  
 فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپ کے واسطے امر اسرار ہی تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ و اوحی الیک۔  
 پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہو کہ ان کو وحی میں اور شیطانی وساوس میں فرق رکھنے کا ادب سکھایا یعنی تم لوگ وحی کی اطاعت  
 کرو اور وساوس کے جو کچھ وساوس فی خیالات ہیں سب چھوڑ دو اور اسکی اتباع کرو جو تمھارے دین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما یریک الی ما یریک استفت قلبک ان افناک المفتون مترجم** کہ ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اور ہند کو رہ چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر بیشک کو اختیار کر اور فتویٰ پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کرے۔  
**وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا لِمُغْيَرِ عَلَيْهِ طَغَا إِلَٰهًا**  
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہتے ہیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھ اسی طرح  
**زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ سَرَاتِبِهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝**  
ہم نے پہلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو ان کے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہنچنا ہے تب وہ جٹا دیگا جو کچھ کرتے تھے۔  
**وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ صَلَٰمٌ عَلَيْهِمْ يَدْعُونَ لِكُلِّ أُمَّةٍ مِّنْ دُونِهِمْ** اور ضمیر مفعول کی آج بجانب موصول ہے۔ وہ  
مذہب ہر اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں باسوائے اللہ تعالیٰ  
کے ہیں۔ **فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا لِمُغْيَرِ عَلَيْهِمْ** جس چیز سے نہیں فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہر اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی  
مشرکوں کے معبودوں کو برا کہو گے تو وہ لوگ ظلم وعدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ  
کا علم و معرفت نہیں ہر۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودوں کو سخت زبانی کیسا تھ  
ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہو مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اٹھ جاوے لیکن اسکے  
مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہو وہ یہ کہ مشرکین بھی بل بیان کے معبود برحق کو برا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن  
عباس مشرکوں نے کہا کہ اے محمد تم ہا درہو اس سے کہ ہمارے معبودوں کو برا کہو ورنہ ہم تمھارے معبود کی ہجو کر بیٹھے پس اللہ تعالیٰ  
نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا را اور ابن جریر و ابن ابی حاتم  
نے سدی حمہ اللہ سے سردار ان فریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کر دو کہ تمھارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کے  
حق میں بد زبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بد زبانی کریں گے۔ ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ کھنڈ  
دور ہر حدیث صحیحہ میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہر وہ شخص جس نے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ  
آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا۔ فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو  
وہ اسکی ماں کو گالی دیگا۔ **كَذَٰلِكَ زَيْنًا لِّكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ** یعنی جیسے ان مشرکوں کے نزدیک ہم نے ان کے کاموں کو مزین  
کر دیا یہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ امت اُسکو اچھا سمجھ کر بجالاتی  
تھی آپس میں و تعالیٰ کی مشیت و حکمت بالبدیہ بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ **ثُمَّ إِلَىٰ سَرَاتِبِهِمْ**  
**مَّرْجِعُهُمْ** یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مدت کے پھر آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف اُن کا مرجع ہے **فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا**  
**يَعْمَلُونَ**۔ اس میں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے۔  
اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہر پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جزا سزا ملیگی۔ **فَنُفِی الْعَمَلِ**  
**فَوَلَّی** کہ اللہ تعالیٰ کذ لکے نیک اعمال کو دنیاوی جاہ و مال و قتال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت  
و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ طالع عبادت کر نیوالا حق تعالیٰ کا نہیں ہر اسکو لذت قرب وصال و محروم کر کے اسی کی مراد پر

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہو اسکی آنکھ سے پردہ دور کر دیا کہ وہ ان چیزوں کی کچھ قدر و منزلت نہیں دیکھتا بلکہ احسان الہی جو ازل میں باہر ہوا ہے اسکے شکر کے ادا ہونے سے شرم میں عرق ہر بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہیں صرف احسان پر نظر رکھتا ہے جو لوگ باطل میں پھونپھونے اپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں۔ زاہدون کو انکے اعمال اچھے دکھائے کہ اس میں زیادہ رغبت کریں۔ واسطی نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والی کو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کر دیا پس ایسے لوگ درجہ تحقیق سے گر گئے اور کوئی نہیں بچا سوائے ان بندوں کے جنکو اللہ تعالیٰ نے فور مشاہدہ سے مخطوظ فرمایا پس اسے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا تو میں نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَتَقْلِبُ افْعَالَهُمْ فِي أَبْصَارِهِمْ لَمَّا هُمْ يَوْمُونَ ۚ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَاءَتْهُمْ نَارُ الْمَوْتِ فَوَقَّعْنَاهُمْ فِيهَا وَأَنَّا كُنَّا بِنُحُورِهِمْ ۖ فَيَسْمَعُونَ أَسْوَارَهُمْ يُسْأَلُونَ أَتَمْنَا إِلَهُكُمُ الَّذِي كُفِرْتُمْ بِهِ ۚ بَلْ أَنتُمْ بَعْدَ الْحَقِّ لِاتِّخَاذِنَا أَكْفَرًا ۚ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر ان کو ایک نشانی ہوئے البتہ اُسکو مانیں تو کہ

نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آویں گے تو یہ مانیں گے اور ہم اُلٹ دینگے

ان کے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہیں پہلی بار اور جھوٹ رکھیں گے

طغیانہم یعمہونہ

اپنے جوش میں بہکتے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَتَقْلِبُ افْعَالَهُمْ فِي أَبْصَارِهِمْ لَمَّا هُمْ يَوْمُونَ ۚ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَاءَتْهُمْ نَارُ الْمَوْتِ فَوَقَّعْنَاهُمْ فِيهَا وَأَنَّا كُنَّا بِنُحُورِهِمْ ۖ فَيَسْمَعُونَ أَسْوَارَهُمْ يُسْأَلُونَ أَتَمْنَا إِلَهُكُمُ الَّذِي كُفِرْتُمْ بِهِ ۚ بَلْ أَنتُمْ بَعْدَ الْحَقِّ لِاتِّخَاذِنَا أَكْفَرًا ۚ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

کوشش۔ سے قسم میں یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمیں کھائیں اس بات پر کہ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ اگر کوئی ایسی آیت آجاو گی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کر کے مانگتے ہیں تو ضرور اس پر ایمان لا دیں گے و یہ اپنے آپ کو قادر سمجھ کر غرور کیا۔ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ تو ان شرکوں سے کہہ دے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور تعالیٰ مختار ہے جیسے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار میں نہیں میں تو فقط پورے سناؤں والا ہوں۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ مفسر حمد اللہ نے انہا سے استناف بکسر ان لیا اور معنی یہ بیان کئے ما یشرکم۔ اے مایہ یکم یا ایمانم اذا جارت۔ کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت اُنکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات کو نہیں جانتے ہو قولہ انہا اذا جارت لا یؤمنون۔ اور علم الہی میں یہ بات سابق ہو چکی ہے کہ آیت مقررہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لا دیں گے۔ قال لیسر جسم اس تفسیر پر یا یشرکم کا خطاب مومنوں کو ہے اور بعض مسلمانوں نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقررہ آیت آجاتی کیونکہ مشرکوں نے مومن ہو جانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسل روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی روان ہوتا اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے اور نوح کا ناقہ تھا پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کریں پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا ہو جاوے اپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کرو گے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاویں گے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے اکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تہدلیق نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نہر عذاب نازل کرے گا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں تو یہ مقدر ہو وہ تو بہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ جن کے حق میں تو یہ مقدر ہو وہ تو بہ کریں۔ قال بن کثیر اس مرسل وایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جارت بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لا یؤمنون بتا خطاب یعنی لا تؤمنون پڑھا گیا ہے اور ما یشرک من خطاب مشرکوں کو قرار دیا گیا قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ و ما یشرک من خطاب مشرکوں کو کیا گیا اور یہی مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے گو یا مشرکوں سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم ان قسموں میں سے ہو بنا برین قرآنہ انہا بالکسر ہے اور مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاویں گے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آدین سبب سکے کہ علم الہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا تؤمنون بتا خطاب پڑھا۔ پس استیناف بھی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مؤمنوں کو ہے یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقررہ آنے پر مشرکین ایمان لاویں گے۔ دینا برین جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسے اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنا برین کہ وہ یشرک کا معمول ہے اور درہدوت معمول ہونے کے قولہ لا یؤمنون میں لا زائدہ مانہ صلعم کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ ما منعک ان لاتسجد اذا امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ وجرم علی القرینۃ الیٰ ہلکنا ہا انہم لا یرجعون۔ اور معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلادیا کہ آیت مقررہ آنے پر یہ لوگ ایمان لے آویں گے تاکہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی بن کعب کی قرآن میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے شہر و نظم سے اس پر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب الی السوق انک تشری شیئا یعنی لعلک تشری شیئا۔ یا زاجا شاید تو کچھ خریدے۔ اور یہی ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید میں ہے وما یدریک لعلہ نریکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف بلیغ ہے اسے انہا اذا جارت لا یؤمنون اور یؤمنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاویں گے یا لاویں گے پس ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف الصد من تامل ہے اس واسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات آنے پر وہ ایمان لاویں یا نہ لاویں پس یہ تو بالضرورة معلوم ہے کہ امران و حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار ہے تو مقتضائے مقام بدون لا تھا کہونکہ تمہیں کوئی نہ معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آئیں گے اللہ الا ان یقال ان نفی الشعور عما ہو خلاف المقصود بلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاویں گے پھر ایمان لانے کو بھی بقریہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے ہو۔ و تَقْلِبْ آفَئِدَاکَ لَکَھُمْ مَخُولَ قُلُوبَھُمْ عَنْ الْحَقِّ فَلَا یَفْقَھُوْنَہَا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے ہیں۔ و اَنْصَارَھُمْ عَنْہُمْ فَلَا یُبْصِرُوْنَ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اور انکی بنیائوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان نہیں لاتے۔ کہ انکے یؤمنون ایہ۔ ہا انزل الیک من الآیات۔ اَقَالَ حَسْرَتَہُ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں کئے اور ہر امر سے مردود کر دیئے گئے اور مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ وقلب افئدتہم والبصار ہم یعنی ان کے ایمان کے دیمان میں ہم روک عاقل کر دیں گے اور ہر آیت آدینگی تب بھی ایمان نہ لاویں گے جیسے کہ



ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان و ان کے ایمان کے درمیان میں حیلوت کر دی کہ اقال عکرمہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم  
یعنی جو معجزہ پہنچ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے و سمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو  
تقدیر آبی عزوجل سے ان کے خبیث نفس میں شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہیں  
پہنچتا ہر بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو  
دیئے جاویں تو بھی وہی پردہ حائل ہوگا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھیں و دل جانب رحمت سے پھیرے  
جاتے ہیں۔ وَتَنْزِيلُ هَٰذَا كَقَمِّهِمْ - فَيُطْغِيَا فِيهِمْ ضَلَالَهُمْ اور ہم ان کو چھوڑتے ہیں ان کی گمراہی میں و نہ  
جو اُنھوں نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہر یَغِيثُونَ - تیردون متحیرین۔ در حالیکہ یہ لوگ اس گمراہی میں  
متحیر پھرتے ہیں و نہ ہی قول ابوالعالیہ در بیع بن انس و قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہر کیونکہ انکو نور معرفت نہیں پہنچتا تو اپنی  
تاریکی نفس میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات میں سے ہے۔ و نہ  
فِي الْعَرَالِيسِ قولہ تعالیٰ و نَقْلِبْ فِدَاهُمْ و ابصار ہم الایہ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے دونوں کا پھیرنا اور بتایوں کا لوٹ دینا  
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلوں و ابنایوں کو پھیرتے و لوٹتے ہیں اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث  
صحیحہ میں کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں سب قلوب ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین  
وغیرہ) اور بعض احادیث میں ہے کہ قلوب کا حال قبضہ قدرت الہیہ میں اس مثال سے ہے جیسے میدان میں ایک پتایا سر ہڑا ہوتا ہے  
کہ ہواؤں کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہیں یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الہی عزوجل ہر اسی طرف دل پھیر جاتے ہیں۔  
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دونوں کا یہ حال ہو تو جہاں کسی دل کو جن کی طرف پھیرا یعنی اپنی غفلت و کبریا میں متوجہ کر کے محبت و  
شوق و معرفت سے اپنے معجزات و آیات و صفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بنیائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ وہ  
آیات معجزات میں انوار قدرت و عظام عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات  
صحیح ہو جاتے ہیں یعنی طاعات صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ میں اس کی نیت صالح و خلوص حیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے  
ہیں یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہیں اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہیں جہیں شک و نفاق و بدبینی وغیرہ  
کا میل کچیل نہیں رہتا ہر ضلالت اسکے جہان کہیں قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بنیائی بھی اندھی ہو کر ٹاپتی پھرتی ہے  
اور آیات قدرت میں اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہیں ہوتے ہیں اسی واسطے حضرت سرور عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے  
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ  
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلوں کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب میں توبہ کرتے ہوئے خضوع  
و خضوع سے متوجہ ہیں اور جن دلوں سے اعراض فرمایا وہی گمراہی میں خوار ہیں و عس ثمت ترجم کہتا ہے کہ  
یہاں بعض گمراہ جو اپنے تردد میں متحیر ہیں اپنی رعوت نفس میں بڑبڑادین گئے کہ پھر جب گمراہوں کے دل ہی  
پھیر دیئے گئے تو ہم غصہ جھٹلا اور بالکل گناہ سے پاک ہیں ہم کو جہنم میں رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہاں  
وہ مقام لکھوں جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہوں کی جہالت عیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ میں

ان گمراہوں کے اس سوال ناپاک میں بحث کروں۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہیں کہ مالک کو اپنی ملکیت میں ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے۔ یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان میں نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بخیطا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ کی شان میں ظلم کہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق میں تصرف کا اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ میں لاوے یا بہشت میں لاوے تو یہ بدشرت اپنے آپ کو کس رعوت سے مستحق جانتے ہیں حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کر دے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم میں پیدا کرے کیونکہ جب ان کو فو و کسی طرح کا اختیار اپنے وجود میں نہیں ہے تو استحقاق کہاں سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل نے تمام انعام و محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافروں و بدکاروں پر رحمت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہوں نے اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل میں قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کافی قولہ و اذا خذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم الایہ میں مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست برکم اور سب نے اقرار کیا کافی قولہ قالوا ہلی الایہ۔ پھر بعد اسکے جب بنیائیں ظہور ہو تو عہد نکور بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھتا تو مخلوقات کو کسی حالت میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کا ملم ہو سچائی کے بعد اسکے کافروں کے واسطے کچھ بھی عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا میں انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا کیا اور آدمیوں کو اس دنیا میں امتحان کیا اور ان کو دوبار تون میں منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھوں نے دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم پھر جہنم ہی پیدا ہوا تو باغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکا و نون باتون میں تکلف کیا پس مومنوں نے عقل سے جان لیا کہ دنیا میں چند روزہ ہو اور لا محالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہو گا جہاں ہر ایک کو عوض دیا جائے اس واسطے کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیر خواہ و عادل جانتے ہیں وہ کبھی تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم تہہ کار فاسق فاجر جانتے ہیں وہ کبھی دنیا میں مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق میں سے نیک کو عمر بھر خوش کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونوں خاک ہیں علاوہ ان میں انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا میں درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلتے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہیں کہ بالیقین دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچاننا برخلاف ان کے کافروں نے دنیا کو شیطانی اتباع میں لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبروں کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے۔

حتیٰ کہ ہزار ہا سال عمر پا دین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں دنیا کی محبت پانی جو محض نجس ہے اور ذر عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کر دی پس بدن کے سوائے ان میں کچھ نہیں ہے وہ اپنے بدن کی پرورش میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دماغ میں حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے میں ہوشیار ہیں پھر دل سے اندھے اور لاعقل ہو کر دنیا میں اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہیں پھر اچانک موت آ جاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہنچ جاتے ہیں اور ان کو اس قدر مہلت دی گئی مگر اُٹھنوں نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگوں سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھوں یہ سب کیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و خست یار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہیں ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب اختیار رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ آخری درجہ کے مسلمانوں کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت میں خواہوے قطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للرب العالمین۔

شأتوان جز و تمام ہوا بعد اٹھو ان لوگ آتا ہے۔

تنبیہ للغافلین مسائل دینیہ - ۱۰  
حیرت الفقه - مسائل مشککہ فقہ از مولوی  
ابراہیم حسین بنگلوری - ۱۱  
جواب السائلین - بطور مستفقا - ۱۲  
کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی  
محمد سلطان خان - ۱۳  
چهل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین  
بنگلوری - ۱۴  
رسالہ تجنیز و تکفین - از محمد عمر - ۱۵

مفتی فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ  
فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے  
متداول ہو۔ دو مجلد کامل۔ غلہ  
شرح سفر السعادت از مولانا شاہ  
عبدالحق محدث دہلوی معروف ہے۔  
چھ ایچ۔ مسمی بہ غایۃ الشہور از ملا محمد شاہ عدم  
تذکرۃ الجمعہ حکام جمعہ از مولوی عبدالسلام  
بتیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا حسین الدین  
بدائع منظوم مسائل فقہ نظم فارسی از  
الم علی۔ ۲  
عق مشہور و رسمی از شیخ شرف الدین  
سی۔ ۱۰  
تہ مسائل نسو مسائل از مولانا احمد اللہ  
جمہ اللہ۔ ۶  
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر  
عبدالحق محدث دہلوی۔ ۶  
سلاک مستحقین۔ مرغوب علمائے ولایت از

مولوی آله یار خان - عہ  
فتاویٰ برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی  
نصیر الدین - عہ  
قدوری - مترجمہ مولانا ابوالقاسم - عہ  
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن  
حبامی - عہ  
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی  
مع فرہنگ - ۱۳۱  
مالا بدینہ - از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
وصیت نامہ - ۱۴

شرح مختصر وقایع کورمیری - از مولانا  
 جلال الدین سمرقندی -  
 رساله تنبیه الانسان - در حلت و حرمت  
 جانوران - ۱  
 رساله قاضی قطب فکریان و ارکان شر

قصص

بر جندی تشریح مختصر قایم از مولانا عبدالحسین  
بر جندی معتبر شرح - ۵۰  
فتح القدیر حاصل التین القیم جلی ہدایہ اور بقلم  
خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام  
نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف  
اور آخرین تفسیر الدین آقندی کامل چار مجلد  
ضخیم جدید الطبع - ۵۱  
ہدایہ معشای بحوالہ جدیدہ جناب مولانا محمد حسن  
سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ  
فرمایا جو وہ قابل دیدہ ہیں ہر چار جلد کا ریل  
دو مجلدات میں بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات - للہجر  
(۲) جلدین آخرین معاملات - ص  
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین  
کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد  
میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند کہے  
گئے ہیں یہ تفصیل ذیل -  
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح - للہ  
ایضاً جلد سوم و چارم تا آخر کتاب - للہ  
فتاویٰ قاضی خان مع سرحدیہ از امام قاضی  
حسن بن منصور قاضی خان مستند معروف  
متداول دو جلد کامل - ص  
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ مجلسی قلم  
مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ و بعضا بن حنیفہ مجلسی  
داخل درس تطبیح کلان خوشخط و صحیح - ص  
شرح وقایہ خرد مع دائرۃ ہندیہ متوسط قلم دار  
الاشباہ والنظائر مع شرح جموی معروف  
مستند متداول - ص  
ملا مٹھ - از بیوع تاوصایا تجملی جدید کابل  
اطراف کابل میں داخل درس ہو - عہد  
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق  
مشہور متداول - عہد  
عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چار جلد  
مستند معروف متداول دو جلد میں -  
راہ جلدین اولین عبادات میں - عہد  
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ  
درسی متداول - ص  
عمدۃ البضاعتہ - فی مسائل الریاضۃ الہ



<p>عقد گل و عقد منظوم۔ یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹۔ بوستان جلی قلم محرقہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۳۔ بوستان محشی کلان - اس میں ضروری حواشی درج ہیں - ۱۳۔ بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علی نہایت ہی صحیح اوصاف چھپی ہے - ۸۔ بوستان محشی خرد - ۱۵۔ بوستان ترجمہ منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحرین ہر شعر کا شعرین ترجمہ کیا ہے ۱۵ منشی گوہر پر شاہ فضا - ۱۳۔ بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہانہ بمبیل شرح ہے - ۱۳۔ اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کوہ میں ہیں اور عموماً طلباء کے درس میں داخل ہیں - ۱۳۔ اخلاق ناصری - منشیان فارسی کے درس میں داخل ہیں اور اخلاق میں بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۳۔ اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین - ۱۳۔ کاشفی - ۸۔ شنوی سلسبیل - اخلاق و معظمت میں ایک بے بہا ہے از حکیم نور حسین صاحب امر وہی - ۲۔ مجموعہ صد پند سودمند حضرت لقمان کے متنو قابل قدر نصائح - ۲۰ یا ۲۱۔ المشہر - شیخ صیفہ بک پونگشور پس لکھنؤ</p>	<p>منطق احوال فین ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چار جلد کا کل حصہ - ۵۔ تہذیب حسانی مولفہ حکیم احسان علی - ۱۳۔ کتب اخلاق فارسی داہل سنت - ۱۳۔ گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محرقہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم - ۱۳۔ گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر میں مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید - ۱۲۔ گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید سی - ۹۔ گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محرقہ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸۔ گلستان محشی اردو - اسپر طلبا کی آسانی کے لئے اردو کے حواشی دئے گئے ہیں - ۱۲۔ شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح شنوی مولانا روم اس میں تصوف کے کات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳۔ گلستان ترجمہ فارسی با ترجمہ اردو - ۱۲۔ گلستان خرد - فارسی - ۱۵۔ تضمین گلستان سعدی منشی ہر گوبال صاحب آفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے شعرا کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام میں فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷۔ بہارستان جامی - اخلاق و نصائح میں قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵۔ خارستان - حکایات پند و نصائح بطور - ۸۔ گلستان سعدی از ملا محمد الدین - ۸۔</p>	<p>مولوی تراب علی مرحوم - ۱۔ کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ چھپ رہی ہے۔ اخلاق و تصوف اردو - ۱۳۔ جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلالی - ۷۔ باب انش مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۱۲۔ اوقات عزیز - از سید غلام حیدر خان - ۱۲۔ ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد میں مترجم مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۳۔ خزینہ دانش - ہوشمند کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۱۳۔ بحر حقیقت - اصلاح نفس میں - ۲۔ اتحیات - اخلاق و معظمت میں مصنفہ منشی کامتا پر شاہ - ۱۳۔ کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم و ادب - ۲۔ سیرالین اوسفی - اردو ترجمہ شنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو میں حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد میں بتفصیل فیل - ۱۳۔ جلد اول ترجمہ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع - ۱۳۔ جلد دوم ترجمہ دفتر - ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع - ۱۳۔ شیخ معرفت محشی - منتخبات شنوی مولانا روم - ترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۳۔ چشمہ فیض - نظم ترجمہ اردو پند نامہ عطار - ۱۳۔ کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قیس سرواز مولوی عبد الحق خان بہادر - ۱۱۔</p>
---	--	---



240	12421	DUE DATE 1928 12
-----	-------	------------------

1176714



